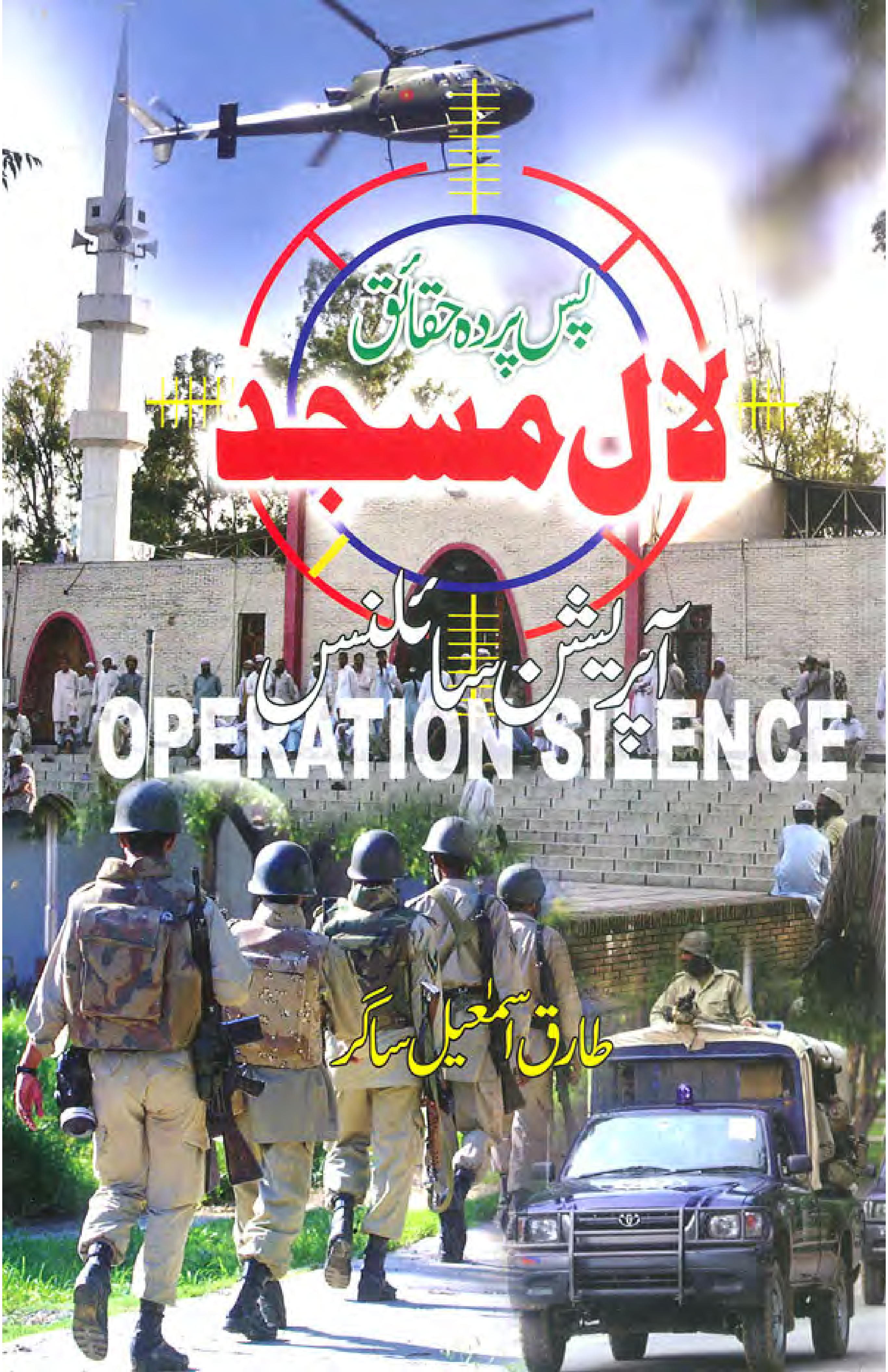
پس پردہ حقائق
لال مسجد
آپریشن سائلنس
OPERATION SILENCE
طارق اسمٰعیل ساگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پس پردہ حقائق

لال مسجد

آپریشن سائلنس

پس پردہ حقائق

لال مسجد

آپریشن سائلنس

طارق اسمٰعیل ساگر

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

نام کتاب ::: لال مسجد، آپریشن سائلنس
مصنف ::: طارق اسمٰعیل ساگر
اہتمام ::: سیّد فرحان زیدی
ٹائٹل ڈیزائن ::: رامین امین
کمپوزنگ ::: عاصم شہزاد (طاہر سنز آرٹ سیکشن)

مطبع ::: محمد سیّد شاہ پرنٹنگ پریس
سن اشاعت ::: جولائی 2007ء
قیمت ::: -/225 روپے

نوٹ: قارئین اگر کسی جگہ ارتقائی غلطی یا کسی حوالے کی کمی محسوس فرمائیں تو تحریری طور پر مجھے یا ناشر کے پتے پر مطلع فرمائیں تاکہ کتاب کے اگلے ایڈیشن میں ان غلطیوں کا ازالہ کیا جا سکے۔

مصنف: طارق اسمٰعیل ساگر

اب کے برس دستورِ ستم میں کیا کیا باب ایزاد ہوئے
جو قاتل تھے مقتول بنے جو صید تھے وہ صیاد ہوئے

فیض احمد فیض

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	پیش لفظ	8
2	ابتدائیہ	10
3	لحہ لحہ بگڑتی صورتِ حال اخبارات کی زبانی	44
4	4 جولائی آپریشن سائلنس کا باقاعدہ آغاز	71
5	خون ناحق کس کے سر؟	82
6	5 جولائی	93
7	6 جولائی	104
8	9 جولائی	133
9	10 جولائی	142
10	اور کھیل ختم ہو گیا	149
11	عبدالرشید غازی کا آخری پیغام	156
12	خطیب لال مسجد مولانا عبدالعزیز کے خطبات	158
13	4 فروری کا خطاب	163
14	دینی مدارس کے لئے پیغام	169
15	علمائے کرام سے خصوصی خطاب	172
16	عظمتِ جہاد کانفرنس سے خطاب	185
17	قومی پریس کے بدلتے رویے	194
18	جامعہ حفصہ کے خلاف آپریشن، حقائق اور سوالات	194

19	اسلام آباد میں قتل وخون ریزی کے افسوس ناک واقعات	197
20	لال مسجد آپریشن کے اثرات کا تجزیہ ضروری ہے	199
21	جامعہ حفصہ کا معاملہ اور حکومت کی بہتر حکمت عملی	202
22	لال مسجد تنازع اور علماء کا دوٹوک مؤقف	204
23	لال مسجد: مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری	207
24	جامعہ حفصہ آپریشن کو طول دینے کے مقاصد کیا ہیں؟	209
25	خدا کرے صورتِ حال مزید سنگین نہ ہو	212
26	ملکی معاملات اور احتیاط کی ضرورت	214
27	دہشت گردوں کی بڑھتی ہوئی کارروائیاں اور حکومتی رٹ	218
28	سوالات ہی سوالات	220
29	لال مسجد اور جامعہ حفصہ آپریشن، معاہدے کے بعد طاقت کا استعمال	222
30	ایک اور سیاہ دن، ایک اور تاریخی سانحہ	225
31	لال مسجد کا بحران: جمہوریت واحد حل ہے	230
32	سب سے بڑا ڈرامہ	234
33	لال مسجد آپریشن کی بین الاقوامیت	238
34	لال مسجد پر حملہ، اتفاق یا طے شدہ آپریشن	241
35	تاریخی پرچے	245
36	بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے!	248
37	مقابل ہے آئینہ	255
38	مذاکرات کیسے سبوتاژ کیے گئے؟ (مولانا زاہد الراشدی)	263
39	دل صاحب اولاد سے انصاف طلب ہے	268
40	کتابیات	272

پیش لفظ

وانا اور وزیرستان کے سنگلاخ پہاڑوں پر اپنی رٹ قائم کرنے کے بعد حکومت نے بالآخر اسلام آباد کے سبزہ زاروں پر بھی اپنے جھنڈے گاڑ دیئے۔ 9 روز تک ہزاروں سکیورٹی فورسز کے جوانوں کی دن رات کی مساعی ایس ایس جی کے افسران اور جوانوں کی قربانیوں کے بعد حکومت نے ''دہشت گردوں'' کو مار ڈالا۔ کچھ روز پہلے جنرل پرویز مشرف نے اپنے مکمل عسکری دبدبے سے کہا تھا کہ ''اگر دہشت گردوں نے ہتھیار نہ ڈالے تو مارے جائیں گے'' اور ''دہشت گرد'' مار دیئے گئے۔ کیونکہ انہوں نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا تھا۔ میڈیا سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق اب حکومت جامعہ حفصہ کا کچھ حصہ مسمار کر کے یہاں پارکنگ سٹینڈ بنائے گی اور یہاں پڑھنے والی بچیوں کو ملک کے دیگر تعلیمی اداروں میں تعلیم دلائے گی۔ (بحوالہ روزنامہ نوائے وقت، 12 جولائی)

اس آپریشن کا کمال یہ تھا کہ حکومت نے 3 جولائی سے تادم تحریر یعنی 12 جولائی تک کسی میڈیا پرسن کو وہاں تک رسائی حاصل نہیں کرنے دی جہاں یہ آگ اور خون کی ہولی کھیلی گئی۔ کرفیو لگا کر لال مسجد اور اردگرد کئی کلومیٹر علاقے کو زمینی حقائق سے کاٹ دیا۔ صحافیوں کو خاردار تاروں سے پرے دھکیل دیا۔ سانحے تک ان کی رسائی کو ہر طرح ناممکن بنا دیا۔ وہ میڈیا پرسن جو کسی طرح ''جائے سانحہ'' سے دو تین سو میٹر تک چھپ چھپا کر بیٹھے تھے انہیں وہاں سے بھگا دیا۔ آپریشن کا باقاعدہ آغاز ہوا تو سرنڈر پوائنٹ پر موجود کیمپ سے بھی انہیں نکال دیا، ہسپتالوں سے نکال دیا اور حکم صادر ہوا کہ اگر کوئی صحافی ہسپتال کے نزدیک دکھائی دیا تو اسے گولی سے اُڑا دیا جائے۔

(بحوالہ اے آر وائی اور ''آج'' چینلز)

اور 12 جولائی کی خبروں کے مطابق انہیں اسلام آباد کے اُن قبرستانوں کے نزدیک جانے کی اجازت بھی نہیں دی جا رہی جہاں اس بات کا امکان ہے کہ مرحومین کی تدفین ہوگی۔

عبدالستار ایدھی کا بیان 12 جولائی (ایکسپریس اور دیگر اخبارات) میں شائع ہوا کہ آٹھ سو کفن دے چکا ہوں حکومت نے دو سو اور مانگے ہیں ان میں وہ تین سو چادریں شامل نہیں جو الگ سے مانگی گئی ہیں۔ 12 جولائی کے اخبارات نے شہ سرخیوں سے وفاق المدارس کا بیان شائع کیا کہ لاشوں کی اجتماعی تدفین کی جا رہی ہے۔ 12 جولائی تک عبدالرشید غازی کی والدہ کی لاش

نہیں مل سکی جبکہ حکومت یہ بھی کہتی ہے خواتین اس آپریشن میں نہیں ماری گئیں۔ معلوم نہیں ان کے دیگر اعزاز واقربا جن میں غازی کا بھانجا اور شیخ الحدیث ماموں زاد بھی شامل ہے، اب تک لاشوں کے ڈھیر سے بازیاب ہوئے ہیں یا نہیں؟ اس کتاب کی اشاعت تک حکومت لال مسجد سے تباہ کن اسلحہ برآمد کر چکی ہوگی۔" 12 جولائی تک ایسا کچھ سامنے نہیں لایا گیا البتہ یہ خبر ضرور اخبارات میں چھپی کہ بیشتر لاشیں جھلس گئی ہیں جن کی شناخت بھی ممکن نہیں۔ روزنامہ جناح لاہور (12 جولائی) کی اطلاع کے مطابق عبدالرشید غازی نے آخری وقت تینوں کلموں کا وِرد کیا، سرنڈر کرنے سے انکار کیا اور انہیں 36 گولیاں مار کر "دہشت گردی" کا خاتمہ کر دیا گیا۔

یہ خونِ خاک نشیناں تھا رزقِ خاک ہوا

سپریم کورٹ کا شکریہ کہ اس نے مرحوم کی بہنوں اور بھائی کو تدفین میں شرکت کا حکم صادر کر دیا۔ 12 جولائی کے روزنامہ جناح لاہور ہی کے مطابق بلوچستان سے اسلحہ لال مسجد میں پہنچا کر طلبا کے سر پر ڈالا جائے گا اور 12 جولائی ہی کی خبر ہے فوجی ترجمان میجر جنرل وحید ارشد کا کہنا ہے کہ آپریشن کے دوران خودکش حملہ ہوا نہ کوئی غیر ملکی پکڑا گیا جبکہ امریکی تھنک ٹینک کارینگی انڈومنٹ فار انٹرنیشنل پیس کی رپورٹ ملاحظہ فرمالیں۔ "پاک فوج جنوبی ایشیا میں خراب صورتِ حال کی ذمہ دار ہے: امریکی تھنک ٹینک" روزنامہ جناح لاہور۔ (12 جولائی 2007ء) یہ ہے ہمارے ان قریباً آٹھ سو جوانوں اور افسروں کی قربانیوں کا حاصل جو دہشت گردی کے خلاف زندگی ہار گئے۔ (بحوالہ نوائے وقت لاہور 11 جولائی) حیرت ہے!

امریکنوں سے بھی خدا سمجھے ...... پاکستانی سرحدوں میں مدارس اور بے گناہ عوام کو میزائلوں اور بمباری کا نشانہ بناتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ ہماری روشن خیال اعتدال پسند حکومت اس قتل عام کا ذمہ اپنے سر لیتی ہے امریکی سارا کھیل بگاڑ دیتے ہیں یہ اعلان کرتے ہیں کہ انہوں نے پاکستانی حکومت کو اعتماد میں لینے کے بعد ان کی معاونت سے حملہ کیا تھا۔ حیرت ہے!

قارئین کرام! ابھی ایسی بہت سی حیرتیں ہماری منتظر ہیں جیسے جیسے سموک سکرین ہٹے گی سامنے کا منظر نمایاں ہوگا۔ وہ کچھ دیکھنے اور سننے کو ملے گا کہ اہل دل آنکھوں کے اندھے اور کانوں کے بہرے ہو جانے کی دُعائیں مانگیں گے...... جی ہاں......! وقت بڑا ظالم منصف ہے اور اب یہ کیس اللہ کی عدالت میں درج ہو گیا ہے۔ دیکھئے کون کون اس کی زَد میں آتا ہے؟

طارق اسماعیل ساگر

12 جولائی 2007ء لاہور

ابتدائیہ

لال مسجد کے مکینوں کے خلاف حکومتی آپریشن اپنے منطقی انجام تک پہنچ رہا ہے۔ایک عرصے سے کہا جارہا تھا کہ یہ حکومت کا تیار کردہ ڈرامہ ہے جس کا سکرپٹ لکھنے والے ہی اس بات کا فیصلہ کریں گے کہ کب اور کس مرحلے پر کون سا کردار پردہ سکرین پر نمودار ہوکر اپنا پارٹ اور کرے۔عین ان لمحات میں جب چیف جسٹس آف پاکستان کے خلاف حکومتی ریفرنس میں حکومت گھٹنے ٹیکتی دکھائی دے رہی تھی۔سیلاب کی تباہ کن صورتِ حال نے خصوصاً بلوچستان کے پہلے سے بے چین اور پریشان عوام کو رُلا کر رکھ دیا تھا، آل پارٹیز کانفرس کی لندن میں تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں اور ملک کے کونے کونے میں جنرل پرویز مشرف اور ان کی حکومت کے خلاف ریلیوں، جلسوں اور بیانات کا نہ تھمنے والا، نہ رُکنے والا سلسلہ جاری تھا۔اچانک 3 جولائی 2007ء کو حالات نے کروٹ بدلی اور لال مسجد کے سامنے موجود رینجرز اور طلباء کے درمیان ٹکراؤ شروع ہوگیا۔کیا یہ سب کچھ اچانک ہوا تھا؟ جی نہیں! گزشتہ 6 ماہ سے لال مسجد کے تنازعہ کے حوالے سے جن خدشات کا اظہار کیا جارہا تھا بالآخر 3 جولائی 2007ء کو وہ خدشات حقیقت میں بدل گئے۔حکومت اور لال مسجد کی انتظامیہ کے مابین ظاہری طور پر تنازعہ جنوری 2007ء شروع ہوا لیکن اصل گزشتہ 17 سال سے ہے۔حکومت میں شامل بعض قوتوں کو اسلام آباد جیسے علاقے میں اتنا بڑا دینی ادارہ اور ان اداروں میں قال اللہ وقال الرسول کا درس دینے والے نہ صرف ناپسند بلکہ روشن خیالی کی راہ میں رکاوٹ بھی تصور کیے جاتے تھے۔1988ء میں اسلام آباد میں دینی مراکز کے بانی اور بااثر عالم دین مولانا عبداللہ شہید جیسے صبر وتحمل والے شخص کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔بے نظیر بھٹو کے پہلے دورِ حکومت میں ان کو مسجد کی امامت وخطابت سے ہٹانے کی بھرپور کوشش کی گئی مگر شدید عوامی ردِعمل کے باعث بے نظیر بھٹو کی حکومت ایسا نہ کرسکی۔بعد ازاں 1998ء میں اسلام آباد میں مولانا عبداللہ کو شہید کر کے اس حق کی آواز کو ختم کرنے اور دینی اداروں کو من پسند انداز میں چلانے کی کوشش کی گئی اور منصوبہ سازوں نے یہ تصور کیا کہ مولانا

عبداللہ کی شہادت کے بعد اسلام آباد میں دینی قوتیں کمزور ہوں گی جس کے بعد ان دینی اداروں کا خاتمہ ممکن ہوگا مگر اس کے برعکس دینی قوتیں مضبوط ہوئیں۔

11 ستمبر 2001ء کے بعد صورتِ حال یکسر تبدیل ہوئی اور اب لال مسجد، جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کو براہِ راست نشانہ بنایا گیا۔ آئے دن ان اداروں کے علماء اور طلبہ و طالبات کے خلاف کارروائی ہوتی رہی جس کے بعد غازی برادران نے سختی سے جواب دینے کا فیصلہ کیا۔ باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ ابتداء میں ان بھائیوں کا مقصد موجودہ صورتِ حال تک معاملے کو پہنچانا نہیں بلکہ صرف اپنا دفاع کرنا تھا مگر بعض نادیدہ قوتوں نے دوسرے انداز میں اپنے 17 سالہ منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی منصوبہ بندی شروع کردی۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ بعض بااثر قوتوں نے بھی غازی برادران کو تعاون کی یقین دہانی کرادی تھی جس کے بعد 2007ء کے ابتداء میں حالات نے دوسری شکل اختیار کی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا حالات سنگینی کی طرف بڑھتے گئے اور 3 جولائی 2007ء کو تازہ حکومت اور لال مسجد کی انتظامیہ کے مابین تصادم کی شکل اختیار کرگیا۔ حکومت اس کی تمام تر ذمہ داری غازی برادران پر جبکہ غازی برادران حکومت پر ذمہ داری عائد کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ذمہ دار وہ عناصر ہیں جو گزشتہ 17 سالوں سے ان اداروں کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے جو اسلام آباد سے دینی اداروں کا خاتمہ چاہتے ہیں، حکومتیں بدلتی ہیں مگر یہ عناصر اپنے منصوبے پر عمل جاری رکھتے ہیں۔ جنوری میں حکومت اسلام آباد میں 7 مساجد کو شہید نہ کرتی اور 80 سے زائد مساجد کو شہید کرنے کا منصوبہ نہ بناتی تو شاید آج ملک اس سنگین سانحہ سے دوچار نہ ہوتا۔ عوام کو اس بات پر بھی غور کرنا ہوگا کہ وہ کون سی قوتیں تھیں جو اوپر سطح پر ہونے والے معاہدوں پر عملدرآمد کرنے سے گریز کرتی رہی ہیں؟ معاہدے کے باوجود 7 مساجد تعمیر کیوں نہیں ہوئیں؟ یہ بات بھی درست ہے کہ غازی برادران کے سخت موقف نے بھی صورتِ حال کو خراب کرنے میں کردار ادا کیا مگر اصل کردار ان لوگوں کا ہے جو گزشتہ 17 سالوں سے اسلام آباد میں مدارس اور مساجد کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ غازی برادران کا قصور ابتداء میں صرف اتنا تھا کہ مقتدر قوتوں سے دب کر بات کرنے کی بجائے جرأت سے بات کرتے تھے۔ تاہم اس دوران ان سے بعض غلطیاں بھی ہوئیں جن کی نشاندہی علماء کرام نے خود کی مگر حالات سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی ایسی نادیدہ قوت تھی جس نے غازی برادران کو اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا تھا۔ جنوری 2007ء سے آج (7 جولائی 2007ء دوپہر) تک کے واقعات کا جائزہ

لیا جائے تو ساری صورتِ حال سمجھ آتی ہے۔

اس وقت حالات حکومت کے حق میں جا رہے ہیں مگر حکومت نے طاقت کا مظاہرہ کر کے اندر موجود سینکڑوں لوگوں کو ختم کر بھی دیا تو حکومت اس واقعہ کے تباہ کن اثرات سے نہیں بچ سکے گی۔ کیونکہ جب لال مسجد اور جامعہ حفصہ سے شہید ہونے والوں کی لاشیں گلگت، بلتستان، آزاد کشمیر، صوبہ سرحد، پنجاب، سندھ، بلوچستان، قبائل اور ملک کے مختلف علاقوں میں پہنچ جائیں گی تو حالات کو کنٹرول کرنا حکومت کے لئے مشکل ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معصوم لوگوں کی جانوں کو بچایا جائے اور اس تنازع کو مذاکرات کے ذریعے حل کیا جائے۔ اس وقت کی عوامی خاموشی کو عوام کی حتمی رائے نہیں سمجھنا چاہئے اور میڈیا بھی اس تنازع کو پرامن طور پر حل کرانے کی کوشش کرے۔ طاقت کے استعمال سے اس کے منفی اثرات پورے ملک تک پھیل جانے کا خطرہ ہے۔

گزشتہ 17 سال بالخصوص 2001ء کے بعد کے تمام واقعات کی عدالتی تحقیقات کروائی جائے کیونکہ اس ضمن میں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ مولانا عبداللہ کے نہ ہونے کے باوجود ان کے خلاف سازشیں کیوں ہوتی رہی؟، 80 مساجد کو شہید کرنے کا کیا مقصد تھا؟، کیا غازی برادران نے لال مسجد میں مبینہ طور پر بڑے پیمانے پر جدید اسلحہ ایک دن میں جمع کیا؟، جب اتنا اسلحہ یہاں جمع ہو رہا تھا حکومت کہاں تھی؟، اسلام آباد جیسے حساس علاقے میں یہ اسلحہ کہاں سے آیا؟، غازی برادران کو اس شدت پر کس نے مجبور کیا؟، وہ کون سی شخصیت تھی جن کے ایک فون پر مولانا عبدالعزیز ان حالات میں منع کرنے کے باوجود باہر آئے؟، عبدالرشید غازی کی جانب سے ہتھیار پھینکنے کے اعلان کے باوجود حکومت نے معاملے کو افہام و تفہیم سے حل کرنے کی کوشش کو کیوں مسترد کیا؟، اس تصادم کے لئے چیف جسٹس کے خلاف ریفرنس کی سماعت اور لندن میں نواز شریف کی آل پارٹیز کانفرنس کے انعقاد کا وقت کیوں منتخب کیا گیا؟، آپریشن کو طول کیوں دیا گیا؟، مولانا عبدالعزیز کو ٹی وی اسٹیشن میں دوبارہ نقاب کے ذریعے انٹرویو کس کے کہنے پر لیا گیا؟ اور اسی طرح کے دیگر درجنوں سوالات ہیں۔

بعض ذرائع کا کہنا ہے کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف آپریشن کے ذریعے حکومت نے کئی سیاسی فوائد تو حاصل کر لئے ہیں مگر صورتِ حال کا اختتام صرف قوت سے ہوا تو معاملات اُلٹ بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ عوام کی ایک بڑی تعداد کا یہ خیال ہے کہ لال مسجد اور جامعہ

حفصہ کا تنازعہ حکومت کا خود پیدا کردہ ہے اور غازی برادران غیرہ دانستہ طور پر اس کا شکار ہو گئے۔ اس آپریشن کے بعد صدر جنرل پرویز مشرف کی بیرونی دُنیا میں مقبولیت اور حمایت میں اضافہ ہوا ہے مگر ملک کو خطرات میں ڈال کر اس حمایت کا کیا فائدہ؟ بعض لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ غازی برادران کو حکمرانوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونے کی سزا دی گئی اور یہ قصور اکبر بگٹی کا بھی تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ قبائلی کے حوالے سے فتویٰ دینے کی سزا دی گئی ہے۔ اس سے پہلے کہ موجودہ صورتِ حال کا تنقیدی تجزیہ کیا جائے ایک واقف حال سے 3 جولائی 2007ء کو آغاز ہونے والے اس سانحے کا پس منظر جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ روزنامہ ''اسلام'' لاہور میں شائع مضمون ''لال مسجد کے اندر کی لحہ بہ لحہ کہانی'' میں مضمون نگار لکھتے ہیں:

2 جولائی بروز پیر 2007ء بمطابق 16 جمادی الثانی 1428ھ سہ پہر 4 بجے لال مسجد کے اندر واقع دارالافتاء میں مسجد کے احباب کا اجلاس جاری تھا۔ محفل پر سکوت طاری تھا۔ علامہ عبدالرشید غازی کی آواز نے اس سکوت کو توڑا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ حکومت میں شامل بعض عناصر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں اور اطلاع ہے کہ آج رات سے لال مسجد کی ناکہ بندی کر دی جائے گی۔ علامہ عبدالرشید غازی اتنی بات کر کے خاموش ہو گئے۔ محفل پر کئی منٹ سکوت طاری رہا پھر ایک جانب سے بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ کیا یہ اطلاع پکی ہے؟ ہاں! بالکل پکی۔ علامہ غازی کے جواب پر محفل پر پھر سکوت طاری ہو گیا۔ کچھ تاخیر کے بعد بیک وقت کئی صدائیں بلند ہوئیں۔ اس متوقع اقدام کو روکا جائے۔ ہم مساجد و مدارس کی حرمت اور اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے نفاذ کی بات کرتے ہیں۔ اپنے ہی ملک کے لوگوں سے لڑائی ہمارا مقصد نہیں۔ اس قدر بات کے بعد آوازیں تھم گئیں تو علامہ غازی نے کہا ہم لڑائی کیسے روکیں؟ کس سے بات کریں؟ حکومت میں شامل ہمارے ہمدرد بے بس ہیں۔ بڑے علماء پہلے ہی ہمیں چھوڑ چکے ہیں۔ ان سے بات کا کیا فائدہ؟ اگر یہ لوگ شروع دن سے ہمارے برحق مطالبے کا ساتھ دیتے تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔ مکمل نہ سہی، ہمارا مطالبے پر کچھ نہ کچھ پیش رفت ضرور ہوتی۔ بہرحال میں تو اطاعت امیر کے سوا کچھ حق نہیں رکھتا۔ اب جیسا مولانا عبدالعزیز فرمائیں۔

محفل برخاست ہو گئی۔ چند سنئیر احباب مولانا عبدالعزیز کے پاس چلے گئے اور تمام ماجرا بیان کیا۔ مولانا نے کہا مجھے یقین ہے حکومت کے بڑے اتنے سنگدل نہیں۔ ناکہ بندی ضرور کر سکتے ہیں لیکن کوئی مارا ماری نہیں ہو گی۔ آپ لوگ اتنے فکرمند نہ ہوں۔ ہم اپنے ملک میں ہیں

اور اللہ کے دین کی سربلندی کی بات کرتے ہیں۔ ہمارا لہجہ سخت ہے اس لئے ان کی طرف سے کچھ نہ کچھ تو ضرور ہو گا لیکن مجھے سیکورٹی فورسز کے آپریشن جیسے ظالمانہ طرزِ عمل کا یقین نہیں یہ محفل بھی برخاست ہو گئی۔

نمازِ عشاء کے بعد ذکر اذکار کی محافل رات گئے تک جاری رہیں۔ مولانا عبدالعزیز اور علامہ عبدالرشید غازی اپنی رہائش گاہ سے متصل کمرے میں موجود تھے کہ علامہ غازی کا موبائل ٹیلی فون بج اُٹھا۔ السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ کے بعد علامہ غازی خاموشی سے سنتے رہے۔ پھر فون بند کر کے مولانا عبدالعزیز سے گویا ہوئے۔

رینجرز اور پولیس کی بھاری نفری اپنے اپنے مقامات سے روانہ ہو چکی ہے۔ پاک فوج کے دستوں کو بھی کل صبح طلب کر لیا گیا ہے۔ توپ خانہ بھی مسجد کے اطراف تعینات کیا جا رہا ہے۔ کچھ ہی دیر میں چاروں اطراف کی سڑکیں بند کر دی جائیں گی۔ اس اطلاع کے بعد مولانا عبدالعزیز کا چہرہ تمتما اُٹھا۔ انہوں نے تمام سینئر احباب کو جمع کرنے کی ہدایت کی گئی۔ پھر آئندہ کا لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے کمیٹی بنا دی گئی۔ فیصلہ کیا گیا کہ بلا اشتعال کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ گولی چلے گی نہ پتھراؤ کیا جائے گا۔ ہاں کسی نے مسجد یا مدرسے میں داخل ہونے کی کوشش کی تو اسے ضرور روکا جائے گا۔ ایک اور کمیٹی بنائی گئی جس میں علامہ غازی کو ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ حکومت میں موجود سنجیدہ شخصیات اور جید علماء سے رابطے کر کے انہیں صورتِ حال سے آگاہ کریں اور سیکورٹی فورسز کا محاصرہ جلد ختم کرانے کے لئے ان سے اثر و رسوخ استعمال کرنے کی درخواست کریں جبکہ ذرائع ابلاغ کو بھی فی الفور تمام صورتِ حال سے آگاہ کریں۔ علامہ غازی کو محفل سے رُخصت کر دیا گیا۔ جس کے بعد سنیئر احباب نے کسی بھی آپریشن کی صورت میں دفاعی اقدامات کا لائحہ عمل طے کیا۔ ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ محفل برخاست ہوئی اور مولانا عبدالعزیز نے مسجد اور مدرسے کے کونے کونے میں موجود طلباء و طالبات سے ملاقاتیں شروع کر دیں۔ ان سے رائے بھی طلب کی۔ سب کا مؤقف ایک ہی تھا کہ ہم اپنے مطالبے سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ فوجی ٹرکوں کی گھن گرج سنائی دینے لگی۔ پھر شور کے ساتھ آوازیں بلند ہوتی چلی گئیں۔ ایک ساتھی نے اطلاع دی کہ محاصرہ کرنے کا عمل شروع ہو گیا ہے۔ مولانا عبدالعزیز مسجد کے ہال میں چلے گئے جہاں تین ہزار سے زائد افراد موجود تھے۔ مولانا نے مختصر خطاب کیا اور سب کو تھمے بیٹھے رہنے کی ہدایت کی۔ کچھ دیر بعد اذانِ فجر شروع ہو گئی۔ نمازِ فجر کے بعد کئی لوگ مسجد

سے باہر نکلے۔ انہیں کسی نے نہیں روکا۔

مولانا عبدالعزیز کچھ دیر آرام کرنے چلے گئے۔ ساڑھے دس بجے کسی نے آ کر جگایا۔ مولانا وضو کے بعد مسجد میں چلے آئے۔ احباب منتظر تھے۔ مشاورت کا عمل شروع ہوا۔ اتنے میں علامہ غازی نے آ کر بتایا کہ میڈیا والے رات سے موجود ہیں اور اس وقت خاصی بڑی تعداد میں صحافی اور کیمرہ مین باہر موجود ہیں۔ آدھ گھنٹے کی مشاورت کے بعد فیصلہ ہوا کہ اس لمحے کمزوری نہیں دکھائی جائے گی۔ طلباء و طالبات نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ مسجد کے سامنے پرامن مظاہرے کریں گے۔ مزید آدھ گھنٹے بعد طلباء و طالبات کے دستوں نے ترتیب وار باہر نکلنا شروع کر دیا۔ تکبیر کے نعرے گونجنے لگے۔ ابھی صرف ایک ہزار کے قریب طلباء و طالبات باہر آئے تھے کہ اچانک مختلف اطراف سے پتھراؤ شروع ہو گیا۔ کئی طالبات کے سر پھٹ گئے۔ ہر طرف ہلچل مچ گئی۔ پتھراؤ میں لحہ بہ لحہ شدت آ رہی تھی۔ زمین پر گری ہوئی زخمی طالبات کو اُٹھانا ناممکن ہو گیا۔ مسجد کے اندر سے نکلنے والی طالبات اور پتھراؤ سے بچنے کے لئے واپس اندر کا رُخ کرنے والی طالبات میں عجیب اُلجھاؤ پیدا ہو گیا۔ پتھراؤ کا جواب پتھراؤ سے دینے کے سوا کوئی راستہ نہ بچا۔ دو ہزار سے زائد طلباء و طالبات سنبھل چکے تھے۔ سب غصے میں بھرے ہوئے تھے۔ اب ان کا کوئی قائدہ نہ تھا۔ ہر طالب علم اور طالبہ اپنے بچاؤ کے لئے پتھراؤ میں مشغول تھے۔ رینجرز کے اہلکاروں پر پتھر برسے تو ان کی صفوں میں بھی ہلچل مچ گئی۔ اندھادھند پتھراؤ سے صحافی بھی نہ بچ سکے۔ ڈنڈا بردار طالبات کے نعروں نے ماحول پر ہیبت طاری کر دی۔ رینجرز کے اہلکار پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ طلباء و طالبات کے جتھے مسجد کے چاروں طرف پھیل گئے۔ ان حالات میں لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے سنیئر اساتذہ نے صورتِ حال کو قابو میں کرنے کے لئے مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے ہدایات جاری کرنے کا فیصلہ کیا۔ ابھی لاؤڈ سپیکر کا بٹن آن کیا تھا کہ اچانک گولی چلنے کی گرج نے سارا ماحول بدل دیا۔ ایک کے بعد دوسری اور پھر لاتعداد رائفلیں اور پستول گرجنے لگے۔ کئی طلباء زمین پر گرے، خون زمین پر بہنے لگا۔ دونوں طرف سے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ فائرنگ کا تبادلہ کئی منٹ جاری رہا۔ لال مسجد کی انتظامیہ نے طلباء و طالبات کو واپس مسجد کے اندر لانے کا سلسلہ شروع کیا اور بہت جلد لال مسجد کے دروازے بند ہو گئے۔ اطلاع ملی کہ مزید نفری لال مسجد کے باہر پہنچ چکی ہے۔ میگا فون سے اعلان ہونے لگا کہ مسجد سے تمام لوگ باہر نکل آئیں اور خود کو سیکورٹی فورسز کے حوالے کر دیں ورنہ مسجد پر یلغار کی جائے گی۔ لال مسجد کے اردگرد کے علاقے

سیکٹر جی سکس میں کرفیو نافذ کرنے کا اعلان بھی سنائی دیا۔ وقت تیزی سے گزرتا رہا۔ اکا دکا فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ مسجد کے اندر سے بھی جواب دیا جا رہا تھا۔ مسجد کی بجلی منقطع کر دی گئی۔ طلباء کا جوش اس قدر تھا کہ کئی نے خودکش حملوں کے لئے خود کو پیش کر دیا لیکن سینئر احباب نے سمجھا بجھا کر روک دیا۔ وہ رات سب نے کانٹوں پر گزاری۔ کوئی سویا نہ کسی نے کچھ کھایا۔ اندر موجود کئی ساتھیوں کے موبائل فون بجتے رہے۔ کوئی والد سے بات کر رہا تھا تو کوئی اپنی والدہ کو دلاسہ دے رہا تھا۔ سب کے جملے یکساں تھے کہ فکر نہ کریں۔ اب مزید کچھ نہیں ہوگا۔ صبح تک حالات سدھر جائیں گے۔ صبح سویرے سیکورٹی فورسز کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ جو رضا کارانہ طور پر باہر نکل آئے گا اسے گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ طالبات کو پورے احترام کے ساتھ گھروں کو جانے کی اجازت ہوگی۔ جن طالبات کا کوئی وارث موجود نہیں انہیں عزت کے ساتھ مناسب جگہ قیام کرایا جائے گا۔ کئی علماء کے فون آئے۔ مولانا عزیز اور علامہ عبدالرشید غازی کے موبائل فون بجتے رہے۔ وہ سب کو حالات سے آگاہ کر رہے تھے۔ سب کو بتا رہے تھے کہ حالات ہم نے خراب نہیں کئے لیکن ہم اس لڑائی میں کسی بے گناہ اور اپنی جان سے زیادہ عزیز طلباء و طالبات کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ طویل مشاورت کے بعد مولانا عبدالعزیز اور ان کی اہلیہ نے علامہ غازی عبدالرشید کے مشورے پر ان تمام طلباء و طالبات کو باہر نکلنے کا فیصلہ کیا جو گھروں کو جانا چاہتے تھے یا جن کے والدین ان کے بچوں کو باہر بھیجنے پر اصرار کر رہے تھے۔ گیارہ سو سے زائد طلباء و طالبات اور بعض معلمہ و اساتذہ کو سمجھا بجھا کر گھروں کو جانے پر آمادہ کیا گیا۔ باقی نے باہر جانے سے انکار کر دیا۔ یہ لمحہ بڑا جذباتی اور رُلا دینے والا تھا۔ باہر جانے والی طالبات ایک دوسرے سے لپٹ کر رو رہی تھیں۔ کوئی دلی طور پر باہر جانے کے لئے تیار نہ تھا لیکن امیر کا حکم تھا کہ لازماً جاؤ۔ اس عمل میں دوسرا دن تمام ہوا۔ رات کی تاریکی پھیلتے ہی باہر سے گولیاں برسنے لگیں۔ مسجد اور مدرسے کے اندر موجود افراد کو یقین ہو گیا کہ اب معاملہ ٹلنے والا نہیں۔ جان کے دشمنوں نے کاری وار کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اب اِس پار یا اُس پار میں سے ایک فیصلہ کرنا ہوگا۔ شورائی کی مجلس بپا ہوئی۔ علامہ غازی کہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔ ان کی تلاش کے لئے ایک ساتھی روانہ ہوا۔ بڑی تلاش کے بعد علامہ غازی ایک گوشے میں چند احباب کے ہمراہ نظر آئے جو مسلسل موبائل فون پر کسی سے معاملات اب بھی سنبھالنے کی استدعا کر رہے تھے۔ فون بند ہوتے ہی دوسری بار گھنٹی بجنے لگی۔ اس بار میڈیا کا کوئی ساتھی محو کلام تھا۔ اس سے فارغ ہوئے تو کسی اور کا

فون آ گیا۔ مسلسل گفتگو سے علامہ عبدالرشید غازی کا چہرہ سرخ اور آواز بیٹھ چکی تھی۔ انہوں نے کچھ دیر کے لئے فون بند کر دیا اور شورائی محفل میں آ کر بیٹھ گئے۔ طویل مشاورت کے بعد متفقہ فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ حکومت کی نیت ٹھیک نہیں اس لئے خود کو حوالے کرنے کے آپشن پر آئندہ غور نہیں کیا جائے گا۔ سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے شہید ہونے والوں کی میتیں باہر بھیجنے کے لئے اعلیٰ حکام سے رابطے کے لئے علامہ غازی کو ذمہ داری سونپی گئی۔ ہتھیار بند ساتھیوں کو ایک کمانڈ کے تحت صف بندی کی گئی۔ مسجد اور مدرسے کے تمام کونوں پر مستقل پہرے کا انتظام کیا گیا۔ طلباء اور طالبات کو پانچ مختلف مقامات پر گروپوں کی صورت میں ٹھہرا دیا گیا۔ مولانا عبدالعزیز کی طبیعت کی ناسازی کے باعث انہیں آرام کا مشورہ دیا گیا۔ ایک بار پھر سب نے متفقہ طور پر مولانا عبدالعزیز کو امیر کے طور پر تصدیق کی۔ طلباء و طالبات کو دوبارہ ہدایت کی گئی کہ جو خوش دلی سے جانا چاہے ضرور چلا جائے۔ اندر نہتے افراد کی تعداد جس قدر کم ہو گی صورتِ حال اس قدر بہتر رہے گی لیکن کسی نے بھی باہر جانے کا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ بتایا گیا کہ خوراک اور پانی کی صورتِ حال تسلی بخش نہیں۔ اکثر طلباء و طالبات نے روزے رکھنے کی نیت کی اور یوں بھوکے پیاسے نہتے طلباء اپنی اپنی ذمہ داریوں میں مشغول ہو گئے۔ رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ اچانک بہت بڑا دھماکہ ہوا۔ ایک سمت سے چیخ و پکار بلند ہوئی۔ پہرے پر مامور چند ساتھی اس طرف روانہ ہوئے۔ معلوم ہوا کہ ایک مارٹر گولہ یا شاید کوئی اور بڑا گولہ فائر کیا گیا تھا جس نے عمارت کی ایک دیوار کو توڑ دیا ہے اور اندر موجود چار سو سے زائد طلباء اس کا نشانہ بن گئے۔ چھ سے زائد ساتھی موقع پر شہید اور تین درجن سے زائد شدید زخمی ہو گئے۔ زخمیوں کو فوری مرہم پٹی شروع کی گئی۔ چند شدید زخمی ٹوٹی ہوئی دیوار کے قریب پڑے تڑپ رہے تھے کہ اچانک گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی اور مزید چند ساتھی شہادت کے درجے پر فائز ہو گئے۔ ابھی اس سانحے سے پوری طرح فارغ نہ ہوئے تھے کہ دو اور دھماکے ہوئے۔ کافی دیر بعد پتہ چلا کہ جامعہ حفصہ کے عقب کی دیواریں منہدم ہو گئی ہیں۔ یہ رات بھی اکثریت نے جاگ کر اور زخمیں نے کراہتے ہوئے گزار دی۔ اذانِ فجر کے بعد رات کے تمام واقعات پر غور کیا گیا۔ نئی حکمت عملی طے کی گئی۔ اموات کا سلسلہ روکنے کے لئے رینجرز کی فائرنگ کا موثر جواب دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ دن بھر وقفے وقفے سے فائرنگ اور گولہ باری کا سلسلہ جاری رہا۔ مسجد کے اندر سے بھی موثر جواب دیا جاتا رہا۔ خوراک اور پانی کے ذخیرے کی قلت کے باعث ایک بار پھر طلباء و طالبات کو باہر جانے پر آمادہ کرنے کی مہم چلائی گئی۔ چند درجن

طلباء وطالبات کو آمادہ کر کے باہر بھیجا گیا۔ بعض نے کہا کہ اگر آج بھی مسئلہ حل نہ ہوا تو ہم کل چلے جائیں گے۔ دن تمام ہوا۔ رات کے وقت حکمت عملی کے تحت آمادہ ہونے والی طالبات کو باہر نکالنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اسی دوران مولانا عبدالعزیز کو کسی نقاب پوش ساتھی نے آ کر کان میں کچھ کہا۔ جس کے بعد انہوں نے اپنی اہلیہ اور چند سنیئر ساتھیوں سے مشاورت کی۔ بعض نے انکار اور بعض نے اقرار میں سر ہلائے۔ علامہ عبدالرشید غازی حسب سبق ٹیلی فون پر مصروف تھے۔ انہیں بھی بات بتائی گئی۔ انہوں نے منع کیا۔ اتنے میں علامہ غازی کسی اور سمت چلے گئے۔ آدھ گھنٹے بعد ایک ایسی اطلاع ملی جس نے سب کی سانسیں بند کر دیں۔ ایک لمحہ کے لئے لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں موت کی سی خاموشی چھا گئی۔ مولانا عبدالعزیز کو گرفتار کرنے کی اطلاع میڈیا پر چل رہی تھی۔ وہ ایک برقعہ میں ملبوس باہر گئے تھے کہ گرفتار ہوئے۔ علامہ عبدالرشید غازی نے تاسف سے صرف اتنا کہا مجھے معلوم تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔ جن لوگوں نے انہیں فون کیا تھا وہ ساتھ دینے والے نہیں۔ اس صورتِ حال نے سب کو مایوس کر دیا۔ علامہ غازی ایک کونے میں واقعہ اپنی والدہ کے بستر سے لگ کر بیٹھ گئے۔ کچھ ہی دیر میں سنیئر احباب وہاں پہنچ گئے۔ اب آپ ہی ہمارے امیر ہیں۔ سب نے متفقہ طور پر اپنا فیصلہ بنایا۔ علامہ نے انکار کیا۔ سب خاموش کھڑے رہے۔ کچھ دیر بعد مولانا عبدالعزیز کی اہلیہ ام احسان نے کہا اب آپ کے سوا کوئی امیر نہیں۔ سب کی زندگیوں پر اللہ کے بعد اب آپ کا اختیار ہے۔ فیصلہ کریں کیا کرنا ہے؟ ہتھیار ڈالنے میں وہی ذلت ہمارا مقصدر بنے گی جو مولانا عبدالعزیز کے ساتھ روا رکھی گئی۔ اب بات زندگی کی نہیں عزت اور دینی غیرت کی ہے۔ اگر آج ہم پھسل گئے تو شاید پاکستان میں دین کی بات کرنی بھی جرم قرار پائے گی۔ علامہ نے کچھ دیر کے لئے تنہائی کی درخواست کی۔ سب چلے گئے۔ علامہ نے نفل کی نیت کی اور ربّ کے حضور کھڑے ہو گئے۔

باہر سب منتظر تھے علامہ عبدالرشید باہر آئے اور مختصر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ سب کا فیصلہ مجھے قبول ہے۔ ربّ ہمیں کامیاب کرے۔ امارت کے ساتھ ساتھ علامہ عبدالرشید غازی اب ایک کمانڈر بھی تھے جو محاذِ جنگ پر ڈٹا ہوا تھا۔ ٹیلی فونک رابطے، موثر دفاعی حکمت عملی، زخمیوں کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ حوصلے بلند کرنے کا مرحلہ بھی درپیش تھا۔ دوسری رات بھی گزر گئی۔ فائرنگ اور گولہ باری کا سلسلہ شدت سے جاری تھا۔ مرنے والوں کی تعداد میں ہر لمحہ اضافہ ہو رہا تھا۔ کئی زخمی مناسب علاج نہ ملنے کے باعث دم توڑ رہے تھے۔ سیکورٹی فورسز کی طرف سے

متہدم دیواروں سے اندر آنے کی کوشش ناکام بنادی گئی۔ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کی دیواریں چھلنی ہوچکی تھیں۔

علامہ عبدالرشید غازی کی حکمت عملی نے حوصلے پھر سے بلند کردیئے۔ ہر فرد کو اپنی کامیابی کا یقین تھا۔ تیسری رات کی تاریکی پھیلتے ہی گھن گرج بڑھ گئی۔ گولہ باری سے مدرسہ اور مسجد کے کئی حصے تباہ ہوگئے۔ پانی تقریباً ختم ہوچکا تھا۔ پچاس سے زائد میتیں اب شدید گرمی کے باعث خراب ہونے لگی تھیں۔ بار بار رابطے کے باوجود میتیں باہر نکالنے کی اجازت نہ ملی۔ بعض ایسے ساتھی جو بار بار درخواست کے باوجود باہر جانے پر آمادہ نہ تھے انہیں نہ جانے کیا ہوا کہ وہ رات کے کسی پہر بغیر اطلاع کے دیواریں پھلانگ کر باہر چلے گئے۔ اطلاع ملی کہ انہیں گرفتار کرلیا گیا ہے۔

اندر موجود پندرہ سو سے زائد افراد کی اکثریت روزے رکھ رہی ہے۔ سحری یا افطاری کا کوئی منظم سلسلہ نہیں ہے۔ ہر فرد کو اپنی ضرورت خود پوری کررہا ہے۔ نمازیں بھی وقفے وقفے سے کئی مرحلوں میں ادا کی جارہی ہیں۔ حکومت کی طرف سے مسجد کے اوپر پرواز کرتے ہوئے ٹھہر جانے والے ہیلی کاپٹروں کو فائرنگ کا نشانہ بنانا نہایت آسان تھا لیکن کمانڈر کا حکم تھا کہ جب تک ہیلی کاپٹروں سے فائرنگ نہیں کی جاتی یا کوئی زہریلی گیس نہیں پھینکی جاتی، ان پر فائرنگ نہ کی جائے۔ صرف ہوائی فائرنگ کی جائے۔ اس دوران اندر موجود افراد کی رائے بھی بدلتی رہی۔ بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ حکومت کو پیش کش کی جائے کہ وہ تمام محصور افراد کو بلاتعرض نکل جانے کی اجازت دے۔ ایسی صورت میں ہم لوگ اپنا تمام اسلحہ اور مسجد و مدرسہ کے علاوہ چلڈرن لائبریری کا قبضہ حکومت کے حوالے کردیں گے۔ بعض احباب نے صرف شہادت کو اپنا مقصد بنایا اور حکومت سے محاصرہ ختم کرنے کے علاوہ مزید کوئی بات نہ کرنے کی رائے دی۔

ادھر پینے کے پانی کی شدید قلت نے صورتِ حال بہت بگاڑ دی۔ ساتھی کئی گھنٹے سے پیاسے تھے۔ پانی کا قطرہ تک موجود نہ تھا۔ زخمیوں کے لئے تھوڑا بہت پانی موجود تھا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اچانک بادل گرجنے لگے اور پھر موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ پیاس سے ہلکان ایک طالب علم گولیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسجد کے کھلے صحن میں چلا گیا اور پھر اپنے بدن پر پڑنے والے بارش کے قطروں کو قمیص کی مدد سے چوس کر پیاس بجھانے لگا۔

علامہ عبدالرشید غازی کی حکام سے بات چیت کی اطلاعات ملتی رہیں۔ وہ اس بات پر

آمادہ ہوگئے کہ ہتھیار ڈال دیں گے اور اس کے عوض حکومت انہیں عام ہتھیار ڈالنے والے سے ذرا مختلف انداز میں ڈیل کرے گی۔ تمام اسلحہ جمع کرا دیا جائے گا۔ مسجد اور مدرسے کے طلباء کو بھی باہر نکالا جائے گا۔ سیکورٹی فورسز سے مکمل تعاون کیا جائے۔ علامہ نے تمام ساتھیوں کو اس سے آگاہ کیا تو سب خاموش ہوگئے۔ طلباء کی اکثریت تائید بھری نظروں سے علامہ کی رائے کو درست قرار دے رہی تھی کہ اچانک ایک سنیئر کمانڈر نے اس رائے کو رد کرتے ہوئے کسی صورت ہتھیار نہ ڈالنے کا اعلان کیا۔ ام حسان نے اس رائے کی تائید کرتے ہوئے شریعت یا شہادت کا نعرہ بلند کیا۔ علامہ عبدالرشید غازی نے سمجھانے کی جتنی کوشش کی مخالف آوازیں اتنی ہی بلند ہوتی چلی گئیں۔ سنیئر کمانڈر محفل سے اُٹھ کر باہر چلا گیا۔ اس کے پیچھے کئی مسلح ساتھی بھی باہر چلے گئے۔ پھر ام حسان نے بندوق اُٹھائی اور باہر چلی گئیں۔ یہ پہلا موقع صاحب تھا جب ام حسان نے بندوق اُٹھائی۔ علامہ عبدالرشید کو رائے بدلنی پڑی۔ پرانا موقف دُہرایا جانے لگا کہ ہم ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔ ہمیں محفوظ راستہ دیا جائے۔

چوتھا دن بھی گزر گیا۔ رات کا منظر گزشتہ تین راتوں سے مختلف نہ تھا۔ فیصلہ ہوا کہ تمام میتیں امانتاً مسجد کے صحن میں دفن کر دی جائیں۔ اس حوالے سے سیکورٹی فورسز کو آگاہ کیا گیا اور ہفتہ کی صبح تدفین کا مرحلہ مکمل کیا گیا۔

مسجد اور مدرسے کے بعض حصوں میں موجود مسلح افراد کی اکثریت کو طلباء و طالبات میں سے کوئی نہیں جانتا۔ آپریشن شروع ہونے سے چند روز قبل مسجد میں آنے والے مسلح افراد کو صرف مولانا عبدالعزیز جانتے تھے۔ ان لوگوں کو ہی اصل کنٹرول حاصل ہے۔ علامہ غازی عبدالرشید کی وہ بات جو انہیں منظور نہیں اس پر عمل کرنے کی اجازت نہیں۔ ان افراد کی رائے صرف اتنی سی ہے کہ انہیں محفوظ راستہ چاہیے۔ کوئی دوسرا آپشن انہیں قبول نہیں۔ مسجد میں مقیم بعض طلباء کا موقف ہے کہ ہمیں اس موقع پر بھی صرف ایک بات کرنا چاہیے اور وہ یہ کہ حکومت ملک میں نفاذِ شریعت کا اعلان کرے۔ اگر ایسا ہو تو ہم سب کو ہتھیار ڈال دینے چاہئیں۔ آخری اطلاعات تک فیصلہ یہی تھا کہ ہتھیار ڈالنے کے بارے میں غور نہیں کیا جائے گا۔ اندر موجود افراد میں سے اب کسی کو باہر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ علامہ عبدالرشید غازی نے اپنی آخری وصیت لکھ کر میڈیا کو آگاہ کیا اور ہفتہ کی صبح نمازِ فجر کے بعد سب نے دُعا کی کہ ان کی شہادت کے جذبے کو ربّ قبول کرے۔

(روزنامہ اسلام، 8 جولائی 2007ء)

ممتاز سیاسی تجزیہ نگار تنویر قیصر شاہد نے اس صورتِ حال کا اپنے مخصوص انداز میں بڑا جامع اور بھرپور تجزیہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"کچھ عرصہ قبل ہمارے پیارے ملک کے ممتاز عالم دین اور مفسر قرآن (اور اب شیخ الاسلام) پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو ایمان افروز بشارتیں ہوا کرتی تھیں۔ وہ کسی خوبصورت اور جانفزا صبح نیند سے بیدار ہوتے تو اپنے مریدین اور چاہنے والوں کو ارشاد فرماتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج شب مجھے خصوصی بشارت عطا فرمائی ہے اور فلاں کام کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ان کے خوابوں اور بشارتوں کا سلسلہ دراز ہوا تو اسی وفود میں انہوں نے ارشاد فرمایا تھا "مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیاسی جماعت قائم کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے اور یہ بھی بشارت دی ہے کہ ہماری جماعت بھاری کامیابی سے ہمکنار ہوگی۔" اس کے ساتھ ہی جناب طاہر القادری نے "پاکستان عوامی تحریک" کی بنیاد رکھی اور دیوانہ وار انتخابات میں حصہ لیا۔ اس برس کے انتخابات میں "پاکستان عوامی تحریک" کو عبرت ناک شکست ہوئی۔ طاہر القادری صاحب کی خوابوں اور بشارتوں کا ایک طویل سلسلہ جن کا یہاں ذکر بے جا اور غیر مناسب ہوگا۔ اگر کسی نے ان سے لطف اندوز ہونا ہو تو وہ طاہر القادری صاحب کے بارے میں نوجوان دانشور جناب محمد نواز کھرل کی مرتب کردہ کتاب "متنازعہ ترین شخصیت" کا مطالعہ کرے۔ اب ایک عرصے کے بعد مذہبی حلقوں کے اندر ہی سے ایک اور صاحب اُٹھے ہیں جن کی بشارتوں کا سلسلہ سینکڑوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ان صاحب کا نام مولانا عبدالعزیز ہے جو اسلام آباد کی معروف اور اب متنازعہ بنا دی جانے والی مسجد، لال مسجد کے خطیب بھی رہے ہیں اور دیوبندی حلقے میں ایک مشہور مقام بھی رکھتے ہیں۔ 2 اور 3 جولائی 2007ء کی درمیانی رات جب پاکستان کی سیکورٹی فورسز اور رینجرز کے دستے لال مسجد کی طرف بڑھنے لگے اور گزشتہ نصف سال سے حکومت اور انتظامیہ کو چیلنج کرنے اور للکارنے والے مولانا عبدالعزیز، ان کی اہلیہ ام

حسان، مولانا عبدالرشید غازی (جو بالترتیب لال مسجد، جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کے مالک و مختار ہیں) کو خطرے کا احساس ہوا تو مولانا عبدالعزیز نے اپنے ساتھیں کا مورال بلند کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ''مجھے اور لال مسجد کے دیگر افراد کو ملک میں شریعت نافذ اور خلافت اسلامیہ قائم کرنے سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین سو بشارتیں ہوئی ہیں۔ ان خوابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا کہ استقامت کا مظاہرہ کرو اور اس (جنرل مشرف کی) حکومت کے خلاف جہاد کرو۔'' جناب مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی نے بعدازاں یہ بھی فرمایا۔ ''ہم دونوں شہید ہونا پسند کریں گے۔ ہم ملک میں شریعت نافذ کریں گے یا شہید ہو جائیں گے۔ دین کی راہ میں اپنی جان کا خون بہانا ہم اپنی سعادت سمجھیں گے۔'' مولانا عبدالعزیز جو لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے حوالے سے دُنیا بھر میں معروف ہوئے ہیں، نے اپنے خوابوں کی کتاب میں لکھا۔ ''میرا خون لال مسجد کے صحن میں بہے گا اور وہاں سے پھر اسلامی انقلاب آئے گا۔'' وہ ان خوابوں اور بشارتوں کا اندراج بقول حامد میر، مفتی تقی عثمانی صاحب کو بھی دکھایا کرتے تھے۔

لیکن جب حالات کی سنگینی سے ان کا ٹکراؤ ہوا اور ایک درجن سے زائد بے گناہ افراد ان کی ضد اور ہٹ دھرمی اور اپنے مخصوص مفادات کی بھینٹ چڑھ گئے اور لال مسجد کا محاصرہ تنگ سے تنگ ہونے لگا تو 4 جولائی 2007ء کی شام ٹی وی سکرین پر ساری دُنیا نے دیکھا کہ بشارتیں سنانے والے مولانا عبدالعزیز برقعہ پہن کر مسجد سے فرار ہوتے ہوئے گرفتار کر لئے گئے۔ وہ جو شہید ہونے کے آرزومند تھے اور دین کے راستے میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کا دعویٰ کیا کرتے تھے، موت کے بھیانک چہرے کی ایک جھلک دیکھتے ہی ''راہِ صداقت'' سے پھر گئے اور جان بچانے کی غرض سے عورتوں کا سیاہ برقعہ، جو مدرسے میں محصور بیچاری طالبات میں سے کسی طالبہ کا ہوگا، پہن کر راہِ فرار اختیار کر گئے لیکن اپنی اہلیہ ام حسان کے ساتھ دھر لئے گئے۔ ان کی بیوی صاحبہ جو جامعہ حفصہ کی پرنسپل تھیں اور جنہوں نے طالبات کے ہاتھوں میں ڈنڈے اور بندوقیں تھما کر جہاد کا اعلان کر رکھا تھا، آخر کار بچیوں کو بے سہارا چھوڑ کر اپنے نامدار شوہر کے ساتھ فرار ہوتے ہوئے حراست میں لے لی گئیں۔ 4 جولائی کو رات گئے عبدالعزیز کے بھائی اور لال مسجد کے نائب مہتمم مولانا عبدالرشید غازی نے اپنے بھائی کے برقعہ میں ملبوس فرار ہونے کے عمل کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہماری منصوبہ بندی کا حصہ تھا۔'' چند گھنٹوں کے بعد انہوں نے مزید کہا۔ ''مولانا عبدالعزیز حکومت کی اعلیٰ شخصیت سے ملنے کے لئے لال مسجد سے

نکلے تھے۔'' لیکن وہ اس بات کا جواب نہ دے سکے کہ اس ملاقات کے لئے برقعہ اوڑھنے کی کیا ضرورت تھی۔

عبدالعزیز نے جس طرح اپنے مریدین اور پیروکاروں کو تن تنہا چھوڑ کر اور خصوصاً اس صورتِ حال میں جبکہ اُن کے ساتھی تصادم میں مارے بھی جا چکے تھے جس طرح اپنی بیوی کے ساتھ فرار ہونے کوی کوشش کی، اگر ہم تھوڑا سا پیچھے مڑ کر دیکھیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ افغانستان پر امریکی حملے کے دوران جب ملا عمر کے بہت سے طالبان ساتھی ہلاک ہو رہے تھے، اچانک ملا عمر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ افغانستان سے فرار ہو گئے۔ حالانکہ وہ بھی شہادت کی آرزو کا دعویٰ کرتے رہے لیکن جب شہادت کا وقت آیا تو پہلو بچا گئے۔ اسلام آباد کی لال مسجد کے مولانا عبدالعزیز صاحب بھی ملا عمر کو اپنا آئیڈیل قرار دیتے رہے ہیں۔ بعض رازدانوں کا کہنا ہے کہ وہ حکومت پاکستان کی اجازت سے طالبان کے رہنما ملا عمر سے قندھار اور قندوز میں ملتے رہے ہیں۔ اس بات کی گواہی 3 جولائی کی شب جیوٹی وی کے پروگرام ''کیپٹل ٹاک'' میں شریک ایم ایم اے کے رُکن قومی اسمبلی مولانا شاہ عبدالعزیز نے بھی دی۔ اور لال مسجد کے مولانا عبدالعزیز اپنے جمعہ کے خطبوں میں ہمیشہ کہتے تھے۔ ''جب اللہ کے چند نہایت نیک بندے (افغانستان کے طالبان) کابل پر قبضہ کر سکتے ہیں تو ہم جو ہزاروں میں ہیں، اس ملک (پر قبضہ کر کے) میں کیوں شریعت اسلامیہ نافذ نہیں کر سکتے؟ ہم اس ملک میں رقص و موسیقی کی اجازت نہیں دیں گے۔ جنہیں ان کا شوق ہے وہ انڈیا چلے جائیں۔ ہم اب زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتے۔ ہمیں شریعت کا نفاذ چاہئے یا شہادت۔'' لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ بڑے بڑے دعوے کرنے والے حضرت مولانا عبدالعزیز مدظلہ عالی وقت آنے پر اپنے وعدوں کا پاس کر سکے نہ وفا نبھا سکے۔

اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلام آباد کی لال مسجد، جامعہ حفصہ اور مولانا عبدالعزیز و عبدالرشید غازی صاحبان کے پس منظر کا جائزہ لیا جائے۔ ملک کے دوسرے علماء کی طرح لال مسجد کے علماء کو بھی جنرل ضیاء الحق کے دور میں عظمت و شہرت ملی۔ جب اپنے تئیں جنرل ضیاء صاحب ملک میں اسلام کے نفاذ کی کوشش کر رہے تھے۔ اس وقت سوویت یونین (1979ء میں) افغانستان پر جارحیت کا ارتکاب کر چکا تھا اور امریکہ کے کہنے پر جنرل ضیاء صاحب (اپنے اقتدار کے تحفظ کی خاطر) روس کے خلاف جہاد کا آغاز کر چکے تھے۔ اس کے لئے ملک کے مولویوں کے تعاون کی ضرورت تھی جو جنرل ضیاء اور امریکہ کے مقاصد کی

تکمیل میں مفید اور معاون ثابت ہو سکتے تھے۔ اس سلسلے میں لال مسجد کے بانی، مولانا عبداللہ، جنرل ضیاء الحق کے خاصے معاون ثابت ہوئے۔ جہاد پر گہرا یقین رکھنے والے دیوبندی مکتب فکر کے عالم دین مولانا عبداللہ ہی نے 1960ء کے عشرے میں لال مسجد کی بنیاد رکھی تھی اور اس سلسلے میں انہیں حکومت پاکستان کے محکمہ اوقاف کا پورا پورا ساتھ میسر تھا۔ مولانا عبداللہ جو ایک شعلہ بیان مقرر بھی تھے، تبلیغی جماعت سے گہرا ناطہ رکھنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ اپنے اثر ورسوخ میں اضافہ کرنے میں کامیاب ہوتے گئے۔ وہ اسلام آباد کے وفاقی سیکرٹریٹ کے بعض اعلیٰ افسروں (سیکرٹری کے عہدے کے حامل) کو بھی اپنے حلقہ اثر میں لانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ مولانا عبداللہ کا تعلق روجھان جمالی سے تھا جو جنوبی پنجاب میں ہے اور جس کی سرحدیں بلوچستان سے بھی ملتی ہیں۔ آپ 1966ء میں اسلام آباد آ کر آباد ہوئے تو اس وقت مولانا عبدالعزیز، جو آج کل Eye of the storm بنے ہوئے ہیں، کی عمر چھ برس تھی۔

ابتداء میں مولانا عبداللہ کا ذریعہ معاش دوسرے بہت سے مولویوں کی طرح یہی لال مسجد کی خطابت اور اس سے متصل دینی مدرسے میں قرآنِ مجید کی تعلیم حاصل کرنے والے بچوں سے حاصل ہونے والی معمولی فیس ہی تھی۔ وہ لوگوں کے گھروں میں جا کر قرآن مجید پڑھانے کی ٹیوشن بھی دیتے تھے۔ لوگوں کے نکاح بھی پڑھاتے تھے اور مرنے والوں کی نمازِ جنازہ بھی۔ مولانا عبداللہ کی طاقت، شہرت، دولت اور اثر ورسوخ میں بے پناہ اضافہ جنرل ضیاء الحق کے دور میں ہوا۔ جنرل ضیاء الحق ہی کے دورِ حکومت نے انہیں اسلام آباد کے قلب میں نہایت قیمتی زمین کا ایک ٹکڑا الاٹ کیا جو 500 مربع گز پر محیط تھا۔ یہ پلاٹ لال مسجد سے متصل تھا اور حکومت کا مقصد یہ تھا کہ وہاں مولانا صاحب اپنی جہادی سرگرمیوں کو آزادی سے جاری رکھ سکیں۔ مولانا عبدالرشید صاحب نے اپنے مدرسے، جہاں چند بچے دینی تعلیم حاصل کر رہے تھے، کو اچانک دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ جامعہ حفصہ کہلایا جو خواتین کے لئے مختص کیا گیا اور دوسرا حصہ جامعہ فریدیہ سے موسوم کیا گیا جہاں مردوں کو دینی تعلیم دیئے جانے کا دعویٰ کیا گیا۔ ان دونوں مدرسوں پر ایک خطیر رقم خرچ ہوئی لیکن مولانا عبداللہ اپنی زندگی میں کبھی یہ جواب نہ دے سکے کہ اس کے لئے بھاری رقوم کہاں سے آئیں؟ یہ دونوں مدرسے جو ابتداء میں 500 مربع گز پر محیط تھے، آج 6500 مربع گز پر پھیل چکے ہیں۔ یہ اضافی زمین ناجائز قبضے کا شاخسانہ ہے جسے بوجوہ وفاقی حکومت اور سی ڈی اے کا ادارہ نہ روک سکا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جنرل ضیاء کے بعد محترمہ بے

نظیر بھٹو بھی اقتدار میں آئیں اور میاں نواز شریف بھی دو بار وزیر اعظم بنے لیکن دونوں میں سے کوئی حکمران بھی اربوں روپے کی قیمتی زمین پر مولانا عبداللہ اور ان کے صاحبزادگان (مولانا عبدالعزیز اور بعدالرشید غازی) کا ناجائز قبضہ نہ چھڑا سکا اور نہ ہی کسی نے اس طرف توجہ دینے کا تکلف ہی کیا۔ درمیان میں سی ڈی اے والے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کی انتظامیہ کو ہلکے پھلکے نوٹس دیتے رہے جنہیں مذکورہ مولانا صاحبان نے پرکاہ کے برابر بھی نہ سمجھا۔ ان دونوں مدارس اور مسجد کے بارے میں مکہا جاتا ہے کہ یہاں ایک ہی وقت میں دس ہزار طلباء اور طالبات زیر تعلیم اور مقیم رہی ہیں۔ ان میں نصف سے زائد خواتین کی تعداد رہی۔

مولانا عبداللہ لال مسجد کے بانی ہمیشہ کہتے تھے کہ جنرل ضیاء الحق ہی پاکستان کا اصل اور مردِ مومن حکمران تھا۔ جنرل ضیاء کے بعد آنے والے ہر حکمران سے ان کے تعلقات کشیدہ رہے لیکن ملٹری اور سول اسٹیبلشمنٹ سے ان کے تعلقات مبینہ طور پر نہایت شاندار ہی رہے۔ مولانا عبداللہ ہمیشہ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے کہ لاتعداد عرب مجاہدین نے ان کے پاس پناہ لی اور ان کی مدد اور اعانت سے جہاد افغانستان میں شریک ہوئے۔ کشمیر اور کابل جانے والے مجاہدین کی وہ ہمیشہ سرپرستی کرتے رہے۔ انہیں اُسامہ بن لادن سے اپنی دوستی پر ہمیشہ فخر رہا اور وہ اس کا اظہار برسرِ مجلس کرتے تھے اور اسے کبھی چھپاتے بھی نہ تھے۔ ان کے سینے میں بہت سے راز تھے۔ 1979ء میں جب ایران میں انقلاب آیا اور یہ خدشہ پیدا ہونے لگا کہ اس انقلاب کی نظریاتی اثرات پاکستان اور سعودی عرب پر بھی مرتب ہوں گے تو مولانا عبداللہ ان علماء میں سے ایک تھے جنہوں نے مؤثر لوگوں کی سرپرستی اور اشیرواد سے ان اثرات کو زائل کرنے اور اس کے خلاف محاذ بنانے اور بند باندھنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ بعض لوگ (مثلاً کراچی سے شائع ہونے والا انگریزی جریدہ ''نیوز لائن'' اشاعت مئی 2007ء صفحہ 38) الزام عائد کرتے ہیں کہ جب سینوں کی دو تشدد پسند جماعتوں سپاہ صحابہ اور لشکر جھنگوی، نے جنم لیا تو مولانا عبداللہ ان کی سرپرستی کرتے تھے۔ (یہ دونوں جماعتیں، جو بعد ازاں دہشت گرد قرار دی گئیں، مسلکی اعتبار سے دیو بندی ہیں) افسوس کی بات یہ ہے کہ مولانا عبداللہ 17 اکتوبر 1999ء کو لال مسجد میں ایک پراسرار گولی سے مار ڈالے گئے۔ وہ نماز کی ادائیگی کے بعد مسجد کا صحن عبور کر رہے تھے کہ یہ سانحہ ہوگیا۔ یہ پراسرار قتل تھا جس کا سراغ آج تک نہیں لگایا جاسکا۔ بعض اطراف سے اسے بہیمانہ قتل کو فرقہ ورانہ تصادم کے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کی گئی لیکن اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اصل قاتل کون تھا۔

مولانا عبداللہ کے قتل کے بعد لال مسجد، جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کا انتظام وانصرام ان کے دونوں بیٹوں عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید کے ہاتھ میں آ گیا۔ مولانا عبدالعزیز نے مذہبی تعلیم (درسِ نظامی) اپنے والد سے بھی حاصل کی اور کراچی سے بھی۔ کراچی میں ان کے اساتذہ میں سے ایک مفتی نظام الدین شامزئی تھے اور دوسرے مفتی تقی عثمانی صاحب۔ دونوں علماء کا تعلق دیوبندی مکتب فکر سے ہے۔ مفتی شامزئی صاحب کو چند برس قبل جب پراسرار لوگوں نے ہلاک کر دیا تھا تو کراچی میں بہت دنگا فساد ہوا تھا اور بہت سا خون رزق زمین بنا تھا۔ اہل تشیع کی مساجد اور امام بارگاہوں پر خودکش حملے ہوئے تھے اور درجنوں انسانی جانیں تلف ہو گئی تھیں۔ اسلام آباد میں جب لال مسجد اور حکومت کے درمیان گزشتہ دنوں تصادم کی فضا پیدا ہوئی تو اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے کراچی سے جناب مفتی تقی عثمانی صاحب اسلام آباد تشریف لائے اور اپنے شاگرد مولانا عبدالعزیز سے ملے لیکن افسوس کی بات ہے کہ مولانا عبدالعزیز نے اپنے اُستادِ گرامی کی بات بھی ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ مولانا عبدالعزیز نے اگر درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کر رکھی ہے تو ان کے برادر خورد مولانا عبدالرشید غازی نے قائداعظم یونیورسٹی سے پوسٹ گریجویشن کی تعلیم حاصل کی۔ عبدالعزیز اگر Blunt کہے جاتے ہیں تو عبدالرشید کو Soft spoken اور diplomatic spokes person کہا جاتا ہے۔ مولانا عبدالعزیز اعتراض کر چکے ہیں کہ انہوں نے جہاد کی فوجی تربیت افغانستان سے حاصل کی تھی۔ عبدالعزیز کھلے بندوں اُسامہ بن لادن اور ان کے ساتھیوں سے اپنے تعلقات اور دوستی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ وہ حکومت پاکستان کے ملازم بھی رہے ہیں اور سرکار کے تنخواہ یافتہ علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کے ''خطرناک'' خطبات، جمعہ کی نماز سے قبل، کو سننے والوں میں وفاقی حکومت کے اعلیٰ افسران اور حساس اداروں کے سینئر آفیسرز شامل رہے ہیں لیکن کسی نے بوجوہ ان پر کبھی اُنگلی نہ اُٹھائی۔

5 جولائی 2007ء کو جبکہ ملک بھر کے اخبارات نے شہ سرخیوں کے ساتھ قارئین کو بتایا کہ مولانا عبدالعزیز برقعے میں ملبوس لال مسجد سے فرار ہوتے ہوئے گرفتار کر لئے گئے۔ ان کے جانشین بھائی مولانا عبدالرشید غازی اور ان کے والد کے بارے میں چند دلچسپ انکشافات ہوئے۔ بی بی سی نے ان کے خاندانی پس منظر اور عبدالرشید غازی صاحب اور عبدالعزیز کے رُجحانات کے بارے میں انکشاف کرتے ہوئے بتایا: ''لال مسجد کے بانی مولانا عبداللہ (مرحوم) جنوبی پنجاب کے ضلع راجن پور کے گاؤں پر روجھان میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد

مولانا عبداللہ کراچی کی مختلف مساجد میں امامت کراتے رہے۔ جب دارالحکومت کراچی سے اسلام آباد منتقل ہوا تو یہاں کی پہلی مرکزی جامعہ مسجد کے لئے صدر ایوب خان نے اس وقت کے مولانا محمد یوسف کی سفارش پر مولانا عبداللہ کو جی سکس فور میں بننے والی اس جامعہ مسجد (لال مسجد) کا خطیب مقرر کیا۔ مولانا عبداللہ نے اپنے مداحوں کا ایک حلقہ بنالیا جن میں افسر شاہی کے ارکان بھی تھے اور سیاست دان بھی۔ سیاسی اُفق پر مولانا عبداللہ اور ان کی لال مسجد تحریک ختم نبوت کے وقت نمودار ہوئے جب یہ مسجد اسلام آباد میں ہونے والی ختم نبوت تحریک کے جلسوں اور جلوسوں کا مرکز بن گئی۔ تحریک کے روح رواں مفتی محمود مولانا عبداللہ کے استاد تھے۔ اس تحریک کے دوران یہ تعلق سیاسی نوعیت اختیار کر گیا اور آنے والے دنوں میں وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف سیاسی تحریک میں بھی لال مسجد نے اہم کردار ادا کیا۔ بی بی سی نے بتایا کہ 1977ء کو ضیاء الحق اپنے اسلامی لبادے کے ساتھ برسر اقتدار آئے تو دیگر بہت سوں کی طرح مولانا عبداللہ کی بھی ان سے خاصی قربت رہی۔ وہ مرتے دم تک رویت ہلال کمیٹی کے سربراہ رہے۔ مولانا عبداللہ نے 80 کی دہائی میں باقاعدہ ایک تحریک کے ذریعے اسلام آباد میں نئی مساجد اور مدارس کی تعمیر کا سلسلہ شروع کیا۔ اس دوران بیسیوں مساجد کی بنیاد رکھی گئی لیکن بعض مبصرین کے نزدیک ان میں سے بیشتر سرکاری زمینوں پر غیر قانونی قبضے کر کے تعمیر کی گئیں۔ انہوں نے جامعہ فریدیہ کے نام سے بچوں اور جامعہ حفصہ کے نام سے بچیوں کے مدارس بھی تعمیر کئے۔ جب وہ اسلام آباد میں ایک نامعلوم گولی کا نشانہ بنے تو ان کے ورثاء میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ وصیت کے مطابق ان کے بڑے بیٹے مولانا عبدالعزیز کو ان کا جانشین اور لال مسجد کا خطیب مقرر کیا گیا۔ اس طرح والد کی وفات کے بعد مولانا عبدالعزیز خطیب لال مسجد اور جامعہ فریدیہ اور ان کی زوجہ جامعہ حفصہ کی مہتمم قرار پائیں۔ مولانا عبدالعزیز ایک فرمانبردار کے طور پر ایک غیر متنازعہ فرد سمجھے جاتے تھے لیکن ان کے چھوٹے بھائی جن کا نام ان کے دادا کی مناسبت سے عبدالرشید غازی رکھا گیا تھا، ذرا مختلف طور طریقوں سے سامنے آئے۔ سب سے پہلے تو عبدالرشید نے کسی قسم کی دینی تعلیم حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔ والد کے دباؤ پر فیصل مسجد سے ملحق مدرسے میں داخلہ تو لے لیا لیکن تعلیم اُدھوری چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ حافظ عبدالرشید غازی نے داڑھی نہ رکھنے کا فیصلہ کیا اور مسجد و مدرسے کو خیر باد کہہ کر قائداعظم یونیورسٹی میں انٹرنیشنل ریلیشنز میں ایم اے کرنے کے لئے داخلہ لے لیا۔ وہ پینٹ شرٹ پہنتے اور مخلوط محفلوں میں شرکت کرتے۔ اس دوران رواج کے

برعکس حافظ کا لفظ اپنے نام کے ساتھ لگانے سے احتراز کرتے رہے۔ والد ان کی غیر شرعی طور پر زندگی سے اتنے نالاں ہوئے کہ وصیت نامے میں اپنے مدارس اور مساجد پر مبنی جائیداد کا بلا شرکت غیرے مالک اپنے بڑے بیٹے کو بنا ڈالا۔ عبدالرشید غازی کچھ اور ہی چاہتے تھے، امتیازی نمبروں سے ایم اے کی ڈگری لینے کے بعد انہوں نے سرکاری ملازمت کی ٹھانی اور 1979ء میں وزارتِ تعلیم میں سترہ گریڈ کے افسر لگ گئے۔ یہاں سے ڈیپوٹیشن پر اقوامِ متحدہ کے ادارے یونیسکو کے اسلام آباد دفتر میں چلے گئے جہاں کئی سال خدمات انجام دیں۔ ان کی شادی بھی مری کے اِک متمول اور نسبتاً آزاد خیال گھرانے میں ہوئی۔ ان کی زوجہ آج بھی اسلام آباد کی سڑکوں پر اپنے سسرالی روایات کے خلاف گاڑی ڈرائیو کرتی نظر آتی ہیں۔ والد کے قتل نے عبدالرشید غازی کو بدل کر رکھ دیا۔ رفتہ رفتہ انہوں نے مسجد اور مدرسے کے معاملات میں دلچسپی لینا شروع کی اور چہرے پر داڑھی نمودار ہونا شروع ہوگئی۔ سرکاری ملازمت بہر حال چلتی رہی۔ بڑے بھائی نے ان کی بدلتی سوچ کی حوصلہ افزائی کی اور مدرسے اور مسجد میں اپنا نائب اور جانشین مقرر کر دیا۔ حکومت کے ساتھ ان کے معاملات میں اصل خرابی اس وقت آئی جب 2004ء میں قبائلی علاقوں میں آپریشن ہوا اور دیگر مذہبی عناصر کی طرح عبدالرشید غازی نے بھی ڈٹ کر اس کی مخالفت کی اور اس کے لئے لال مسجد کا پلیٹ فارم استعمال کیا۔ پارلیمنٹ ہاؤس اور جی ایچ کیو کی شمولیت نے معاملے کو سنگین بنا دیا۔ غازی صاحب زیرِ زمین چلے گئے اور حکومت نے ان کی ''بارود سے بھری گاڑی'' میڈیا والوں کے سامنے پیش کر دی اس کے بعد درونِ پردہ کیا ہوا، معلوم نہیں؟ لیکن ایک روز مذہبی اُمور کے وزیر اعجاز الحق نے اعلان کیا کہ موصوف اس سازش میں ملوث نہیں ہیں اور دیگر ملزمان کے خلاف چالان عدالت میں پیش کر دیا گیا۔ مولانا کو عسکری تربیت کے عملی مظاہرہ کا موقع اسلام آباد میں اس وقت ملا جب ان پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ کلاشنکوف سے ہونے والی فائرنگ سے حملہ آور بھاگ جانے پر مجبور ہوئے۔ مولانا کا یہ خاصا ہے کہ وہ ہر وقت مسلح رہتے ہیں۔ ایک کلاشنکوف ان کی گاڑی میں، دفتر کی میز کے ساتھ اور سونے کے کمرے میں ہر وقت موجود ہوتی ہے۔''

اسلام آباد پاکستان کا دارالحکومت ہے جس کے بارے میں ہمیشہ یہ کہا جاتا رہا ہے کہ اپنے مجموعی مزاج کے اعتبار سے یہ ایک سیکولر شہر ہے۔ خاموشی اور امن اس کا سب سے بڑا وصف گردانا جاتا رہا ہے لیکن گزشتہ چار ماہ سے (خصوصاً جب سے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کو غیر فعال بنانے کے بعد عدالتی بحران کا آغاز ہوا ہے) اس شہرِ بے مثال کا امن بھی لٹ گیا ہے، سکون

بھی غارت ہو گیا اور اس کا سیکولر چہرہ بھی مسخ کر دیا گیا ہے۔ اس شہر میں ایک ایسے قضیے اور تصادم کی بنیاد رکھی گئی جس کی بازگشت ساری دُنیا میں سنائی دی گئی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ طالبانائزیشن کا وہ عمل جو 1995ء کے وسط میں افغانستان سے شروع ہوا تھا، اب اس کے گہرے سائے اسلام آباد پر بھی چھانے لگے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا رہا کہ جن لوگوں اور قوتوں نے 1990ء کے عشرے کے وسط سے لے کر 2001ء تک افغانستان میں طالبان کو برسراقتدار لانے، جہاد افغانستان کو فروغ دینے اور پھر ملا عمر کی حکومت کو مستحکم کرنے میں اندھا دُھند کردار ادا کیا، آج اسلام آباد میں انہی قوتوں کو یہ دن بھی دیکھنے پڑے ہیں۔ ایک دوسرا نقطہ نظر یہ بھی سامنے آیا ہے کہ یہ سارا ''کھڑاک'' انٹیلی جنس ایجنسیوں کا تخلیق کردہ ہے۔

اس قضیے کا آغاز ایک دینی مدرسے اور مسجد (جامعہ حفصہ) کے مسمار کرنے سے ہوا۔ اسلام آباد کے حکام کا کہنا تھا کہ جامعہ حفصہ غیر قانونی طور پر (زبردستی کر کے) تعمیر کی گئی تھی۔ سی ڈی اے کے حکام نے گزشتہ سے پیوستہ برس اسلام آباد میں بروئے کار دینی مدرسوں اور مساجد کے بارے میں اس وقت 127 دینی مدارس بروئے کار ہیں۔ ان میں 77 رجسٹرڈ تھے اور 31 غیر رجسٹرڈ۔ بقیہ 69 کے بارے میں کہا گیا تھا کہ وہ Unauthorised کام کر رہے تھے۔ سی ڈی اے کی تیار کردہ اس رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ اسلام آباد میں 84 مسجدیں ایسی ہیں جو غیر قانونی طور پر سرکاری زمین پر قبضہ کر کے تعمیر کی گئی ہیں۔ سی ڈی اے کے حکام کی طرف سے ان مساجد کے منتظمین اور مہتمم کرام کے نام نوٹس جاری کیے گئے جن میں کہا گیا تھا کہ ان مساجد اور ان سے متصل مدارس کو مسمار کر دیا جائے گا۔ ان مساجد و مدارس میں جامعہ حفصہ بھی شامل تھی جہاں ایک اندازے کے مطابق ساڑھے چھ ہزار طالبات زیر تعلیم ہیں۔ جامعہ حفصہ دراصل ان علمائے کرام (جو مسلکاً دیو بندی ہیں) کے زیر انتظام کام کر رہی ہے جو اسلام آباد کی مشہور مسجد (لال مسجد) کے مہتمم و منتظم ہیں۔ انہی لوگوں کے زیر انتظام جامعہ فریدیہ بھی کام کر رہی ہے۔ گویا لال مسجد، جامعہ فریدیہ اور جامعہ حفصہ ایک ہی ہاتھ میں ہیں۔ پہلے ان کے سرپرست مولانا عبداللہ مرحوم ہوا کرتے تھے (جو چند برس قبل پراسرار گولی لگنے سے جاں بحق ہو گئے تھے) اب ان تینوں مساجد و مدارس کے منتظمین ان کے دونوں بیٹے مولانا غازی عبدالرشید اور مولانا عبدالعزیز ہیں۔

جامعہ حفصہ کو مسمار کرنے کی کوشش کی گئیں تو مذکورہ بالا دونوں علمائے کرام بپھر گئے۔ (وفاقی وزیر تعلیم اشرف قاضی صاحب کا بھی بیان ریکارڈ پر ہے جس میں انہوں نے کہا کہ جامعہ

حفصہ غیر قانونی طور پر تعمیر کی گئی ہے) یہیں سے لڑائی اور تصادم کا آغاز ہوتا ہے۔ اسلام آباد کے حکام نے جامعہ حفصہ کو زمین بوس کرنے کی کوشش کی تو مذکورہ جامعہ کی طالبات نے ساتھ ہی واقع چلڈرن لائبریری پر قبضہ کرلیا۔ اندازہ تھا کہ یہ قضیہ یہیں حل کرلیا جائے گا لیکن ایسا بوجوہ نہ ہوسکا اس کا دائرہ پھیلتا چلا گیا۔ بعض اطراف سے یہ بھی کہا کہ حکومت دانستہ اس قضیے کو طول دینے کے ساتھ ساتھ ہوا دے رہی تھی۔ اسی اثناء میں عدالتی بحران کا آغاز ہوگیا جس نے حکومت کی چولیں ہلا دیں۔ حکومت مخالف سیاسی پارٹیوں کا کہنا کہ حکومت جان بوجھ کر اسے بڑھا چڑھا کر پیش کرتی رہی تا کہ عوام الناس کی توجہ عدالتی بحران کی سنگینی سے ہٹائی جاسکے۔

جامعہ حفصہ کے اس بحران کو پاکستان کا میڈیا مختلف زاویوں سے دیکھتا رہا۔ یہ ''زاویے'' اردو اور انگریزی اخبارات و جرائد میں متضاد نظر آتے ہیں۔ اردو اخبارات کی رپورٹنگ اور کالموں میں ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ان کا جھکاؤ جامعہ حفصہ کے مکینوں کی جانب ہے جبکہ انگریزی اخبارات و جرائد اس کے برعکس نقطہ نظر کے حامل نظر آتے ہیں۔ انگریزی میڈیا معروضی انداز میں رپورٹنگ اور تجزیہ کرتا ہوا نظر آتا ہے اور ان کے کالم نگاروں کا خیال بھی یہی ہے کہ اس قضیے کے پھیلاؤ سے پاکستان کا نام اقوام عالم میں نیک نام نہ ہوگا۔ کراچی سے شائع ہونے والے انگریزی ماہنامہ جریدے ''ہیرالڈ'' (اشاعت اپریل 2007ء صفحہ 66) نے اس بحران اور تصادم کو Islam-Abad under seige by "moral" policewomen کے زیر عنوان عمر فاروق کا جو آرٹیکل شائع کیا، اس کا مرکزی خیال یہ ہے کہ ایک مسلک کے لوگ خواتین کو آگے لا کر اپنا نقطہ نظر باقی لوگوں پر ٹھونسنا چاہتے ہیں۔ کراچی ہی سے شائع ہونے والے ماہنامہ انگریزی جریدے ''نیوز لائن'' (اشاعت اپریل 2007ء صفحہ 55) نے معروف صحافی مسعود انصاری کا آرٹیکل Veiled Threats کے زیر عنوان شائع کیا۔ اس مضمون کا مرکزی خیال یہ تھا کہ جہاد افغانستان میں پاکستان نے جو بے محابہ اور اندھا دھند کردار ادا کیا، اس کے نتائج اس شکل میں نکلنے والے تھے جواب اسلام آباد میں لال مسجد اور جامعہ حفصہ کی شکل میں سامنے آئے ہیں۔ اس کی ذمہ دار فوجی جنتا، پاکستان کی انٹیلی جنس ایجنسیاں اور گزشتہ 20 برس میں ایوان اقتدار میں آنے والی مختلف حکومتیں ہیں۔ انگریزی معاصر ''ڈان'' کے ہفتہ وار جریدے The Review (اشاعت 12 تا 18 اپریل 2007ء صفحہ 14-15) نے ان قضیے کو The rage of moral brigade کے زیر عنوان ضوفین ابراہیم کا آرٹیکل شائع کیا۔ ضوفین ابراہیم کا بھی یہی خیال رہا کہ

جامعہ حفصہ کے منتظمین ملک میں فتنہ و فساد پھیلانے کا موجب بن رہے ہیں۔ ان سب جرائد نے جامعہ حفصہ کی برقع پوش ڈنڈا بردار خواتین کی فوٹو شائع کیں۔

جامعہ حفصہ کے اس سنگین بحران کے حوالے سے لاہور سے شائع ہونے والے انگریزی ہفت روزہ جریدے ''فرائیڈے ٹائمز'' (9 تا 15 فروری 2007ء) نے ایک اداریہ قلم بند کیا تھا۔ اس کا عنوان تھا Islamic extremism, law and nation-state اداریہ نگار نے اس بحران کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا:

''اسلام آباد کی کیپٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی پر حال ہی میں خوب غفلت سے جاگ کر اس امر کا انکشاف ہوا ہے کہ کم وبیش 80 مساجد کو قبضہ شدہ زمینوں پر تعمیر کیا گیا ہے یا پھر سی ڈی اے کی اجازت کے بغیر تعمیر کا عمل تکمیل تک پہنچا ہے سو یوں یہ معاملہ ''غیر قانونی'' قرار پا گیا ہے۔ نتیجے کے طور پر جب سی ڈی اے کی طرف سے یہ تعمیرات ہٹانے کے نوٹس نظر انداز کر دیئے گئے تو سی ڈی اے نے آگے بڑھ کر کارروائی کرتے ہوئے کچھ تجاوزات ہٹا دیں اور اس معاملے کو زمین و جائیداد کے قوانین کے عین مطابق قرار دیا گیا۔ لیکن جناب اس معاملے میں ہاتھ ڈال کر گویا بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا گیا کیونکہ اس سے اسلامی انتہا پسندی کے شعلوں کو گویا بھڑک اُٹھنے کا اشارہ ہی تو چاہیئے تھا۔ لال مسجد کے ملا اور اس سے متصل واقع مدرسے جامعہ حفصہ کی طالبات بھی اس احتجاج کی روح رواں کے طور پر منظر عام پر آئی ہیں۔ یہ مسجد و مدرسہ دو بھائی چلا رہے ہیں جو باقاعدگی سے صدر جنرل پرویز مشرف کے خلاف محاذ کھولے ہوئے ہیں اور انہیں ''امریکہ کا ایجنٹ'' قرار دے کر عوام الناس میں زہر گھولتے رہتے ہیں۔ اسلام آباد میں ایک مسجد مسمار کرنے کے خلاف بائیس جنوری کو مسجد کے ملاؤں نے مدرسے کی ڈنڈا بردار طالبات کا ایک احتجاجی مظاہرہ منعقد کرایا جس کے تحت قریبی واقع بچوں کی ایک لائبریری کا ''گھیراؤ'' کیا گیا اور بعد ازاں اس پر قبضہ بھی کر لیا گیا۔ اس موقع پر جب حکام نے لائبریری کو اپنے قبضے میں لینے کی کوشش کی تو مسجد کے شعلہ فشاں خطیب نے کھلے عام ریاست کو خودکش بمباروں کے حملوں کی دھمکی دے دی۔ اگر ریاستی انتظامیہ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتی ہے تو اس سے صورتِ حال مزید بگڑنے کا احتمال اپنی جگہ موجود ہے۔ لیکن یہ جو بھی معاملات و واقعات ہو رہے ہیں اس نے قانون، ریاست اور مذہب سے متعلق کافی سے زیادہ سوالات اُٹھا دیئے ہیں۔ یہ واقعات اس امر کی جانب بھی اشارہ کناں ہیں کہ انتہا پسند ملا ''قومی ریاست کی عملداری'' کے تصور کو تسلیم ہی نہیں

کرتے۔اور وہ ریاستی قوانین جو پارلیمنٹ اور آئین کے تحت وجود میں آئے ہیں اور ان کے خیال میں اسلامی قانون اور طریق زندگی سے متصادم ہیں، انہیں بھی وہ ماننے سے انکاری ہیں۔ یقیناً ان کی تعریف وتصورات اور منطق کی رو سے نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دُنیا اللہ کی ملکیت ہے اور انہیں (ملاؤں) یہ حق حاصل ہے کہ جہاں ان کا جی چاہے مساجد تعمیر کرتے پھریں اور جائیداد اور زمین کی ملکیت سے متعلق قوانین کو درخوراعتنا ہی نہ گردانیں۔ یقیناً اس قسم کی سوچ کے نتیجے میں طاقت کے استعمال کی بھی نوبت آجاتی ہے کیونکہ قانون وحقوق سے ماورا اپروچ کی وُسعت کی حد تو کافی سے زیادہ ہے۔اس اپروچ یا سوچ کے نتیجے میں جدید آئینی قوانین کے تصورات کو تو کسی خاطر میں ہی نہیں لایا جاتا اور نہ ہی اس کی عملداری کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ حقیقت میں خودکش حملوں کا ہتھیار ایک دھمکی یا سزا کے طور پر اس پورے نظام کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے جس پر جدید ریاست کی بنیاد استوار ہے۔''

''اس صورتِ حال میں مذہبی انتہا پسندوں کی جانب سے احتجاج کا ایک اور معمہ بھی سامنے آتا ہے۔جس میں وہ ریاست پر اپنے ''جمہوری'' اور انسانی'' حقوق غصب کرنے کا الزام لگاتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو'' عوامی جمہوریت'' کے مقابل'' خدائی جمہوریت'' (اسلامی ریاست) کے دعویدار ہیں اور عوامی جمہوریت کے تصور کی دھجیاں اُڑاتے نظر آتے ہیں لیکن ضرورت پڑنے پر اپنے دفاع بچاؤ اور بقاء کے لئے اسی عوامی جمہوریت کے عناصر پر تکیہ کرتے ہیں (مثلاً قانون کی حکمرانی، قانونی طریقہ کار، قانونی احتساب آزادی وغیرہ)۔قصہ مختصر انتہا پسند ملا لبرل ڈیموکریسی کی فراہم کردہ آزادیں کا استعمال کر کے اسے نیست ونابود کرنے اور مذہب کے نام پر اپنی ڈکٹیٹرشپ قائم کرنے کے لئے اچھی طرح تیاری کئے بیٹھے نظر آتے ہیں۔ پاکستان میں ایک اچھی خاصی پیچیدہ قسم کی پیش رفت وقوع پذیر ہو رہی ہے جس میں القاعدہ، طالبان، جہادی اور سنی فرقہ وارانہ عناصر گویا اسی جلتی سلگتی شعلہ فشاں بھٹی میں یکجان ہو رہے ہیں۔قومی ریاست کے تصورات اور مفادات کو عالمی جہاد اور اسلام کی عظیم تر کامیابی اور فلاح کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا گیا ہے۔اسی لئے جنرل مشرف کو ''دُشمن'' قرار دے دیا گیا ہے کیونکہ وہ جہاد پر بند باندھ کر رکھنے کے خواہاں ہیں۔ (خصوصاً غیرملکی کافروں کے لاف اور عام طور پر بھارتی اور امریکی کافروں کے خلاف) جبکہ مشرف کے خیال میں یہ تصورات قومی مفادات اور پاکستانی ریاست کے لئے تباہ کن ہیں۔ یقیناً جہاد کا فلسفہ اپنی نوعیت میں اس امر کا طالب ہے کہ اسے شروع کرنے کے لئے

ریاست کی اجازت ضروری ہے اور ریاست اپنے قومی مفاد کو دیکھتے ہوئے اس کا اعلان کرتی ہے لیکن نجی شعبے نے اس معاملے کو اس بہانے کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے کہ جب ریاست غیر اسلامی ہو تو جہاد کا اعلان دیگر عناصر بھی کر سکتے ہیں اور جہاد کا مقصد ہی اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور عالمی سطح پر احیاء قرار پا گیا ہے سو جہاد کے حوالے سے کئے گئے اس اجتہادی مظاہر کی جھلکیاں ہمیں اسامہ بن لادن سے لے کر "پاک سرزمین" کے اعلیٰ درجے کے خطیبوں تک کے فتوؤں میں دیکھنے کو مل رہی ہیں۔ حالیہ خودکش حملوں کے حوالے سے بھی اسی جدت فکر کو اپنایا گیا ہے۔ یہ قطر کے معروف اسلامی عالم یوسف قرداوی تھے۔ جنہوں نے ناانصافی کے خلاف اور اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے خودکش حملوں کو جائز قرار دینے کے حوالے سے فتویٰ جاری کیا۔ اس فتویٰ کے اجرا سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ القاعدہ کے نوجوان اراکین کو اس بات کی اجازت و جرأت دے سکیں کہ وہ مغرب میں امریکی اور برطانوی اہداف کے خلاف کارروائی کر سکیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کارروائیں میں کئی مسلمان بھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ اس قسم کے تصورات کے فروغ نے پاکستان میں بھی اپنے اثرات ظاہر کئے ہیں اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے اپیلیٹ (اسلامی) بنچ کے ایک سابق جج بھی اسی طرح سے نجی ٹی وی چینلوں کے ذریعے منظر عام پر آ کر صدر مشرف کے خلاف ہرزہ سرائی میں مصروف رہتے ہیں جس طرح سے لال مسجد کے خطیب اپنے مطالبات پورے نہ ہونے کی صورت میں خودکش حملوں کی دھمکیاں دیتے نظر آتے ہیں۔ سو حرف آخر کے طور پر عرض کرتے چلیں کہ پاکستانی قوم اور ریاست کو ایک ایسے نئے اور پرخطر گروہ کا سامنا ہے جو ہے تو اقلیت میں لیکن جو لبرل ڈیموکریسی کی اقدار کا استعمال و استحصال کر کے اکثریتی جمہوریت کو اپنے قدموں تلے روندنے کی مہم پر روانہ ہو چکا ہے اس خطرے کو فوجی ذرائع سے نہیں دبایا جا سکتا۔ قوم اور ریاست کو مل جل کر غور و فکر سے اس مسئلے کا حل نکالنا ہو گا اور ایک وسیع البنیاد جمہوری اور اعتدال پسندانہ طریق سے ان عناصر کو سیاسی، قانونی اور اقتصادی معاملات میں شریک کرنا ہو گا۔ یہ جنگ صرف جنرل مشرف کی جنگ نہیں ہے بلکہ یہ ہر اس محب وطن پاکستانی کی جنگ ہے جو اپنی قوم کی حفاظت اور دفاع کے لئے آمادہ و رضامند ہے۔"

جامعہ حفصہ، جامعہ فریدیہ اور لال مسجد کا پیدا کردہ یہ بحران، جس میں مولانا عبدالعزیز اور مولانا غازی عبدالرشید مرکزی کردار ادا کرتے رہے ہیں، ختم ہونے کی بجائے رفتہ رفتہ شدت اختیار کرتا گیا۔ اس کی سنگینی اس وقت زیادہ واضح ہو کر سامنے آئی جب 27 مارچ 2007ء کو

جامعہ حفصہ کی طالبات نے اسلام آباد کے G-6 کوارٹروں میں (بغیر اجازت) گھس کر چند خواتین کو گرفتار کیا اور انہیں گھسیٹتے ہوئے جامعہ میں لے آئیں۔ ان خواتین (جن میں شمیم کا نام زیادہ اُچھالا گیا) پر الزام عائد کیا گیا کہ وہ غیر اخلاقی دھندے میں ملوث ہیں۔ بعدازاں جامعہ حفصہ میں ان سے اعتراف بھی کروایا گیا کہ وہ گناہوں کی مرتکب ہوتی رہی ہیں اور اب وہ غائب ہوگئی ہیں۔ رہائی کے بعد آنٹی شمیم نے کہا کہ یہ بیان غازی عبدالرشید نے خود تیار کیا تھا اور میں نے اپنی، اپنی بیٹی، اپنی بہو اور چھ ماہ کی نواسی کی زندگی بچانے کی خاطر اس لکھے ہوئے بیان پر دستخط کر کے صحافیوں کے سامنے پڑھ دیا۔ (اب یہ خاتون اپنا گھر بار چھوڑ کر غائب ہو چکی ہے)۔

اس واقعہ کے سامنے اسلام آباد پولیس، انتظامیہ اور حکمرانوں کو بے بس پایا گیا۔ لیکن ''آنٹی شمیم'' کے واقعہ سے بات یہیں ختم نہ ہوگئی۔ اس واقعہ سے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے منتظمین یعنی مولانا غازی عبدالرشید اور مولانا عبدالعزیز کے حوصلے بڑھے اور انہوں نے اپنا فتویٰ سنا دیا کہ اگر حکومت نے ملک میں اسلامی نظام نافذ نہ کیا تو وہ خود یہ (احسن) فریضہ انجام دیں گے۔ ان علماء کی طرف سے یہ بیان بھی سامنے آیا کہ اگر حکومت نے ان کی مسجد اور جامعہ کے خلاف کوئی کارروائی کی تو ان کے طلباء و طالبات خودکش حملے کریں گے۔ بعدازاں اگرچہ انہوں (بقول مشیر گورنر پنجاب مولانا اشرفی) نے اس بیان کی تردید کردی لیکن ملک بھر میں اس بیان کے خلاف سخت جذبات سامنے آئے۔ اس کے ساتھ ہی ان دونوں علماء کی طرف سے (لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے اندر) اپنی شرعی عدالتیں قائم کرنے کا اعلان بھی سامنے آگیا۔ ملک بھر کے اکثریتی علمائے کرام (جن میں دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث سبھی شامل ہیں) کی طرف سے مولانا عبدالعزیز اور غازی عبدالرشید کے ان فیصلوں کو ناپسند کیا گیا۔ مولانا فضل الرحمٰن (جو خود بھی دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں) اور مفتی منیب الرحمٰن (جو رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین اور بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں) نے ان اعلانات کو معاشرے میں فتنہ پھیلانے کے مترادف قرار دیا۔ دیوبندیوں اور بریلویوں کے مدارس (وفاق المدارس دینیہ، وفاق المدارس عربیہ اور اتحاد تنظیم المدارس) نے بھی ان اعلانات کے سبب لال مسجد اور جامعہ حفصہ کو اپنی فہرستوں سے خارج کردیا اور ان سے ناطہ بھی منقطع کردیا لیکن مولانا غازی عبدالرشید اپنی بات پر اڑے رہے۔ انہوں نے نہ حکومت کی بات مانی اور نہ لائبریری پر قبضہ ختم کیا اور نہ ہی چوہدری شجاعت حسین کے ان سے مذاکرات کامیاب ہوسکے۔ مولانا غازی نے 12 اپریل کو ''ڈان'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ ''ہم نے کوئی قانون نہیں

توڑا ہے اور نہ کوئی غیر قانونی اقدام کیا ہے۔ ہم ملک بھر میں شریعت کے نفاذ کی بات کر رہے ہیں۔ یہ گناہ نہیں ہے اور نہ غیر قانونی مطالبہ ہے۔ ہماری بات مان لیں، ہم سب سے صلح کر لیں گے۔''

اسلام آباد کی یہ لال مسجد (جس کا رنگ اب تبدیل ہو چکا ہے) دُنیا بھر کی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ ''نیوز لائن'' کا دعویٰ ہے کہ یہ مسجد طالبان اور ''القاعدہ'' کے وابستگان کا مرکز اور ڈیرہ رہی ہے۔ آج بھی اگر ہم اس مسجد کو باہر سے دیکھیں تو اس کی دیواروں مختلف نعروں سے مزین نظر آتی ہیں جو اس مسجد کے منتظمین، مدرسین اور طلباء کے ذہن اور سوچ کے عکاس ہیں۔ چند نعرے ملاحظہ فرمائیں۔ ''جان لٹا دیں گے، اسلامی نظام لائیں گے۔'' ''جس کی زمین اس کا نظام، اللہ کی زمین اللہ کا نظام۔''

یہ لال مسجد وہ جگہ ہے جس کے دونوں علماء بھائیوں (مولانا غازی اور مولانا عزیز) کی سرپرستی میں 2004ء کے دوران ایک خطرناک فتویٰ جاری کیا گیا۔ اس فتوے میں کہا گیا تھا کہ جنوبی وزیرستان میں پاک آرمی کا کوئی فوجی اگر قبائلیوں اور غیر ملکی مجاہدین سے لڑتا ہوا جاں بحق ہو جائے تو اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھائی جائے۔ اس فتوے، جس پر ملک بھر سے 500 (دیوبندی) علماء نے دستخط کئے تھے، کے جاری ہونے سے افواج پاکستان نے مولانا غازی عبدالرشید اور مولانا عبدالعزیز سے سخت ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔ خود مولانا عبدالرشید غازی صاحب نے ہفت روزہ ''فرائیڈے ٹائمز'' (6 تا 12 اپریل 2007ء) کو انٹرویو دیتے ہوئے ان الفاظ میں اعتراف کیا تھا۔ ''حکومت لال مسجد اور جامعہ حفصہ سے اس لئے زیادہ ناراض ہے کہ ہم نے ایک فتویٰ دیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ وانا (جنوبی وزیرستان) میں فوجی آپریشن کرنے کے دوران مرنے والے پاک آرمی کے فوجی شہید نہیں ہیں۔'' اس خطرناک فتوے، جو پاکستان ہی میں نہیں عالم اسلام میں بھی اپنی نوعیت کا پہلا فتویٰ تھا، کے اجرا کے بعد آئی ایس آئی کے سینئر افسروں نے انہیں اپنے ہاں بلایا اور اصرار کیا کہ وہ یہ فتویٰ واپس لیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ ''نیوز لائن'' کے نمائندہ خصوصی مسعود انصاری کو انٹرویو دیتے ہوئے مولانا عبدالعزیز نے اس فتوے اور اس انکار کے بارے میں کہا تھا۔ ''میں نے ان (آئی ایس آئی کے سینئر افسروں) کو بتایا تھا کہ فتوے کا اجرا اسلامی تعلیمات اور فقہ پر منحصر ہوتا ہے اور جب ایک بار یہ جاری ہو جاتا ہے تو اسے کبھی واپس نہیں لیا جا سکتا۔ اس فتوے پر ملک کے 500 علماء کے دستخط بھی تھے اور اسے کوئی بھی واپس نہیں لے سکتا تھا۔ اس واپس لینے کا مطلب یہ تھا کہ قرآن کی تعلیمات اور احکامات سے منہ موڑ لیا جائے۔'' اس فتوے

کے واپس نہ لینے سے سب سے زیادہ خوشی ازبکستان کے جنگجو اور دہشت گرد طاہر یلد یشیف کو ہوئی تھی جس نے مولانا عبدالعزیز کو مبارکباد دی تھی اور لال مسجد کو "اسلام کا قلعہ" قرار دیا تھا۔ واضح رہے کہ طاہر یلدے نے پاکستان آرمی کے درجن کے قریب جوانوں کو اس وقت شہید کر دیا تھا جب جنوبی وزیرستان میں اس کے خلاف فوجی آپریشن کیا گیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ، جن میں ایک رپورٹ کے مطابق 11 ہزار طلباء وطالبات زیر تعلیم ہیں، کے اخراجات کون پورے کرتا ہے؟ حکومت یا نجی ادارے یا کوئی پراسرار ہاتھ؟ ایک معاصر کا کہنا ہے کہ مذکورہ بالا دینی مدرسوں کا ماہانہ خرچ 78 لاکھ کے قریب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ میں زیر تعلیم طالبات فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب غیر ممالک کی دینی اداروں سے منسلک ہو جاتی ہیں تو وہ بھی اپنی تنخواہ کا نصف اپنی مادر علمی کو بھیجتی ہیں۔ اس کے علاوہ جامعہ میں پڑھنے والی بعض امیر خاندان کی طالبات کے سرپرست اور والدین بھی نام بتائے بغیر اخراجات اُٹھاتے ہیں۔ مولانا غازی کا کہنا ہے۔ "جب سے یہ بحران پیدا ہوا ہے لوگوں نے ہمیں زیادہ فنڈز دینے شروع کر دیئے ہیں۔" انہوں نے یہ بتا کر بھی حیران کر دیا۔ "ہمارے پاس فنڈز کی کمی نہیں ہے ہم نے تو لوگوں سے 2 کروڑ روپے لینے ہیں۔ یہ رقم لوگوں کو بطور قرض دی گئی ہے۔"

بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ اس مسئلے کی بنیاد برطانیہ میں 7 جولائی 2005ء کو ہونے والے دھماکوں میں مسلمانوں کو ملوث کرنے پر 11 جولائی کو اسلام آباد میں جامعہ حفصہ کی طالبات کی طرف سے کئے گئے احتجاج پر استوار ہوئی، احتجاج کے نتیجے میں پولیس نے روایتی انداز میں طالبات پر لاٹھی چارج کیا اور مدرسے میں داخل ہوگئی۔ کئی طالبات لاٹھی چارج کے نتیجے میں زخمی ہوئیں۔ پولیس نے احتجاج کرنے پر مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی کے خلاف مقدمات درج کئے جبکہ ان کا کہنا تھا کہ انہیں اس بارے میں کچھ علم نہیں اور نہ وہ اس موقع پر موجود تھے۔ بعدازاں باجوڑ میں آپریشن کے خلاف لال مسجد کے سامنے احتجاج کیا گیا۔ اس احتجاج پر بھی مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی کے خلاف دہشت گردی کے مقدمات قائم کئے گئے۔ خرابی یہیں سے پیدا ہوئی۔ اس موقع پر دونوں بھائیوں نے فیصلہ کیا کہ وہ مقدمات کا سامنا نہیں کریں گے اور نہ ہی عدالت جائیں گے۔ اس دوران دونوں بھائیوں کے خلاف 62 مقدمات قائم ہو چکے ہیں لیکن انہوں نے کسی مقدمے کی پیروی نہیں کی۔ انتظامیہ کی طرف سے ان پر پریشر بڑھانے کے لئے لال مسجد کی دیوار کی تعمیر اور جامعہ حفصہ کی تعمیر کو غیر قانونی قرار

دیتے ہوئے نوٹس دیئے گئے جسے جامع حفصہ اور لال مسجد کی انتظامیہ نے ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مدرسہ اور دیوار کی تعمیر اگر غیر قانونی ہے تو انتظامیہ نے اسے روکا کیوں نہیں؟ ان کا کہنا ہے کہ مدرسہ اور مسجد کی دیوار کی تعمیر کی باقاعدہ اجازت لی گئی تھی۔ یہ بات واقعی غور طلب ہے کہ جامعہ حفصہ کی تین منزلہ عمارت ایک رات میں زمین سے نہیں اُگ سکتی۔ جب یہ مدرسہ جسے حکومت غیر قانونی اور تجاوزات قرار دے کر گرائے جانے کے لئے نوٹس دے چکی ہے، اس وقت سی ڈی اے اور دیگر ادارے کہاں تھے؟ انہوں نے اسے تعمیر ہی کیوں ہونے دیا؟ یہ مدرسہ جنگل میں نہیں بلکہ اسلام آباد کے مصروف ترین علاقے میں ہے، ابھی یہ معاملہ چل ہی رہا تھا کہ وفاقی ترقیاتی ادارے سی ڈی اے نے اسلام آباد میں واقع ایک قدیم مسجد حمزہ کو ناجائز قرار دے کر شہید کر دیا اور ایک مرتبہ پھر سے جامعہ حفصہ کو ناجائز قرار دے کر شہید کر دیا اور ایک مرتبہ پھر سے جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کو گرانے کے نوٹس جاری کر دیئے جس پر جامعہ حفصہ کی طالبات نے ردعمل ظاہر کرتے ہوئے مدرسے کے قریب واقع چلڈرن لائبریری پر 21 جنوری 2007ء کو قبضہ کر لیا اور اسے واگزار کرنے کے لئے چند شرائط عائد کر دیں:

(1) ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔

(2) اسلام آباد میں 1992ء سے اب تک گرائی گئی 7 مساجد کو دوبارہ تعمیر کیا جائے اور آئندہ کسی بھی مسجد کو گرائے جانے کا نوٹس نہ دیا جائے۔

(3) ملک میں پھیلتی فحاشی وعریانی کو روکا جائے۔

یہ واقعہ چونکہ یکم محرم کو رونما ہوا تھا لہٰذا انتظامیہ نے فوری طور پر اس معاملے پر سخت ردعمل ظاہر نہیں کیا عاشورہ محرم کے بعد ایک مرتبہ پھر اس معاملے میں جان پڑ گئی۔ ملک کے جید علماء کرام اور کوہاٹ سے سابق رُکن اسمبلی جاوید ابراہیم پراچہ نے حکومت اور مدرسے کی انتظامیہ کے مابین ثالثی کی کوشش کی جو ناکام ہوگئی۔ بعد ازاں وفاق المدارس کے علماء نے مدرسہ حفصہ کی انتظامیہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔ ان کے ہمراہ وفاقی وزیر مذہبی اُمور اعجاز الحق بھی اس معاملے کو سلجھانے کے لئے پیش پیش رہے، حکومت نے اس معاملے کو افہام وتفہیم سے حل کرنے کے لئے مولانا سلیم اللہ خان، مولانا تقی عثمانی، مولانا حنیف جالندھری اور دیگر جید علماء کو مذاکرات کے لئے مدرسہ انتظامیہ کے پاس بھیجا اور یہ پیشکش کی کہ اگر طالبات لائبریری خالی کر دیں تو مساجد تعمیر کر دی جائیں گی لیکن حکومت کی یہ بات نہیں مانی گئی جس پر حکومت نے پہل کرتے ہوئے خیر سگالی کے طور پر مسجد حمزہ کی

دوبارہ تعمیر کے لئے سنگ بنیاد جید علماء کی موجودگی میں رکھ دیا اور 5 علماء و حکام پر مشتمل ایک کمیٹی بھی بنادی اور طے ہوا کہ اس کمیٹی سے مشاورت کے بعد کسی مسجد کو گرائے جانے کے احکامات جاری کئے جائیں گے لیکن عین اس وقت جب مسجد حمزہ کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا تھا، جامعہ حفصہ کے نائب مہتمم مولانا عبدالرشید غازی نے ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کو بلا کر ایک پریس کانفرنس میں یہ بات کہی کہ یہ علماء ہمارے نمائندے نہیں ہیں اور نہ ہی انہوں نے جامعہ حفصہ کے معاملے پر کوئی بات چیت کی ہے تاہم حکومت نے مسجد حمزہ کی تعمیر کے لئے جو قدم اُٹھایا ہے، اس کے جواب میں ہم ابتدائی مرحلے میں لائبریری کو ان بچوں کے لئے کھول رہے ہیں جن کے پاس لائبریری کے کارڈ ہیں لیکن لائبریری مکمل طور پر طالبات کے قبضے میں رہے گی۔ انہوں نے دینی جماعتوں اور وفاق المدارس کے علماء کی طرف سے لائبریری کے قبضے کو غیر قانونی اقدام قرار دیئے جانے پر دینی جماعتوں کو حکومت میں شامل ہونے اور وفاق المدارس کے علماء پر حکومتی زبان بولنے کا الزام عائد کر کے مسترد کر دیا اور کہا کہ حکومت اس معاملے کو سنجیدگی سے نہیں لے رہی اس معاملے پر کسی کو بھی درمیان میں لائے بغیر ہمارے ساتھ براہ راست مذاکرات کئے جائیں۔ ابھی یہ منظر معلوم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اسلام آباد میں آنٹی شمیم کا واقعہ پیش آ گیا۔ یہ خاتون اسلام آباد کے جی سکس سیکٹر میں رہتی تھی۔ اس پر جامعہ حفصہ اور لال مسجد کی انتظامیہ نے الزام لگایا کہ وہ قحبہ گری کے جرائم کر رہی ہے۔ جامعہ حفصہ کی طالبات نے اس گرفتار کر لیا، اور مبینہ طور پر ان پر تشدد بھی کیا۔ بعدازاں انہیں شروط طور پر رہا کر دیا لیکن اس واقعہ کی بازگشت دور تک سنائی دی گئی۔

اپریل 2007ء کے پہلے ہفتے اسلام آباد میں آنٹی شمیم اور ان کے گھر والوں کی جامعہ حفصہ اور لال مسجد کی انتظامیہ کی طرف سے گرفتاری کے بعد صدرِ مملکت جنرل مشرف نے اسلام آباد کے کنونشن سنٹر میں سیرتِ نبوی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انتہا پسندی اور انتہا پسندوں کی شدید مذمت کی۔ غازی عبدالرشید اور عبدالعزیز نے اسے ناپسند فرمایا۔ مولانا غازی نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا ''حکومت ہمارے جائز مطالبات تسلیم کرنے کے بجائے لال مسجد اور جامعہ حفصہ پر حملہ کر کے ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کا جواز تلاش کر رہی ہے۔ طالبات نے قانون ہاتھ میں نہیں لیا بلکہ قانون کی مدد کی ہے۔ اگر جامعہ حفصہ پر حملہ ہوا تو اسے پورے ملک کے مدارس پر حملہ تصور کیا جائے گا۔ ہم معاملات کو افہام و تفہیم سے حل کرنا چاہتے ہیں جبکہ حکومت آپریشن کا راستہ اختیار کر کے انتہا پسندی کا راستہ اختیار کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اگر گزشتہ چند ماہ میں

وقوع پذیر ہونے والے تمام واقعات کا جائزہ لیا جائے تو حقیقت واضح ہو سکتی ہے کہ انتہا پسند کون ہے؟ حکومت نے اسلام آباد میں 7 مساجد کو شہید کیا، جس کے ردِعمل میں ہماری طالبات نے لائبریری کو احتجاجاً زیرِ عمال بنالیا۔ حکومت نے مسجد امیر حمزہ کا صرف سنگ بنیاد رکھا، حکومت نے مساجد کو دوبارہ تعمیر کرنے کا وعدہ کیا، جس کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی، لیکن گزشتہ ڈھائی ماہ میں اس کمیٹی کے صرف 2 اجلاس ہوئے اور اب حکومت کا مؤقف یہ ہے کہ اگرچہ سی ڈی اے کی جانب سے مساجد کی شہادت کا اقدام غلط تھا لیکن مساجد کی دوبارہ تعمیر سے مغرب کو یہ تاثر دیا جائے گا کہ حکومت بنیاد پرستوں کے سامنے جھک گئی ہے جبکہ ہمارا موقف یہ ہے اللہ کے گھروں کے مقابلے میں حکومت کے لئے شرمندگی کوئی حیثیت نہیں رکھتی لیکن حکومت لائبریری کے مسئلے کو اس طرح بار بار پیش کرتی ہے کہ مساجد کی شہادت پس منظر میں چلی گئی ہے۔ حکومت اگر شہید کی گئی 7 مساجد کو تعمیر کر دیتی تو لائبریری کا مسئلہ بھی کبھی کا حل ہو جاتا۔ سیرت کانفرنس میں صدر کا لہجہ مفاہمانہ نہیں تھا۔ حکومت آنٹی شمیم کے حوالے سے غضب ناک ہے، جبکہ ہمارے پاس اس کے دھندوں کے خلاف ٹھوس ثبوت موجود ہیں۔ ہم معاملات کو افہام و تفہیم سے حل کرنا چاہتے ہیں، جبکہ حکومت آپریشن کا راستہ اختیار کر کے ملک کو سانحے سے دوچار کرنا چاہتی ہے، جس کا ازالہ نہ ہو سکے گا۔ حکومت بلا جواز ہمارے خلاف آپریشن کرنے جارہی ہے، جس کا اس کے پاس قطعاً جواز نہیں ہے۔ بدنام زمانہ خاتون آنٹی شمیم کے بارے میں اہل علاقہ بار بار پولیس کو درخواست کر کے تھک چکے تھے اور خود مجھ سے پولیس نے کہا کہ اگر آپ اہل علاقہ کو گواہی کے لئے راضی کر لیں تو اس خاتون کے خلاف ایف آئی آر کاٹی جا سکتی ہے تو سوال یہ ہے کہ جب میں نے اہل محلہ کو اس پر راضی کر لیا تو وہ کون سے نادیدہ ہاتھ تھے جنہوں نے پورے محلے کی گواہیوں کے باوجود اس خاتون کے خلاف ایف آئی آر کاٹنے سے منع کیا اور اس کے برعکس باحیا طالبات کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے اور کارروائی کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ حقیقت یہ ہے کہ طالبات نے قانون کو ہاتھ میں نہیں لیا، بلکہ بالواسطہ طور پر قانون کی بھی مدد کی ہے اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو یہ کام خود کرنا چاہئے تھا۔ حکومت اہلیان جی سکس کو ہراساں کر رہی ہے کہ وہ آنٹی شمیم کے بارے میں خاموشی اختیار کر لیں اور ذرائع ابلاغ کو کچھ نہ بتائیں۔ این جی اوز کو ڈالروں کے لئے آنٹی شمیم کے لئے آواز اُٹھانی تو یاد آ گئی، مگر ہمارے پورے محلے والوں کے کیا کوئی حقوق نہیں ہیں؟''

اُم حسان جو مولانا عبدالعزیز کی اہلیہ اور جامعہ حفصہ کی پرنسپل تھیں، نے آنٹی شمیم ان کی

بہو اور بیٹی کو گرفتار کرنے سزا دینے اور اعتراف کرانے کے حوالے سے ایک انگریزی ماہنامہ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا۔ ''اس گند کو صاف کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے لیکن حکومت اپنے فرائض انجام نہیں دے رہی ہے اور گند مجھے صاف کرنا پڑ رہا ہے۔ میں کوشش کر رہی ہوں۔ ہماری مدد اور تعریف کرنے کی بجائے ہمارے راستے میں رکاوٹیں کیوں کھڑی کی جا رہی ہیں؟ ہم نے (آنٹی شمیم کے خاندان کو بے نقاب کر کے اور سزا دے کر) دراصل ایڈز ایسا مہلک مرض پھیلانے والی فیکٹری بند کی ہے۔''

ہفت روزہ ''تکبیر'' (28 جون تا 4 جولائی 2007ء) کے نامہ نگار نے بھی لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے بارے میں دردمندی سے ان الفاظ میں خامہ فرسائی کی۔

دُکھ کی بات ہے مگر خلق خدا کی زبان پر یہ بات ہے کہ وفاقی دارالحکومت کی انتظامیہ اور ''اسلامی جمہوریہ لال مسجد'' کے مابین 5 گھنٹے کے کامیاب مذاکرات کے بعد ایک اور معاہدہ ہو گیا جس کے تحت 16 گھنٹے حبس بے جا میں رہنے کے بعد چھ چینی خواتین اور تین مردوں کو رہائی نصیب ہوئی، کامیابی کس کا مقدر بنی اور شرمندگی کس کے حصے میں آئی؟ اس کا فیصلہ قارئین خود کر سکتے ہیں، تقریباً 30 کنال پر پھیلی ہوئی لال مسجد چلڈرن لائبریری جامعہ حفصہ ایک ایسی مملکت کا روپ دھار چکی ہے، جہاں ملکی قانون کا گزر نہیں ہے، جہاں محکمہ اوقاف کے دو ملازمین کی حکمرانی رہی ہے، جو پانچ ماہ سے من مانی پر اترے ہوئے ہیں۔ ایسی من مانی جسے صرف اسلام آباد کی انتظامیہ تسلیم کرتی رہی ہے اور لال مسجد کی طرف سے ہونے والی ہر واردات کے بعد تازہ مذاکرات کا ڈول ڈالتی رہی ہے اور یرغمالی خواہ سرکاری اہلکار ہوں یا عام آدمی، اسے رہائی دلا کر کسی نئی واردات کے انتظار میں خاموش بیٹھ جاتی ہے۔

ابتدائی دو ماہ اسلام آباد میں یوں گزرے کہ ہر باسی دو باتوں سے خوفزدہ تھا ایک یہ کہ حکومت لال مسجد کے خلاف آپریشن کرے گی تو مستور چہرے اور بدن آپریشن کی نذر ہوں گے دُنیا بھر کے ٹی وی چینلز وہ ہولناک مناظر دکھائیں گے جن کے تصور سے ذہن پراگندہ اور روح مضطرب ہوگی، دوسرے ردِعمل کا ایک طوفان اُٹھے گا اب خوف کے یہ دونوں پہلو کوئی بہت زیادہ اہمیت نہیں رکھتے کہ عام آدمی (درست یا غلط) فریقین کو سکے کے دو رُخ سمجھتے تھے۔ ورنہ محکمہ اوقاف کے 17 اور 16 گریڈ کے دو ملازم ایسی قوت کیسے، کہاں اور کیونکر حاصل کر پائے کہ ایک ایسی انتظامیہ اور پولیس کو بے بس کر کے رکھ دیا، جو رحم کے نام سے واقف ہی نہیں ہے۔ ان کی نظروں میں چادر اور

چار دیواری کا تقدس پرکاہ کے برابر وقعت نہیں رکھتا اور اتنی بے رحم کہ اپنے ایک ساتھی کو بیماری کی صورت میں بھی چھٹی دینے سے انکاری ہو جاتی ہے اور اس کی موت کا سبب بنتی ہے۔

لال مسجد کی کہانی بہت پرانی ہے، یہ حسن خوبصورتی اور تقدس کی علامت کے طور پر دارالحکومت کی اولین تعمیرات میں سے ہے، اس کے اولین پیش امام مولانا عبداللہ مرحوم، ان کے صاحبزادوں عبدالعزیز اور عبدالرشید غازی اسلام آباد کی معروف دینی شخصیات میں ہوتا ہے۔ گزشتہ برس ایک واقعہ کے نتیجے میں دونوں بھائیں کا رابطہ ایک ایسے شخص سے جوڑا گیا جو قبائلی علاقے سے آیا۔ (کہا جاتا ہے کہ وہ اسلحے کا سوداگر تھا۔ جسے انہوں نے اسلام آباد میں سفر کے لئے اپنی گاڑی فراہم کی جو اپنی مشکوک سرگرمیں کے سبب گرفتار ہوا اور مقدمہ میں ان دونوں بھائیں کے نام بھی آئے مقدمہ بھی درج ہوا۔ لیکن ان پر ہاتھ ڈالنے سے گریز کیا گیا، کیوں؟ 4 جولائی 2007ء کی شام جبکہ حالات خاصے دُگرگوں ہو گئے تھے، جیوٹی وی کے پروگرام ''کیپٹل ٹاک'' میں وفاقی وزیر مذہبی اُمور جناب اعجاز الحق نے اس ''کیوں'' کا جواب دیتے ہوئے تقریباً دو سال پرانے اس واقعہ کے بارے میں انکشاف کرتے ہوئے کہا۔ ''ان دونوں بھائیوں، عبدالعزیز اور عبدالرشید غازی کو گرفتار کرلیا گیا تھا اور ان کے خلاف سخت کارروائی کرنے کا آغاز کیا گیا تھا کہ ملک بھر سے 26 علماء ان کی اعانت کو آگئے۔ ان میں تمام مسلک کے علماء شامل تھے۔ ان سب نے انہیں معاف کرنے کی سفارش کی۔ چنانچہ دونوں بھائیوں کو ایما پر ایک معافی نامہ لکھا گیا جس کی ڈرافٹنگ مفتی منیب الرحمٰن نے کی تھی۔ اس میں ان دونوں بھائیوں نے اپنے دستخطوں کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ کہ ہم آئندہ ایسا کوئی اقدام نہیں کریں گے۔ جس سے عوام الناس اور حکومت کے لئے مسائل پیدا ہوں۔ اس کے بعد انہیں سیکورٹی کے اعلیٰ حکام کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ ان کے سامنے بھی انہوں نے بار بار معافی مانگی۔ تب جا کر انہیں رہا کیا گیا تھا۔ لیکن انہوں نے بار بار وعدہ شکنی ہی نہیں کی بلکہ بدعہدی بھی کی۔ مجھے افسوس ہوتا تھا کہ ہم نے انہیں معاف کرکے بہت بڑی غلطی کی۔''

پھر فروری 2007ء میں لال مسجد سے متصل ایک چلڈرن لائبریری پر قبضہ کرلیا گیا۔ بس اس وقت سے انتظامیہ اور لال مسجد کے درمیان آنکھ مچولی ہو رہی ہے، ہر واردات کے بعد ایک نئے قضیے کی منصوبہ بندی ہوتی ہے۔ انتظامیہ، پولیس اور قومی سلامتی کے ادارے اپنے پورے نیٹ ورک کے ساتھ بے بس نظر آتے۔ کبھی دو فرلانگ کے فاصلے پر رہنے والی ایک عورت (اچھی بری کی بحث سے قطع نظر) اس کی بیٹی اٹھالی جاتی ہے، کبھی پولیس کے اہلکار یرغمال بنالئے جاتے

ہیں، پھر شرعی عدالتوں کے قیام کا نعرہ لگایا جاتا ہے، ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے بغیر چلڈرن لائبریری کا قبضہ نہ چھوڑنے کی بات کی جاتی ہے اور ہر مرتبہ انتظامیہ عاجزی کے ساتھ مذاکرات کرتی اور یرغمالیوں کی رہائی کو کامیابی سمجھ کر اگلے واقعہ کا انتظار کرتی۔

یہ 22 جون دوپہر کی بات ہے، حکمران جماعت کے وزراء فنانس بل کی منظوری پر خوشیاں منا رہے تھے، ان کے چہرے اخبار نویسوں سے یہ کہتے نظر آتے تھے آؤ ہم سے سوال کرو کہ چند اخبار نویسوں اور ارکانِ اسمبلی کی موجودگی میں ایک نامہ نگار نے وزیر مملکت برائے داخلہ ظفر وڑائچ سے سوال کیا کہ لال مسجد سے کب جان چھڑوا رہے ہیں؟ انہیں غالباً اس سوال کی توقع نہیں تھی۔ ایک لمحہ کو ان کے چہرے پر حیرت کے آثار ظاہر ہوئے، پھر سنبھل کر بولے۔ آپ کو پتا ہے کہ جامعہ حفصہ میں دسیوں خودکش حملے کے لئے تیار طلباء اور طالبات موجود ہیں، شہر میں تباہی آسکتی ہے جس سے بچنے کے لئے آپریشن سے گریز کیا جارہا ہے، اس کا کوئی حل ہے؟ آپ دیکھ رہے ہیں، جید علماء لال مسجد کے دونوں بھائیوں کے مفتی تقی عثمانی، وفاق المدارس کے بڑے ایم ایم اے کے رہنما امام کعبہ، کون ہے جو اس رویہ کو نادرست نہیں کہہ چکا اور کس کے خلاف انہوں نے زبان درازی نہیں کی؟ حکومت نے شہید ہونے والی مساجد کی ازسرنو تعمیر کا نوٹیفکیشن جاری کیا۔ مسجد حمزہ کا سنگ بنیاد خود مفتی تقی عثمانی نے رکھا۔ چوہدری شجاعت حسین نے حکومت کو اس بات پر آمادہ کیا کہ چلڈرن لائبریری کا انتظام و انصرام لال مسجد کے پاس رہے اب کوئی حل آپ کے پاس ہو تو بتائیں؟

22 جون کو رات گئے خبر کے حصول کے ہر دروازے پر دستک کے بعد نڈھال اخبار نویس یا گھر پہنچ گئے تھے یا راستے میں تھے کہ موبائل فونوں کی گھنٹی بجی، بعض کو براہِ راست اور بعض کو بالواسطہ یہ اطلاع ملی کہ لال مسجد کی طالبات اپنے ساتھی طلباء کی مدد سے 6 چینی خواتین اور 3 مردوں کو پکڑ کر مدرسہ حفصہ لے آئے ہیں۔ اس واردات میں حیرت کی کئی باتیں تھیں۔ پہلی بات تو یہی کہ لال مسجد G-6 سیکٹر میں ہے اور جس مساج سینٹر سے یہ خواتین اٹھائی گئیں وہ F-8-3 میں ہے جن کے درمیان فاصلہ کم سے کم چھ کلومیٹر کا ہے اور اسلام آباد میں سڑکوں، انڈر پاس اور اوور ہیڈ کی تعمیر کے سبب متبادل راستوں نے فاصلہ اور بھی بڑھا دیا ہے، اس سے راستے میں تین پولیس تھانے (مارگلہ، کوہسار اور آب پارہ) بھی آتے ہیں تھانہ آب پارہ لال مسجد کے قریب اور مارگلہ مساج سینٹر کے سامنے ہے، بتایا جاتا ہے کہ 10 طالبات اور 25 کے قریب طلباء مدرسہ نکلتے ہیں یہ فاصلہ طے کر کے F-8 پہنچتے ہیں۔ وہاں سے 6 عورتوں اور 3 غیر ملکی مردوں کو قابو کرتے ہیں، جو بقول عبدالرشید غازی جوڈو کی ماہر

بھی تھیں، انہیں اُٹھا کر لال مسجد لاتے ہیں، اس سارے عمل میں پولیس اور وہ سرکاری اہلکار جو 24 گھنٹے لال مسجد کی نگرانی کرتے ہیں، ان کا کیا کردار رہا ہے؟ عبدالرشید غازی کا کہنا تھا کہ ہمیں اطلاع مل رہی تھی کہ یہ مساج سینٹر مردوں اور عورتوں کی یکساں خدمت کرتا ہے اور ہم اس برائی کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم نے یہ اقدام کیا ہے، انتظامیہ کا کہنا کہ یہ سینٹر باقاعدہ اجازت کے ساتھ کام کر رہا ہے، جہاں چینی ڈاکٹر اپنے مخصوص طرزِ علاج ایکوپنکچر کے ذریعہ مریضوں کا علاج کرتے ہیں اس کی سربراہ ایک خاتون چینی ڈاکٹر ہیں اور ان کے معاون ان کے شوہر ڈاکٹر لیو ہیں جو تمام قانونی دستاویزات کے ساتھ پاکستان میں کام کر رہے ہیں، 23 جون کو قومی اسمبلی میں یہی موضوع تھا اور حزبِ اختلاف اور حزبِ اقتدار ایک نقطہ پر متفق تھی کہ یہ درست اقدام نہیں ہیں۔ بات پاکستانیوں سے بڑھ کر غیر ملکیوں تک چلی گئی ہے اور وہ بھی چین دوست اور بہی خواہ ملک کے باشندوں تک، وزیرِ مذہبی اُمور کا کہنا تھا کہ یہ مساج سینٹر ایک علاج گاہ بھی ہے جہاں بہت سے معززین علاج کرا چکے ہیں۔ قائد حزبِ اختلاف مولانا فضل الرحمٰن نے واضح اور دوٹوک انداز میں کہا کہ اس اقدام کی حمایت نہیں کی جا سکتی۔ چین کے سفیر نے کسی ردِعمل کا برملا اظہار تو نہیں کیا، البتہ وہ مولانا فضل الرحمٰن اور چوہدری شجاعت حسین سے ملے اور صورتِ حال سے انہیں آگاہ کیا۔ وزیرِ مملکت برائے داخلہ ظفر وڑائچ نے کہا کہ اگر حزبِ اختلاف ہمارا ساتھ دے تو لال مسجد کے خلاف آپریشن کیا جا سکتا ہے۔ پیپلز پارٹی کے ارکان اسمبلی نے آپریشن کی حمایت کی تاہم ایم ایم اے نے بھی واضح عندیہ دیا کہ برائی کو روکنا کسی فرد یا افراد کا کام نہیں ہے، یہ حکومت کی ذمہ داری ہے چین جیسے دوست کی ناراضگی مول لینا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے اور قوت کا یہ استعمال جائز نہیں ہے اس سارے معاملے میں ایک حیران کن بات اور ہے جو عبدالرشید غازی کہتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ مساج سینٹر میں "فحاشی" کی اطلاع بیکن ہاؤس کے طلباء نے دی تھی اور اس کارروائی میں بیکن ہاؤس کے طلباء بھی شامل تھے۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ بیکن ہاؤس جدید تعلیم کا ادارہ ہے، جہاں وزیرِ خارجہ خورشید محمود قصوری کا خاندان چلا رہا ہے۔ بہرحال چینی باشندوں کی رہائی کے بارے میں حکومت اور لال مسجد کا موقف جدا جدا رہا۔ لال مسجد والے کہتے کہ انہیں یقین دلایا گیا کہ جہاں جہاں مساج سینٹر کے نام پر غلط کام ہو رہے ہیں، وہ بند کرنے کی شرط پر رہائی ہوئی ہے حکومت کا موقف تھا کہ رہائی غیر مشروط ہے، عبدالرشید غازی چین کی دوستی کا دم بھی بھرتے اور چینی دوستوں کی دل آزاری پر معذرت بھی کرتے ہیں۔ (بشکریہ ہفت روزہ زندگی، 8 تا 14 جولائی 2007ء)

لمحہ لمحہ بگڑتی صورتِ حال اخبارات کی زبانی

حکومت مساجد بنانے میں مخلص نہیں

اسلام آباد (آن لائن) چلڈرن لائبریری اسلام پر قابض جامعہ حفصہ کی طالبات نے کہا ہے کہ حکومت مساجد کی تعمیر میں مخلص نہیں۔ مسجد امیر حمزہ کی تعمیر دوبارہ رُکوادی گئی ہے۔ حکومت نے شہید کی گئی مساجد کی تعمیر ایک ماہ کے اندر شروع نہ کی تو طالبات سڑکوں پر نکل آئیں اور مساجد کی تعمیر خود شروع کریں گی۔ منگل کو اسلام آباد کے جامعہ حفصہ مدرسہ میں ہنگامی پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے طالبات رملہ سعید، آمنہ عدیم، آمنہ عبداللہ اور حولا عبدالرحمٰن نے کہا کہ حکومت شہید کی جانے والی مساجد کی تعمیر میں سنجیدہ نہیں، نوٹیفکیشن نے باوجود عملی کارروائی نہیں کی گئی، حکومت مساجد کی تعمیر کی بجائے لائبریری خالی کرانے کی رٹ پر قائم ہے۔ کیا لائبریری مساجد سے زیادہ ضروری ہے؟ حکومت فی الفور شہید کی گئی مساجد کی تعمیر شروع کروائے۔ ہم چلڈرن لائبریری کا قبضہ شہید کردہ تمام مساجد کی دوبارہ تعمیر شروع ہونے تک نہیں چھوڑیں گی۔ مساجد کو دیئے گئے نوٹیفکیشن واپس لیں اور ملک میں اسلامی نظام رائج کیا جائے۔ بصورتِ دیگر قبضہ برقرار اور احتجاج جاری رہے گا اور ایک ماہ انتظار کرنے کے بعد طالبات شہید مساجد کی تعمیر خود شروع کردیں گی۔

(روزنامہ ایکسپریس، 28 فروری 2007ء)

مسجد امیر حمزہ کی از سرِ نو تعمیر صرف فوٹو سیشن تھا

اسلام آباد (نمائندہ خصوصی) جامعہ حفصہ کے نائب مہتمم مولانا عبدالرشید غازی نے کہا ہے کہ حکومت مساجد شہید کر کے اور انہیں سیکورٹی رِسک قرار دے کر پوری دُنیا کو اسلام اور امن سلامتی کی جگہ مساجد بارے غلط تاثر دے رہی ہے۔ چلڈرن لائبریری بچوں اور عام لوگوں کے لئے کھول دی گئی ہے۔ جامعہ کی طالبات کی طرف سے تیس (30) دن کی ڈیڈ لائن برقرار

ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ شہید کی جانے والی مساجد فوری دوبارہ تعمیر کی جائیں۔ چلڈرن لائبریری پر طالبات قبضہ چھوڑ دیں گی۔ ''خبریں'' سے خصوصی گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حکومت کس روشن خیالی کی بات کرتی ہے؟ اسلام پہلے ہی روشن خیال ہے۔ انہوں نے بتایا کہ 1989ء میں سی ڈی اے نے یہ جگہ باقاعدہ جامعہ حفصہ کے نام الاٹ کی تھی۔ پلاٹ کے ساتھ نالے کے گرد کچھ جگہ تھی جسے سی ڈی اے نیشنل بک فاؤنڈیشن کو چھ لاکھ میں فروخت کرنا چاہتا ہے۔ ہمارا مطالبہ تھا کہ پہلا ہمارا حق ہے یہ رقم ہم سے لی جائے۔ جامعہ حفصہ عالم اسلام کا ایک بڑا دینی ادارہ ہے اور یہاں گیارہ ہزار طلباء جبکہ پانچ سو طالبات زیر تعلیم ہیں۔ حکومت کو اس فلاحی کمپلیکس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ہم آج بھی اس جگہ کا معاوضہ چھ (6) لاکھ روپے دینے کو تیار ہیں۔ انتظامیہ ہمارے پاس آئے، مل بیٹھ کر افہام و تفہیم سے تمام مسائل کا حل نکالنا چاہیے۔ لائبریری مقدس نہیں ہے مساجد مقدس ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نیشنل بک فاؤنڈیشن کو دی جانے والی جگہ پر جمنازیم اور سوئمنگ پول بنانا چاہتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ مسجد امیر حمزہ مری روڈ کی دوبارہ تعمیر کا صرف فوٹو سیشن ہوا جس میں وفاقی وزیر مذہبی اُمور بھی شریک تھے۔ وفاقی وزیر ہمارے ساتھ کچھ اور بات کرتے ہیں بیان کچھ اور دیتے ہیں۔ انتظامیہ کی تمام توجہ صرف لائبریری پر ہے جبکہ مسئلہ خراب ہونے کی اصل وجہ کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی۔ ہم نے سی ڈی اے حکام کو آخری لیٹر 14 دسمبر 2004ء کو لکھا جب ہمیں کوئی مناسب جواب نہیں دیا گیا۔ چلڈرن لائبریری تاحال جامعہ حفصہ کی طالبات کے کنٹرول میں ہے جبکہ انتظامیہ اور مسجد و مدرسہ دونوں فریق اپنے اپنے مؤقف پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ ذرائع کے مطابق پنجاب پولیس کی بھاری نفری بھی اسلام آباد طلب کر لی گئی ہے۔ دوسری طرف طالبات جامعہ حفصہ کے پاس بھی اسلحہ کی موجودگی کی اطلاعات ہیں۔ نائب مہتمم جامعہ حفصہ مولانا عبدالرشید غازی کے مطابق جامعہ کی زیادہ طالبات کا تعلق صوبہ سرحد اور قبائلی علاقوں وزیرستان وغیرہ سے ہے۔ ان کے نزدیک اسلحہ رکھنا کوئی نئی بات نہیں۔ سیکورٹی گارڈ کے پاس بھی تو اسلحہ ہوتا ہے۔ وفاقی دارالحکومت میں جن مساجد کو شہید کیا گیا ان میں مسجد امیر حمزہ مری روڈ اسلام آباد، مسجد سیدنا ابن عباس آرچرڈ روڈ، مسجد سیدنا علی نئی کچہریاں، مسجد عمر بن عبدالعزیز وزیراعظم سٹاف (موجودہ پولیس کالونی)، مسجد الصفاء آئی ایٹ تھری، مسجد عمر نزد چوہدری پلازہ جی ایٹ مرکز اور مسجد سیدنا عثمان ایچ ایٹ ون (کور کمیونٹی) شامل ہیں۔ ان آٹھ مساجد کو انتظامیہ کی طرف سے تجاوزات اور سیکورٹی رسک قرار

دے کر شہید کیا گیا ہے جس پر مذہبی حلقوں اور انتظامیہ کے درمیان کچھ عرصہ سے کافی کشیدگی پائی جاتی ہے۔

(خبریں، 2 مارچ 2007ء)

حکومت کو مذاکرات کی دعوت دے دی

اسلام آباد (خبر نگار) جامعہ حفصہ کی انتظامیہ نے حکومت کو مذاکرات کی دعوت دیتے ہوئے کہا ہے کہ جامع میں آپریشن سے ملک میں ایمرجنسی کے حالات پیدا ہو جائیں گے۔ جامعہ حفصہ کے نائب مہتمم عبدالرشید غازی نے پریس کانفرس سے خاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہم معاملات کو افہام وتفہیم سے حل کرنا چاہتے ہیں۔ جامعہ حفصہ پر حملہ پورے ملک کے مدارس پر حملہ تصور کیا جائے گا اور ایسے کسی بھی آپریشن کے نتائج بہت بھیانک ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ کی طالبات اور لال مسجد کے طلباء آئندہ سے انتظامیہ کی اجازت کے بغیر کوئی کارروائی نہیں کریں گے حکومت اور غیر سرکاری تنظیمیں آنٹی شمیم کے معاملے کو بڑھا چڑھا کر پیش کر رہی ہیں۔ آنٹی شمیم کے خلاف اس کے محلے داروں نے متعلقہ تھانے میں کئی درخواستیں دیں لیکن اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ مذکورہ خاتون نے جی سکس میں فحاشی کا اڈہ کھولا ہوا ہے جو ایڈز کے پھیلاؤ کا مرکز ہے انہوں نے کہا کہ اگر حکومت شہید کی گئی سات مساجد تعمیر کر دے تو طالبات چلڈرن لائبریری کا قبضہ چھوڑ دیں گی۔ حکومت اس معاملے میں لیت ولعل سے کام لے رہی ہے انہوں نے کہا کہ جن علماء نے جامعہ حفصہ کی طالبات کی کارروائیوں کے خلاف فتویٰ دیا ہے انہوں نے تحقیق کئے بغیر فتویٰ دیا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ جامعہ کی طالبات کو ان کے والدین کا مکمل تعاون حاصل ہے اور یہ اطلاعات غلط ہیں کہ والدین جامعہ سے طالبات نکال رہے ہیں انہوں نے کہا کہ اتوار کے روز ہمارے طلباء ویڈیو سنٹرز مالکان کو سمجھانے نہیں گئے وہ کوئی اور لڑکوں کا گروہ تھا جس کا لال مسجد سے کوئی تعلق نہیں۔

(نوائے وقت، 13 اپریل 2007ء)

نیلوفر غیر محرم کے ساتھ تصاویر پر توبہ کریں

اسلام آباد (نمائندہ خصوصی، ایجنسیاں) لال مسجد کے شعبہ دارالافتاء نے وفاقی وزیر

سیاحت نیلوفر بختیار کے ایک غیر محرم کے ہمراہ فری فالنگ کا مظاہرہ کرنے اور تصاویر بنوانے کے عمل کو غیر شرعی قرار دیتے ہوئے فتویٰ جاری کیا ہے اور کہا ہے کہ وفاقی وزیر کے اس اقدام سے پوری پاکستانی قوم اور اُمت مسلمہ کا سر شرم سے جھک گیا ہے جس پر وہ توبہ کریں جبکہ حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ گناہِ کبیرہ کی مرتکب ہونے پر ان کو منصب سے برطرف کرتے ہوئے مناسب سزا دے۔ دارالافتاء مرکزی مسجد اسلام آباد سے جاری ہونے والے فتویٰ میں کہا گیا ہے کہ قرآن و حدیث میں جا بجا خواتین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ٹھہریں اور بغیر شرعی ضرورت کے گھروں سے باہر نہ نکلیں۔ اگر کسی ضرورت سے کبھی ان کو نکلنا پڑے تو باپردہ ہو کر (برقعہ یا بڑی چادر جس میں ان کا جسم چھپ سکے، لے کر) نکلیں۔ فتویٰ میں سورۂ احزاب کی آیت نمبر 33 کا حوالہ دیا گیا ہے۔ آن لائن کے مطابق حکمران جماعت سمیت اپوزیشن کی جماعتوں اور انسانی حکومت کی تنظیموں نے دارالافتاء کے فتویٰ کو مسترد کرتے ہوئے اس کی شدید مذمت کی ہے۔ حکمران جماعت مسلم لیگ (ق) کی وزیر مملکت برائے صحت شہناز شیخ نے ردِعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ دارالافتاء کے پاس کوئی اختیار نہیں کہ وہ کسی کے خلاف فتویٰ جاری کرے۔ یہ لوگ اسلام کی غلط تشریح کر رہے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹرین کی سیکرٹری اطلاعات شیری رحمان نے کہا کہ کسی بھی شخص کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ ملک میں ہزاروں خواتین کا استحصال ہو رہا ہے اور ان سے جبر اور زیادتیاں ہو رہی ہیں مگر یہ لوگ اس حوالے سے کوئی فتویٰ جاری نہیں کرتے۔ انسانی حقوق کی تنظیم کی سربراہ عاصمہ جہانگیر نے کہا کہ ان لوگوں کے فتوے کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور نہ ہی اہمیت دینا چاہیے۔ ان کے پاس کیا اتھارٹی ہے کہ یہ لوگ جس کے خلاف چاہیں فتویٰ جاری کر دیں۔ یہ حکومت کی کمزوریوں کا شاخسانہ ہے کہ آج یہ لوگ سر چڑھ گئے ہیں۔

(ایکسپریس، 9 اپریل 2007ء)

کلاشنکوف شریعت نامنظور

(الطاف حسین)

لاہور (جنرل نیوز رپورٹر) متحدہ قومی موومنٹ کے قائد الطاف حسین نے کہا ہے کہ جامعہ حفصہ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ صدر، حکومت اور ملک کے خلاف گھناؤنی سازش ہے۔ ڈنڈا

بردار اور کلاشنکوف بردار شریعت ہمیں نامنظور ہے۔ اس سازش کے تحت پاراچنار کی طرح ملک کے چپے چپے میں شیعہ سنی کا فسادات کرائے جائیں گے۔ اس لئے پاکستانی عوام شیعہ سنی کا فرق ختم کر کے اس سازش کو ناکام بنا دیں۔ پاکستان ان چند خاندانوں کی میراث بن چکا ہے جو اسلام کو اپنے مفادات کے لئے استعمال کرتے چلے آئے ہیں۔ وہ لاہور، کراچی، حیدرآباد، پشاور سمیت ملک کے کئی شہروں میں تحریک کے کارکنوں اور صحافیوں کو لندن سے ٹیلیفونک خطاب کر رہے تھے۔ لاہور میں اس موقع پر حق پرست ایم این اے اقبال محمد علی خان، مرکزی رہنما عابد زیدی، شعبہ خواتین پنجاب کی انچارج لالہ رُخ، آرگنائز لاہور رانا فرحت علی اور کارکنوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ انہوں نے عوام اور پالیساں بنانے والوں سے اپیل کی کہ پاکستان کو کسی دوسرے ملک کے مفاد کے لئے استعمال نہ ہونے دیں۔ انہوں نے کہا کہ بلوچستان اور وزیرستان میں مصلحت اور مذاکرات سے کام لینے کا خیال کیوں نہیں آیا اور وہاں ماؤں بچوں پر فوج کشی کیوں کی گئی؟ انہوں نے کہا کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ پر قبضہ کرنے والے کیا کر رہے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ ویڈیو کا کاروبار ختم کر دو، گاڑیوں سے کیسٹ پلیئر نکال کر نذرِ آتش کئے جا رہے ہیں، خواتین پر بدکاری کے الزامات لگا کر انہیں محبوس بنا کر زدوکوب کیا جاتا ہے اور کار چلانے والی خواتین کو روک کر دھمکیاں دی جا رہی ہیں کہ ان کا کار چلانا شرمناک فعل ہے۔ الطاف حسین نے کہا کہ کیا ٹی وی اور وی سی آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایجاد ہو گئے تھے؟ اگر نہیں تو ان کا استعمال ناجائز اور حرام کیسے ہو سکتا ہے؟ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ شیو کرنا حرام ہے؟

(ایکسپریس، 19 اپریل 2007ء)

شرعی عدالت کا قیام نئی بات نہیں

(قاضی)

حکومت لال مسجد ایشو کی آڑ میں عوام کی توجہ عدالتی بحران سے ہٹانا چاہتی ہے۔ ابوالخیر زبیر۔ اسلام آباد (نمائندہ خصوصی) متحدہ مجلس عمل کے سربراہ قاضی حسین احمد نے کہا ہے کہ شرعی عدالت کا قیام نئی بات نہیں ہے۔ ہم خانہ جنگی نہیں چاہتے اور نہ ہی ریاست کے اندر ریاست کا قیام چاہتے ہیں۔ جامعہ حفصہ کی صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم بھی عدلیہ کی آزادی اور قرآن وسنت کے نظام کی بالادستی چاہتے ہیں اور یہاں اللہ کا نظام نافذ کرنا چاہتے

ہیں۔ رُکن اسمبلی ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر زبیر نے کہا کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کا شوشہ حکومت نے خود چھوڑا ہے تا کہ اس کی آڑ میں عوام کی توجہ عدالتی بحران سے ہٹا کر اپنے اقتدار کو طول دیا جا سکے۔ حکومت لال مسجد کو بین الاقوامی ایشو بنا کر یورپ و امریکہ میں بڑھتی ہوئی اسلام کی مقبولیت کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت ایک مسجد کو علیحدہ ریاست بنانے پر تلی ہوئی ہے۔

(ایکسپریس، 19 اپریل 2007ء)

او آئی سی کا لال مسجد کے معاملے پر اظہارِ تشویش

اسلام آباد (آئی این پی) اسلامی ممالک کی نمائندہ تنظیم او آئی سی نے لال مسجد کے معاملے پر اپنی گہری تشویش ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر حکومت پاکستان اس مسئلے کو نہیں سلجھا سکتی تو او آئی سی اپنے طور پر اس مسئلے کا حل تلاش کر سکتی ہے، جبکہ فاٹا کے سینیٹر حمید اللہ جان آفریدی نے قبائلی جرگہ کے ذریعے لال مسجد کے علماء سے مذاکرات کی پیش کش کر دی ہے۔ اتوار کو جاری ہونے والے ایک بیان میں فاٹا کے علاقے خیبر ایجنسی سے سینیٹر حمید اللہ جان آفریدی نے بتایا کہ او آئی سی کے ایک اعلیٰ عہدیدار محمد فیصل نے ان سے رابطہ کر کے لال مسجد کے ایشو پر گہری تشویش ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ تمام اسلامی ممالک کو اس معاملے کے طول پکڑنے پر تشویش ہے اور لال مسجد کی انتظامیہ کے اقدامات کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے شریعت نافذ کرنے کا یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے اور اگر حکومت اس معاملے کو سلجھانے میں بے بس ہے تو اسلامی ممالک اس ایشو کو حل کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کو تیار ہیں۔

(ایکسپریس، 19 اپریل 2007ء)

اپنی مرضی سے سی ڈیز جلائیں

(دُکاندار)

اسلام آباد (وقائع نگار) بہارہ کہو بازار میں اعوان ویڈیو سنٹر کے مالک نے تین سو (300) سی ڈیز اور آڈیو کیسٹیں جلا ڈالیں۔ پولیس کو لال مسجد کے طلبہ کی کارروائی کی اطلاع پر دُکاندار اور وہاں موجود چار طلباء کو گاڑی سمیت گرفتار کر لیا۔ دُکاندار کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا جبکہ نائب خطیب لال مسجد عبدالرشید غازی نے واقعہ کو من گھڑت قرار دیتے ہوئے کہا کہ

دُکاندار نے اپنی مرضی سے سی ڈیز جلائیں۔طلباء اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔تفصیلات کے مطابق ہفتہ کی شام انہوں نے دُکان سے تمام سی ڈیز اور ویڈیو کیسٹیں نکال کر نذرِ آتش کر دیں۔ پولیس ذرائع نے نوائے وقت کو بتایا کہ اس سے قبل یہ افواہیں تھیں کہ لال مسجد کے طلباء نے وہاجا کر یہ کارروائی کی اور سی ڈیز نذرِ آتش کی ہیں۔اس پر پولیس کے اعلیٰ افسران، علاقہ مجسٹریٹ سمیت انتظامی افسران موقع پر پہنچ گئے۔ بہارہ کہو پولیس نے اوراعوان ویڈیو سنٹر کے مالک عارف محموداور وہاں موقع پر موجود لال مسجد کے چار طلباء کو گاڑی سمیت حراست میں لے لیا ہے۔اسسٹنٹ کمشنر رورل احتشام انور مہار سے نوائے وقت نے اس حوالے سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ لال مسجد کے طلباء نے ویڈیو سنٹر پر کارروائی کی ہے۔ہم موقع پر پہنچے بعض طلباء گاڑی سمیت حراست میں لے لئے۔ویڈیو کیسٹیں نذرِ آتش کی ہیں اور بعض دینی مدرسہ کے طلباء کو خود اس موقع پر آنے کی دعوت دی تھی۔طلباء نے بتایا کہ وہ دُکاندار کے اس اقدام کو خراجِ تحسین پیش کرنے اور اظہارِ یکجہتی کے طور پر آئے تھے۔انہوں نے کوئی کارروائی نہیں کی۔انہوں نے بتایا کہ ملوث نہ ہونے پر طلباء چھوڑ دیئے جائیں گے۔جبکہ دُکان کے مالک نے تنگ راستے میں آگ لگا کر غفلت کی ہے اور راستہ بلاک کیا ہے جس پر اس کے خلاف زیرِ دفعہ 285 اور دفعہ 291 مقدمہ درج کیا جائے گا۔ایس ایس پی نے علاقے کے ڈی ایس پی اور ایس ایچ او کو ہدایت کی ہے کہ فوری طور پر ان کو اس واقعہ کے حوالے سے مکمل اور جامع رپورٹ دی جائے۔اس حوالے سے لال مسجد کے نائب خطیب مولانا عبدالرشید غازی نے مذکورہ واقعہ کو من گھڑت اور بے بنیاد قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ عارف نامی دُکاندار نے یہ سی ڈیز خود جلائی ہیں۔اب اگر شہر میں کوئی فحش پروگرامز کی سی ڈیز خود جلائے گا تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔یہ تو وہ خود ایسا کر رہے ہیں۔ لال مسجد کا نہ تو اس واقعہ سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی لال مسجد کے طلباء کسی کارروائی کے لئے بہارہ کہو گئے ہیں۔یہ خود ساختہ کہانی ہے۔ہم ایسی کسی بھی کارروائی میں ملوث نہیں ہیں۔اس واقعہ میں لال مسجد کے طلباء کے ملوث ہونے کی افواہوں پر مسجد کے نائب خطیب نے سخت ردِعمل کا اظہار کیا ہے۔نوائے وقت کو انہوں نے بتایا کہ ہمارے طلباء نے بہارہ کہو کی کسی دُکان میں توڑ پھوڑ نہیں کی۔بعض عناصر غلط افواہیں پھیلا کر ماحول خراب کرنا چاہتے ہیں۔ہمارے طلباء کو اس طرح کی کارروائی کرنے کی اجازت نہیں۔

(نوائے وقت، 15 اپریل 2007ء)

جنہیں ناچ گانا سننا ہے بھارت چلے جائیں

(مولانا عبدالعزیز)

اسلام آباد خطیب مرکزی جامع مسجد، لال مسجد و مہتمم جامعہ فریدیہ، جامعہ حفصہ مولانا عبدالعزیز نے کہا ہے کہ ہمیں ڈنڈا بردار شریعت کے طعنے دینے والے الطاف حسین خود کلاشنکوف جمہوریت کے ذریعے ہزاروں بے گناہ لوگوں کے قاتل ہیں وہ مغرب میں بیٹھ کر یہاں قرآن و سنت کی تحریک کو مغرب کی عینک سے دیکھنے کی بجائے وطن واپس آ کر ہم سے مل کر حقائق معلوم کریں۔ جس میں چار ماہ کی تحریک میں کسی کی ایک اُنگلی بھی نہیں گئی، وفاق المدارس کی جانب سے معافی نامہ کے عوض الحاق کی پیش کش قبول نہیں، شریعت کے لئے اپنی جانوں سمیت ہر قیمت دینے کو تیار ہیں، ملک بھر کے علماء کرام اپنے اپنے علاقوں میں شریعت کے نفاذ کے لئے اُٹھ کھڑے ہو جائیں جن کو ناچ گانے کا شوق ہے وہ بھارت چلے جائیں۔ گزشتہ روز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ ملک اسلام کے لئے قائم ہوا تھا مگر 60 سال گزرنے کے باوجود اسلامی قوانین نافذ نہیں ہو سکے، ملک میں اسلامی نظام نافذ نہ ہونے کی وجہ سے چور، قاتل، ڈاکو، بدمعاش اور کرپٹ دندناتے پھر رہے ہیں، مگر اب وقت بدل رہا ہے، اسلامی نظام نافذ ہو کر رہے گا، ہم پر امن ہیں۔ حکومت نے مذاکرات کی آڑ میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے زہریلی گیس پھینکی جس سے ہماری ایک ہزار طالبات متاثر ہوئیں۔ مگر حکومت کے دباؤ پر کسی ہسپتال نے ان طالبات کی میڈیکل رپورٹ نہیں بنانے دی۔ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے حکومتی ایماء پر ہمارے خلاف ریلی نکالی ہم اس سے بھی بڑی ریلی نکال سکتے ہیں مگر ہم عملی اقدامات کے قائل ہیں ہم نے ڈنڈا بردار شریعت کی بات نہیں کی۔ بلکہ قرآن و سنت کی شریعت کی بات کی ہے الطاف حسین آئیں اور ہمارے ساتھ مذاکرات کریں ہم ثابت کریں گے کہ ہم قرآن و سنت کی بالادستی کی بات کرتے ہیں۔ ہم پر امن طریقے سے تحریک چلا رہے ہیں۔ اگر حالات خراب کئے گئے تو حکمران اس ملک میں نہیں رہ سکیں گے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن و سنت اور اسلام کی بات کرنے پر لوگ کھڑے ہو کر بات کرتے ہیں کہ کون سی شریعت نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ وہی شریعت نافذ کریں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نافذ کی تھی ہم شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم لانا چاہتے ہیں۔ کیا ملک میں اسلامی نظام کا مطالبہ کرنا جرم

ہے تو پھر ہم یہ جرم بار بار کرتے رہیں گے۔ جو لوگ ہماری مخالفت کرتے ہیں ان کو مباحثے کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ آکر جدوجہد کریں تو حقیقت واضح ہو جائے گی۔ کسی نے آج تک علمائے کرام کے خلاف بات نہیں کی اور علمائے کرام سے درخواست ہے کہ وہ کسی کے خلاف بیان بازی نہ کریں اور اخبارات ہمارے مطالبات کی تائید کریں اور اگر ہمارے طریقہ کار سے مطمئن نہیں ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ مجھے بدکاری، فحاشی کے خاتمے اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کون سا موثر طریقہ اپنانا چاہیے؟ اسلام میں روشن خیالی کا اور قرآن وسنت میں کوئی گنجائش نہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مجرموں کے خلاف کارروائی کرنا حکومت کا کام ہے۔ سوال یہ ہے کہ حکومت خود جرائم پھیلانے لگے اور بدکاری کے اڈوں کی سرپرستی کرنے لگے تو ہمارے پاس کون سا طریقہ رہ جاتا ہے کہ بدکاری کا خاتمہ کیا جا سکے؟

(ایکسپریس، 21 اپریل 2002ء)

زیادتی میرے ساتھ ہوئی، رعایتیں مولوی لے رہے ہیں
(آنٹی شمیم)

اسلام آباد (وقائع نگار خصوصی) جامعہ حفصہ کی برقعہ پوش اور ڈنڈے بردار طالبات کے ہاتھوں اغواء ہونے والی خاتون آنٹی شمیم نے کہا ہے کہ پولیس اسے تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ہو گئی ہے۔ ''جناح'' سے ٹیلی فون پر گفتگو کرتے ہوئے آنٹی شمیم نے کہا کہ وہ کپڑے دھونے گھر جی سکس آئی تھی کہ پولیس کے اے ایس آئی اکرم اور چار اہلکاروں نے آکر کہا کہ یہاں سے نکل جاؤ مولوی آرہے ہیں۔ آنٹی شمیم نے کہا کہ پولیس اگر ان سے اتنی خوفزدہ ہے تو مولانا عبدالرشید غازی کو تھانے کا ایس ایچ او لگا دیا جائے۔ پاکستان کی شہری ہوں پولیس کو میرے گھر سے کوئی مال مسروقہ نہیں ملا نہ کسی نے میرے خلاف شہادت دی۔ آخر مجھے کیوں دربدر کیا جارہا ہے؟ بعدازاں آئی این کو انٹرویو میں آنٹی شمیم نے کہا ہے کہ وہ سیدزادی ہیں اور ان پر لال مسجد و جامعہ حفصہ کے طلباء و طالبات انتظامیہ کی جانب سے فحاشی کے اڈے چلانے کے الزامات بے بنیاد ہیں، ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔ واقعہ کے بعد مغربی ممالک میں مستقل رہائش کی پیش کش کی گئی لیکن میں نے ٹھکرا دی کیونکہ مجھے میرا وطن عزیز ہے۔ ان واقعات کے بعد میری ملک بھر میں بدنامی ہوئی ہے اور میرے خاندان نے میرا بائی کاٹ کر دیا ہے۔ او پی ایف کالج سے میری لیکچرار

بیٹی کو ملازمت سے نکال دیا گیا ہے۔ صدر جنرل پرویز مشرف بظاہر روشن خیال حقیقت میں ملا ہیں اس لئے جامعہ حفصہ والوں کے خلاف ایکشن نہیں لیتے۔ بے نظیر بھٹو حقیقی روشن خیال ہیں، الطاف حسین میرے بھائی کی طرح ہیں۔ اسلام آباد میں فحاشی کے تمام اڈے ختم کرنے کے دعویدار مولانا عبدالعزیز کو اُجاڑنے کے لئے میرا گھر ملا تھا، میرے خلاف پریس کانفرنس کرنے والے اہلیان جی سکس کی خاتون و مرد کون سے پاک صاف ہیں، سچ کہہ دیا تو سارے منہ چھپاتے پھریں گے۔ غریب نہیں ہیں کہ رقم کمانے کے لئے ایسا مکروہ دھندا کریں۔ ہارون آباد میں اس کی سینکڑوں کنال اراضی اور اسلام آباد میں ایک کوٹھی ہے۔ وہ سماجی کارکن ہیں غریب اور ضرورت مندلوگوں کے میرے گھر آنے جانے کے باعث مجھ پر بدکاری کے اڈے چلانے کے الزامات لگائے گئے ہیں حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔ اگر کوئی ایک بھی کالج کی طالبہ کہہ دے کہ آنٹی شمیم نے استعمال کیا ہے اور مولوی صاحبان ثابت کر دیں تو میں اپنا جرم قبول کرلوں گی۔

(جناح، 27اپریل 2007ء)

جہلم زیادتی کیس، ملزم ضلع ناظم کا کارِخاص ہے
(ایف آئی آر)

اسلام آباد (طارق عثمانی / نمائندہ خصوصی) لال مسجد کے نائب خطیب مولانا عبدالرشید غازی کی وساطت سے سول لائن تھانہ جہلم میں دو مظلوم بہنوں کے والد محمد اسلم کی درخواست پر باضابطہ درج ہونے والی ایف آئی آر میں دونوں سگی بہنوں سے زیادتی کرنے والے ملزم اظہر اقبال کو ضلع ناظم جہلم فرخ الطاف کا کارِخاص اور پولیس کا ایجنٹ ظاہر کیا گیا ہے۔ پولیس ذرائع کا کہنا ہے کہ ضلع ناظم فرخ الطاف کو اس بڑے کیس میں شامل تفتیش کئے جانے کی توقع ہے۔ ایف آئی آر میں ضلع ناظم جہلم کے نام کے اندراج پر آئینی ماہرین کا کہنا ہے کہ اگرچہ اس وقوعہ کے ساتھ ضلع ناظم فرخ الطاف کا براہِ راست تعلق نہیں ہے لیکن ملزم اظہر اقبال کو ضلعی ناظم کا کارندہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اس لئے فرخ الطاف کو پولیس کے سامنے شامل تفتیش ہو کر اپنا بیان قلم بند کروانا پڑے گا۔ ایف آئی آر میں ملزم اظہر اقبال کو پولیس ٹاؤٹ بھی کہا گیا ہے۔ اس حوالے سے بھی تفتیش کی جائے گی۔ اس ایف آئی آر میں تیسری اہم ترین بات یہ ہے کہ ایف آئی آر کے اندراج کے لئے مدعی محمد اسلم کی درخواست نائب خطیب عبدالرشید غازی کی وساطت سے ان کے کورنگ

لیٹر کے ساتھ پولیس نے وصول پائی ہے اس لئے اس اہم ترین مقدمے میں غازی عبدالرشید کا بیان بھی قلم بند کیا جائے گا۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ جہلم پولیس سب سے پہلے آئندہ 48 گھنٹوں کے دوران مزید تفتیش کے لئے زیادتی کا شکار دونوں سگی بہنوں اور مولانا عبدالرشید کا بیان ریکارڈ کرے گی۔

(جناح، 27 اپریل 2007ء)

مظلوم بہنوں کی سیکورٹی ذمہ داری حکومت کی ہے
(عبدالرشید غازی)

اسلام آباد (نمائندہ خصوصی) جامعہ حفصہ اسلام آباد میں پناہ لینے والی زیادتی کا شکار دو سگی بہنوں کے دوسرے بڑے ملزم محمد عمران عرف مانی کو جہلم پولیس نے زیادتی کیس میں باضابطہ گرفتار کر کے اس سے اس کیس کے حوالے سے اعلیٰ سطحی چھان بین شروع کر دی ہے، ملزم عمران عرف مانی کو گزشتہ روز دوسرے منشیات کیس سے ضمانت پر ڈسٹرکٹ جیل جہلم سے رہا ہوتے ہی پہلے سے وہاں موجود سول لائن پولیس نے گرفتار کر لیا۔ اس سے ثمینہ اسلم زیادتی کیس کے حوالے سے تحقیقات شروع کر دی گئی ہیں۔ جہلم پولیس کے حکام کا کہنا ہے کہ جامعہ حفصہ کی طرف سے حکومت کو دیا گیا یہ زیادتی کیس واقعی ہی ہمارے لئے ٹیسٹ کیس ہے اور پولیس اس کیس کی چھان بین مکمل میرٹ پر کر رہی ہے جس کے تمام حقائق سے میڈیا کو آگاہ رکھا جائے گا۔ جبکہ معلوم ہوا ہے کہ آج زیادتی کا شکار دونوں بہنوں کا میڈیکل کرایا جائے گا۔ جہلم پولیس کا سپیشل سکواڈ لیڈی پولیس کمانڈوز کے ہمراہ اسلام آباد جامعہ حفصہ سے دونوں بہنوں کو جہلم کے سرکاری ہسپتال میڈیکل کرانے لے جائے گا۔ 12 گھنٹوں میں انہیں واپس جامعہ حفصہ پہنچایا جائے گا۔ جامعہ حفصہ کے ذرائع کا کہنا ہے کہ حفصہ کی انتظامیہ دونوں بہنوں کو جہلم پولیس کے حوالے کرے گی اور پولیس سے ان کو باحفاظت واپس بھجوانے کے لئے باقاعدہ تحریر حاصل کر کے اپنے تین نمائندوں کو بھی ساتھ بھجوائے گی جس میں ایک معلمہ بھی شامل ہوگی۔ لال مسجد کے نائب خطیب مولانا عبدالرشید غازی کا کہنا ہے کہ مظلوم بہنوں کو جہلم لے جانے اور واپس لانے کے لئے ان کی تمام حفاظت اور سیکورٹی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

(جناح، 28 اپریل 2007ء)

جہادی سٹائل اپنایا جائے تو فحاشی کے اڈے بند ہو جائیں گے

اسلام آباد(آن لائن،نیٹ نیوز)لال مسجد کے خطیب مولانا محمد عبدالعزیز نے حکومت کو پیش کی کی ہے کہ اگر وہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کرے تو وہ لائبریری ہی نہیں بلکہ جامعہ فریدیہ و جامعہ حفصہ بھی حکومت کے حوالے کر دیں گے اور اگر حکومت نے آپریشن کیا تو پھر بات ہمارے اور حکومت دونوں کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم وہ نظام چاہتے ہیں جس میں حکمران کم درجے کی زندگی اور عوام حکمرانوں سے بہتر زندگی گزاریں۔ انہوں نے واضح کیا ہے کہ حکومت سے مذاکرات مثبت سمت میں بڑھنے کے باوجود کسی حتمی معاہدے پر نہیں پہنچے۔ انہوں نے کہا پارلیمنٹ کے ارکان کی تنخواہ چھ سے سات ہزار ہونی چاہیے تا کہ عوام اور حکمران طبقے میں تفریق ختم ہو۔ ہماری آواز کا مقصد حکومت الٰہیہ کا قیام ہے جس میں تمام مسائل کا حل ہے۔ چوہدری شجاعت حسین نے اسلامی نظام اور مساجد کی دوبارہ تعمیر کی یقین دہانی کرائی ہے، انہوں نے یہ بھی اقرار کیا کہ ان کی بیوی نے اپنے گھر سے ٹی وی نکال دیا ہے اور ان کے اہل خانہ بھی مکمل پردہ کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا حکومت اعلان کرے کہ غرباء اس کی ذمہ داری میں ہیں، کوئی معاش کے لئے چوری کرے نہ ڈکیتی اور پھر اس کے باوجود بھی ایسا کرے تو قصاص کی سزا میڈیا اور عوام کے سامنے دی جائے۔ آج نسواں بل کے ذریعے عورتوں کی عزتیں لوٹی جا رہی ہیں۔ ہم نے چوہدری شجاعت سے کہا ہے کہ وہ اپنی حکومتی خواتین کو یہاں جامعہ حفصہ بھیجیں تا کہ وہ طالبات کا مؤقف سنیں۔ اس موقع پر جی سکس کے مکینوں کی الاٹمنٹ کی منسوخی کا فیصلہ واپس لینے اور خالد خواجہ کی رہائی کے لئے قرارداد بھی منظور کی گئی۔ علاوہ ازیں کراچی میں مظاہرے سے ٹیلی فونک خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالعزیز نے کہا کہ وہ ویڈیو فلموں کے دکانداروں کو کاروبار بند کرنے کے لئے کہیں انہوں نے طلباء و طالبات سے کہا جن علاقوں میں قحبہ خانے ہیں، وہاں جلسے منعقد کیے جائیں۔ مولانا عبدالعزیز نے کہا تھوڑا جہادی سٹائل اپنایا جائے۔ فحاشی کے تمام اڈے بند ہو جائیں گے۔ مظاہرے میں حکومت کے ساتھ ساتھ متحدہ قومی موومنٹ کو بھی سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

(23 اپریل 2007ء)

خطیب لال مسجد نے حکومت سے مذاکرات ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا

اسلام آباد (وقائع نگار) جامعہ حفصہ کے مہتمم اور لال مسجد کے خطیب مولانا محمد عبدالعزیز نے حکومت سے ہونے والے مذاکرات ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور کہا ہے کہ حکومت مذاکرات کی آڑ میں پے در پے ہمارے ساتھ وابستہ لوگوں کو اغواء کر رہی ہے اور ہمارے مطالبات قبول کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے رہی ہے۔ 12 مئی کو کراچی میں ایم کیو ایم کی قتل و غارت گری کی پشت پناہی اور اسی دن اسلام آباد میں حکمران جماعت نے ناچ گانے کی تقریب منعقد کر کے اسلامی احکامات اور شہداء کے خون کا مذاق اُڑایا ہے۔ اس بات کا فیصلہ گزشتہ تحریک طلباء و طالبات کے لال مسجد میں ہونے والے اجلاس میں کیا گیا۔ اجلاس میں جامعہ حفصہ کے نائب مہتمم علامہ عبدالرشید غازی سمیت دیگر افراد نے بھی شرکت کی۔ اجلاس کے تمام شرکاء نے حکومت کی طرف سے مذاکرات کی آڑ میں پے در پے طلباء اور لال مسجد سے وابستہ لوگوں کے اغواء اور تحریک طلباء وطالبات کے مطالبات کو قبول نہ کرنے اور شہید مساجد کی دوبارہ تعمیر نہ کرنے پر تشویش کا اظہار کیا اور اس عزم کا اعادہ کیا کہ ملک سے فرسودہ نظام کے خاتمے اور اسلامی نظام کے نفاذ تک تحریک طلباء وطالبات کو جاری رکھا جائے گا اور ہر قسم کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا جائے گا۔ اجلاس کے شرکاء نے مولانا محمد عبدالعزیز سے مطالبہ کیا کہ وہ حکومت کے ساتھ ہونے والے مذاکرات کو ختم کر کے حکومت کے خلاف اعلانِ جہاد کریں۔ اس موقع پر مولانا عبدالعزیز نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ چار ماہ سے ہمارے طلباء وطالبات کی تحریک نے پورے ملک میں اسلامی بیداری کی لہر پیدا کر دی ہے ہم نے اسلامی نظام کے نفاذ، فحاشی و عریانی کے خاتمے اور مساجد کی دوبارہ تعمیر کا مطالبہ کیا تھا، اس حوالے سے پاکستان مسلم لیگ کے صدر چوہدری شجاعت حسین نے ہمارے ساتھ مذاکرات کا آغاز کیا تو ہم نے چوہدری شجاعت حسین کا رویہ مثبت دیکھتے ہوئے اس معاملے میں پیش رفت بھی کی مگر ہمارے لچکدار رویے سے حکومت نے ناجائز فائدہ اُٹھایا اور مذاکرات کی آڑ میں پے در پے ہمارے طلباء اور ہم سے وابستہ لوگوں کو اغواء کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جبکہ شہید مساجد کی دوبارہ تعمیر کے حوالے سے ایک اُدھورا نوٹیفکیشن جاری کیا گیا۔ مولانا عبدالعزیز نے اجلاس میں حکومت سے ہونے والے مذاکرات ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مولانا محمد عبدالعزیز نے کہا کہ موجودہ حکومت سفاکیت اور بربریت کی نئی مثالیں قائم کر رہی ہے۔ 12 مئی کو کراچی میں حکومت

کی حلیف جماعت ایم کیوایم نے کھلے عام معصوم لوگوں کا قتل عام کیا اور وفاقی حکومت نے تاحال ایم کیوایم کے اس ظلم و بربریت کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ دوسری طرف اسی دن اسلام آباد میں ریلی منعقد کر کے اور اس ریلی میں کھلے عام ناچ گانے اور ڈھول تماشا کر کے نہ صرف نظریہ پاکستان کا تمسخر اُڑایا گیا، ایک طرف انسانی خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی تو دوسری طرف حکمران خوشی سے جھوم رہے تھے اور ایسا کر کے حکمرانوں نے ہلاکو اور چنگیز خان ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کراچی کے واقعہ پر افسوس کرنے کے بجائے خوشی کے شادیانے بجائے گئے اور ایسے ظالم اور مطلق العنان لوگوں سے مذاکرات نہیں ہو سکتے۔ اس موقع پر علامہ عبدالرشید غازی نے کہا کہ شہید مساجد کے حوالے سے حکومت کا نوٹیفکیشن اس لحاظ سے خوش آئند تھا کہ اس سے قبل تو حکومت یہ بات بھی تسلیم کرنے سے انکاری تھی کہ سات مساجد شہید کی گئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک عملاً شہید مساجد دوبارہ تعمیر نہیں ہو جاتیں اور وہاں اذانیں اور نمازیں نہیں شروع ہوتیں اس وقت تک صرف نوٹیفکیشن کافی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایجنسیوں کی طرف سے تحریک سے وابستہ افراد کو اغواء کرنا اشتعال انگیز کارروائی ہے اگر اس کے ردِعمل میں کوئی بھی نوجوان کارروائی کرتا ہے تو ہم اس کے ذمہ دار نہ ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ اب تک کے حکومتی رویے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مساجد کے معاملے کو بھی حل کرنے میں سنجیدہ نہیں ہے۔ اس لئے ہم بھی حکومت سے مزید مذاکرات نہیں کر سکتے اور آئندہ کے لائحہ عمل کا اعلان بہت جلد کر دیا جائے گا۔

(نوائے وقت، 17 مئی 2007ء)

وفاق المدارس کی طرف سے جامعہ حفصہ سے الحاق کا خاتمہ درست نہیں

(مولانا اظہار بخاری)

اڈیالہ (نامہ نگار) وفاق المدارس کی طرف سے جامعہ حفصہ سے الحاق کا خاتمہ درست نہیں۔ اس سے ہزاروں طالبات کا سال ضائع ہو جائے گا۔ ان خیالات کا اظہار ممتاز مذہبی سکالر امن کمیٹی کے رہنما علامہ پیر سیدی اظہار بخاری نے ممتاز علماء کرام کے وفد سے گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ حفصہ کی طالبات نے تحفظ مساجد و مدارس اور معاشرتی برائیوں کے خلاف جو تحریک شروع کی وہ ہر صاحب ایمان کی آواز ہے۔ وفاق المدارس کا جامعہ حفصہ کی انتظامیہ سے تو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن جامعہ حفصہ کی طالبات نے وفاق المدارس کا کیا بگاڑا تھا کہ انہوں نے

زیرِ تعلیم طلبہ وطالبات کا پورا سال ضائع کر دیا۔حکومت جامعہ حفصہ کی طالبات کے مطالبات مانے یا نہ مانے ہمیں اس کا اتنا دُکھ نہیں جتنا وفاق المدارس کا جامعہ حفصہ سے الحاق ختم ہونے پر ہو رہا ہے۔

(نوائے وقت، 17 مئی 2007ء)

دو بھائیوں کا اغواء، صدر، وزیر داخلہ اور حساس ادارں کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کی درخواست دے دی گئی

اسلام آباد (ان ٹائم) حساس اداروں کی طرف سے اُٹھائے جانے والے دو بھائین حافظ انوار الحق اور اسرار الحق کے والد سابق پرنسپل محمد انور نے اپنے بیٹوں کے اغواء کے خلاف صدر جنرل پرویز مشرف، وزیر داخلہ اور حساس اداروں کے ذمہ داران کے خلاف مقدمہ درج کرنے کی درخواست دی ہے۔تفصیلات کے مطابق محمد انور خان نے تھانہ سٹی راولپنڈی کے ایس ایچ او کے نام دی گئی درخواست میں مؤقف اختیار کیا ہے کہ مورخہ 13 اور 14 مئی 2007ء کی درمیانی شب تقریباً 2 بجے سرکاری اہلکار ایبٹ آباد میں واقع میرے گھر آئے۔انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ کے بیٹے محمد الطاف کے بارے انکوائری کرنی ہے۔میں نے انہیں تفصیلات بتا دیں۔ دونوں نے اپنے آپ کو انسپکٹر بتایا جبکہ تیسرے کے بارے میں سب انسپکٹر بتا رہے تھے۔انہوں نے اپنے نام محمود، عابد اور خالد بتائے۔یہ تینوں حضرات سادہ کپڑوں میں تھے اور دیکھنے میں اور بات چیت سے فوجی معلوم ہوتے تھے۔وہاں سے معلومات کے بعد رات تقریباً تین سوا تین بجے یہی حضرات ہماری بڑی مسجد کے امام حافظ عبداللہ کے گھر پہنچے اور ان سے میرے بیٹے کے بارے میں تفصیلات لیتے رہے۔انہوں نے ان سے زیادہ باتیں میرے بیٹے انوار الحق کے بارے میں کیں کہ اس نے مسجد میں کتنے جمعے پڑھائے وغیرہ۔مجھے ان افراد کے امام مسجد کے پاس جانے کا علم اس وقت ہوا جب دوسرے دن میرے پاس امام مسجد (حافظ عبداللہ) تشریف لائے اور انہوں نے ان لوگوں کے بارے میں بتایا۔اغواء ہونے والے لڑکوں کے والد نے مزید بتایا کہ مجھے مورخہ 15 مئی 2007ء کو میرے بیٹے الطاف نے فون کر کے کہا کہ آپ راولپنڈی آجائیں۔ راولپنڈی آکر معلوم ہوا کہ میرے بیٹوں حافظ انوار الحق اور اسرار الحق کو راجہ بازار سے 13 مئی 2007ء کو ایجنسیوں نے اُٹھا لیا ہے۔بوقت 12:45 کو ہوٹل خرم کیفے کے اندر آکر بیٹھے تو پانچ افراد نے سول کپڑوں میں آکر ہوٹل والے سے پوچھا کہ انہوں نے آپ کو کچھ دینا تو نہیں، ہم

آپ کو ادا کر دیں گے اور ہوٹل والے سے کہا کہ یہ ہمیں مطلوب ہیں۔ یہ لوگ لال مسجد میں حکومت کے خلاف نعرے لگاتے رہے ہیں اور ہم انہیں کافی دنوں سے تلاش کر رہے تھے۔ ہوٹل والوں نے کہا بچے ہیں، اگر نعرے لگاتے ہیں تو کوئی ایسی بات نہیں۔ لیکن ان افراد نے ہوٹل والوں کو کہا کہ اگر آپ ہمارے کام میں مداخلت کریں گے تو آپ کے ہوٹل کے خلاف پرچہ کرائیں گے۔ لہٰذا یہ لوگ میرے ان دونوں بیٹوں کو زبردستی گاڑی میں بٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے۔ اب ان کا کوئی پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہیں؟ زندہ بھی ہیں یا مار دیئے گئے ہیں؟ درخواست میں والد نے کہا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میرے بیٹے کہاں ہیں اور اب تک ان کے ساتھ کیا ہوا ہے اور کیا ہوگا۔ میں ان سے مل سکوں گا یا نہیں مل سکوں گا۔ لیکن حالات و واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ میرے یہ دونوں بچے اکثر لال مسجد جایا کرتے تھے اس لئے انہیں ایجنسیوں نے اغواء کرلیا ہے۔ اگر میرے بچوں کو کچھ ہو گیا تو اس کی ذمہ داری جنرل پرویز مشرف اور وزیر داخلہ پر ہوگی۔

(روزنامہ اسلام، 18 مئی 2007ء)

سمیرا ملک اور انیسہ زیب طاہر خیلی جامعہ حفصہ پہنچ گئیں

اسلام آباد (وقائع نگار) لال مسجد کے خطیب مولانا عبدالعزیز نے وفاقی وزیر ترقی خواتین سمیرا ملک اور وزیر مملکت برائے تعلیم انیسہ زیب طاہر خیلی پر واضح کیا ہے کہ جب تک حکومت ان کے مطالبات تسلیم نہیں کرتی، چلڈرن لائبریری کا قبضہ نہیں چھوڑا جا سکتا۔ حکومت کے ساتھ مذاکرات ختم کئے جا چکے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے جمعرات کو یہاں خطاب میں کیا۔ اس موقع پر دونوں وزراء بھی موجود تھیں جنہوں نے جامعہ حفصہ کا دورہ کیا۔ لال مسجد کے خطیب اور دونوں وزراء کے درمیان بالواسطہ بات چیت کی گئی۔ انیسہ زیب طاہر خیلی نے کہا کہ چلڈرن لائبریری خالی کر دی جائے۔ تاہم انہوں نے کہا کہ ملک میں بے حیائی، غیر اسلامی اقدامات کئے جا رہے ہیں، دن بدن حالات خراب کئے جا رہے ہیں، اسلامی نظام سے متعلق ہمارے مطالبات پر توجہ نہیں دی جا رہی، مساجد کا مسئلہ بھی جوں کا توں ہے۔ ان حالات میں مذاکرات کس طرح ہو سکتے ہیں؟ انیسہ زیب طاہر خیلی نے صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ جامعہ حفصہ میں کوئی اسلحہ نہیں، ہم نے اس طرح کی کوئی چیز یہاں نہیں دیکھی۔ یہ لوگ یہاں پرامن تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ چلڈرن لائبریری سے متعلق ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ اس کا قبضہ وزارتِ تعلیم کے پاس ہونا چاہئے۔ (نوائے وقت، 18 مئی 2007ء)

اسلام آباد کے دروازوں پر عسکریت پسندوں کی دستک

(بے نظیر بھٹو)

افغانستان میں اپنی پناہ گاہوں سے بھاگنے والی انتہا پسند قوتوں نے اب دوبارہ قدم جما لئے ہیں جس کا خدشہ پاکستان پیپلز پارٹی نے ظاہر کیا تھا۔ وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ خدشات کہ اگر 2002ء میں پاکستان میں جمہوریت بحال نہیں ہوئی تو یہ قوتیں پاکستان میں دوبارہ منظم ہو جائیں گی۔ پاکستان میں 2002ء کے انتخابات میں دھاندلی، پارلیمان کا اجلاس بلانے میں تاخیر اور پاکستان پیپلز پارٹی کو ہارس ٹریڈنگ کے ذریعے توڑنے، تا کہ اس کی پارلیمان میں تعداد کم ہو جائے، ایسے اقدامات تھے جن کے ذریعے پاکستان کے لئے مضمرات پیدا کئے گئے۔ رپورٹوں کے مطابق یہ انتہا پسند جو مقامی اور غیر ملکی طالبان اور وسطی ایشیائی ممالک کے القاعدہ عناصر پر مشتمل ہیں، نے پاکستان قبائلی علاقوں میں اپنے ٹھکانے بنا لئے ہیں۔ یہ عناصر 2001ء میں اپنی شکست کے بعد دوبارہ مجتمع ہو چکے ہیں۔ یہ عناصر از سر نو منظم ہو چکے ہیں، اسلحے سے لیس ہو چکے ہیں اور خود کش حملہ آوروں کا استعمال کر رہے ہیں اور گوریلا حکمت عملی اپنا چکے ہیں۔

جنرل ضیاء کی ڈکٹیٹر شپ 80 کی دہائی کے دور میں افغان مجاہدین سے منسلک تھی۔ یہ افغان مجاہدین بعد میں طالبان بن گئے اور القاعدہ کا روپ دھار لیا۔ ان کے پاکستانی ساتھی آئی جے آئی بنے اور اب پاکستان مسلم لیگ (ق) کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

افغانستان میں 90 کی دہائی میں طالبان اور القاعدہ اپنی سرگرمیوں میں مصروف تھے جبکہ ان کے پاکستانی ساتھی، پاکستان پیپلز پارٹی کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف عمل رہے کیونکہ وہ پاکستان پیپلز پارٹی کو اپنی راہ میں رکاوٹ سمجھتے تھے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت 1996ء میں فوجی انتہا پسندوں اور ان کے ساتھیوں نے ایک سازش کے ذریعے ختم کی۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کے خاتمے کے ساتھ ہی قومی احتساب بیورو قائم کیا گیا جس میں پیپلز پارٹی سے نفرت کرنے والوں اور افغان جہاد سے منسلک سابق افسران اور اہلکاروں کا تقرر کر دیا گیا اور ایک دہائی

تک اس ادارے کو ملک کی مقبول قیادت کے خلاف استعمال کیا جاتا رہا۔ القاعدہ اور طالبان کے دوست جو پارلیمان میں موجود تھے اور خود کو چھپانے کے لئے ان پارلیمانی اراکین نے داڑھیاں منڈوا رکھی ہیں، نے مل کر پاکستان میں طالبانائزیشن کو فروغ دینا شروع کر دیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ پیپلز پارٹی کو الگ تھلگ کر دیا جائے اور عسکریت پسند انتہا پسندوں کو تقویت دی جائے اور یہ عمل مذہبی مدارس کے ذریعے کیا گیا۔ ان مدرسوں کا کام طلباء کی برین واشنگ کر کے پاکستانی طالبان بنانا تھا تاکہ یہ طالبان پاکستان پر قبضہ کریں۔ حالانکہ اسلام کی تعلیم ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں لیکن ان طلباء کو غلط سکھایا گیا کہ دین میں جبر ہے۔ مذہب کو ایسے مشینی انسان بنانے کے لئے غلط طور پر استعمال کیا گیا جن کی مدد سے انتہا پسندوں کے سیاسی مقاصد حاصل کئے جا سکیں۔ ان طالبان سے ایسی کارروائیاں کروائی جاتی ہیں جن سے شہریوں کے جان و مال، ان کی سلامتی اور استحکام، علاقائی اور عالمی امن کو خطرات لاحق ہوتے ہیں۔ یہ طالبان ایک ایسا لاوا ہے جو پھٹنے کے لئے تیار ہے اور جس کے پھٹنے سے پاکستان کی سڑکوں پر افراتفری اور انارکی پھیل جائے گی۔

خطرہ یہ ہے کہ اگر پاکستان میں ان عناصر کو تقویت دینے کے لئے انتخابات میں ایک مرتبہ پھر دھاندلی کی گئی تو یہ عناصر غلبہ پا لیں گے۔ حالیہ حکومتی ڈھانچہ پی ایم ایل (ق) پر مشتمل ہے۔ اس کے کچھ اراکین اعتدال پسند ہیں تاہم ان میں سے بہت سے ضیاء کی ڈکٹیٹر شپ کی باقیات ہیں جنہیں ضیاء کے دور کی انٹیلی جنس نے اکٹھا کیا ہوا ہے تاکہ پیپلز پارٹی کا راستہ روکا جائے اور اس کے لئے کبھی آئی جے آئی بنوائی گئی تھی اور اس وقت انہیں پی ایم ایل (ق) میں اکٹھا کیا گیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مذہبی پارٹیاں جو ایم ایم اے کی شکل میں اکٹھی ہیں، نے خود کو لال مسجد اور جامعہ حفصہ سے لاتعلق اور دور کیا ہوا ہے لیکن کابینہ نے اب تک ایسا نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اسلحہ سے بھرا ہوا ایک ٹرک لال مسجد جا رہا تھا جسے روکا گیا لیکن کابینہ کے ایک وزیر کے حکم پر اس ٹرک کو چھوڑ دیا گیا۔ کابینہ ہی کے اثر و رسوخ کی وجہ سے دو پولیس اہلکاروں کو اغواء کرنے والے انتہا پسندوں کے خلاف پولیس خود کیس دائر نہیں کر سکی۔ لال مسجد کے مذہبی رہنما کی تقرری خود کابینہ نے کی ہے اور اس سرکاری ملازم نے اسلام آباد میں نام نہاد شرعی عدالت قائم کر دی ہے۔ یہ قطعہ اراضی جہاں سیاسی مذہبی مدرسے موجودہ حکومت کے دور میں تعمیر کئے گئے ہیں حکومت پاکستان کی ملکیت ہے اور کابینہ کی ملی بھگت سے جامعہ حفصہ نے اس پر غیر قانونی قبضہ کیا ہوا ہے۔ اس سرکاری زمین پر ان مدرسوں کی تعمیر کے دوران حکومت نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ

اصلاحی مدرسے ہوں گے جن کے طالب علموں کی رجسٹریشن کی جائے گی۔ان مدرسوں کو تعلیم کے نام پر فنڈ دیئے گئے جس سے ان مدرسوں نے خود کو مستحکم کیا اور اب یہ اسلام آباد کے ایوانوں تک پہنچ گئے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ جامعہ حفصہ کو اس لئے ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ اس میں پڑھنے والی طالبات فوجی افسران کی بیٹیاں ہیں۔ حیرت زدہ کر دینے والی بات یہ ہے کہ ان طالبات کے والد اپنی بیٹیوں کو ڈنڈا بردار محافظہ بننے کی اجازت کیوں دے رہے ہیں؟

پاکستان پیپلز پارٹی نے 90 کی دہائی میں مالاکنڈ پر فوجی قبضے کی کوشش کو ناکام بنایا تھا جس کے بعد عسکریت پسندوں نے پیپلز پارٹی کے ایک پارلیمنٹیرین کو جاں بحق کر دیا، پولیس اسٹیشنوں پر قبضہ کر لیا، حکومت کے دفاتر پر قبضہ کر لیا اور کچھ بینکوں اور اسکولوں پر بھی قابض ہو گئے۔ پیپلز پارٹی نے پولیس اور پارلیمنٹیرینز کی ایک ٹیم بنائی اور ان کی بغاوت کو کچل دیا۔ تاہم جب پولیس اور دیگر اداروں میں انتہا پسند عناصر سرایت کر جائیں تو عسکریت پسندوں کی راہ میں رکاوٹ خود بخود ختم ہو جاتی ہے اور ایٹمی پاکستان میں انتہا پسندوں کا انقلاب لانا آسان ہو جاتا ہے۔

یہ تو صرف ایک مدرسہ سامنے آیا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ اسلام آباد اور دوسرے مقامات پر اس قسم کے کتنے سیاسی مدرسے موجود ہیں۔ لال مسجد کا مذہبی سربراہ اسلام آباد کے دیگر مدرسوں سے طلباء کو اپنی مدد کے لئے طلب کر سکتا ہے۔ اسلام آباد کے ہر کونے میں اس قسم کی بے قاعدہ فوج چھپی بیٹھی ہو سکتی ہے جو حکم کا انتظار کر رہی ہو۔ یہ صورتِ حال تباہ کن ہے۔ حکومت کہتی ہے کہ وہ کمزور نہیں بلکہ ہمدردی کا اظہار کر رہی ہے اور اسی لئے لال مسجد کے قریب ان دو مدرسوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہی۔ ایسی ہمدردی کا اظہار حکومت نے اس وقت نہیں کیا جب دو سال قبل 2005ء میں پیپلز پارٹی کے کارکن آصف علی زرداری کا استقبال کرنے کے لئے لاہور میں جمع ہوئے۔ یہ کارکن مکمل طور پر پرامن تھے، کراچی کے ضمنی انتخابات میں اسی سال فروری میں خواتین کارکنوں پر تشدد کیا گیا، انہیں مارا پیٹا گیا۔ یہاں تک کہ انہیں علاج کے لئے ہسپتالوں میں داخل ہونا پڑا۔ اقوامِ متحدہ کی خاتون نمائندہ اور ایک جج کی بہن کے ساتھ شرمناک سلوک روا رکھا گیا صرف اس بنا پر کہ وہ پرامن احتجاج میں شریک تھیں۔ ڈنڈا بردار طالبات نے اسلام آباد کی سڑکوں پر قبضہ کر لیا اور حجاموں، بیوٹی پارلروں اور موسیقی کی دکانوں کو کاروبار بند

کرنے کی دھمکیاں دیں۔

میں مسلمانوں کی اکثریت کی طرح اپنے مذہب اسلام پر فخر کرتی ہوں تاہم ہم جیسے مسلمان مذہبی رہنماؤں کی جانب سے اسلام کی ایسی تشریح جو دین میں جبر کو دعوت دے، کے خلاف ہیں۔ اسلام فرد پر بندوق کی نالی کے زور پر اپنی مرضی مسلط کرنے کے خلاف ہے۔ زبردستی اسلام میں نہیں ہے۔ اسلام سماجی انصاف مہیا کرنے، جہالت اور غربت کے خاتمے کا نام ہے۔ اسلامی معاشرے کی بڑائی یہ ہے کہ اس میں علم وفنون کو کامل ترقی ملی۔ الجبراء، ریاضی، منطق اور دیگر علوم نے ترقی کی۔ اسلام کی مسجدوں اور مناروں کی عظمت کو وہ لوگ نقصان پہنچا رہے ہیں جو علم سے دور کوتاہ ذہن ہیں اور جن لوگوں کو سوویت یونین کی طاقت کا سامنا کرنے کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ مسلم اور عالمی برادری 80 کی دہائی کے افغان جہاد کی باقیات کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتی کہ وہ اپنی بندوقوں کا رُخ مختلف قومیتوں، مذاہب اور عوام کی جانب موڑ دیں۔ اسلام کا نام استعمال کر کے یہ انتہاپسند ایک کے بعد دوسرے مسلمان معاشروں کو تباہ کرنے کے لئے اپنی طاقت استعمال کر رہے ہیں۔

افغانستان اور عراق میں جنگیں، ان انتہاپسندوں کی جانب سے ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملے کا نتیجہ ہیں۔ اس حملے کے بعد پُرامن اور امن پسند مسلمانوں کو تشدد پسند سمجھا جا رہا ہے۔ اس حملے سے عظیم مذہب اسلام کی ساکھ متاثر ہو رہی ہے۔ اس حملے کے بعد لاتعداد معصوم لوگوں کو جاں بحق کر دیا گیا ہے جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے جنگ کے دوران بھی نشانہ بنانے سے منع کیا ہے۔ خودکش حملہ آور سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں یہ لوگ مسلمان معاشروں کو تباہ کر رہے ہیں اور شہری آزادیوں کو ختم کر رہے ہیں۔

ان کی کارروائیں سے اسلام کی خدمت نہیں ہو رہی بلکہ اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے اور خدا کی مخلوق کو نقصان ہو رہا ہے۔ اسلام کے نام پر کیا جانے والا یہ تشدد ان مغربی ممالک میں سماجی ہم جہتی اور جمہوریت کو ختم کر دے گا جہاں مسلمان ایک بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ ان کی وجہ سے مغربی ممالک میں مقیم ہر مسلمان کی زندگی، عزت اور فلاح متاثر ہوگی۔ کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ مسلمان ممالک جیسا کہ پاکستان میں بھی کوئی محفوظ نہیں رہے گا، جہاں ڈنڈا بردار اہم عہدوں پر پہنچ جائیں گے اور بیرونی ممالک میں بھی کوئی محفوظ نہیں رہے گا، جہاں ہر مسلمان کو شک کی نظر سے دیکھا جائے گا اور وہ نفرت اور جرائم کا شکار بنیں گے۔ یہ انتہاپسند عالمی مالیاتی مارکیٹوں کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنا

دیں گے لیکن ان عالمی مالیاتی مارکیٹوں کی تباہی نے پوری دُنیا کا نظام تباہ ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہو گیا تو سب لوگ بشمول مسلمان بھی تباہ ہو جائیں گے۔ یہ اسلام کی خدمت نہیں ہو سکتی۔

ہم ای گلوبل ولیج میں زندہ ہیں۔ عالمی اقدار تمام مذاہب کا حصہ ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہنے کے لئے ہمیں اس بات کا احترام کرنا پڑے گا کہ دین میں کوئی جبر نہیں اور یہی اسلام کی تعلیمات میں شامل ہے اور ذاتی مذہبی عقائد کے لئے ہم ریاست کے سامنے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہیں۔

پاکستان میں انتہا پسندی کے معاملے میں ریاست کا اختیار کم ہوتا جا رہا ہے۔ پاکستانی کابینہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کو مزید مدرسے تعمیر کرنے کے لئے اراضی پیش کر رہی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کو اسلام آباد سے منتقل کرنے کے لئے یہ اراضی پیش کی جا رہی ہے۔ یہ صرف مزید سرکاری زمینیں ہتھیانے کا بہانہ ہے اور بالآخر یہ ہوگا کہ دونوں قطعات اراضی پر ان لوگوں کا قبضہ ہوگا۔ اس وقت جب اسکالروں کی توجہ اسلامی دُنیا اور دیگر ثقافتوں میں فرق پر ہے، ہمیں چاہئے کہ ہم مسلمانوں کے درمیان مختلف اقدار پر اپنی توجہ مرکوز کریں۔ عراق میں مسلمانوں کے درمیان فرق سب سے عیاں ہے جہاں اسلام کے نام پر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا خون بہا رہا ہے۔ اسلام آباد میں بھی یہی صورتِ حال ہے جہاں مسلمان ہی مسلمانوں کو دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اگر عسکریت پسندوں کو روکا نہیں جاتا تو یہ انتہا پسندی خونیں مذہبی انقلاب میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ عوام کی مرضی کے خلاف فوج کی جانب سے اقتدار پر قبضہ کی بجائے مذہبی عسکریت پسند بندوق کی نالی کے زور پر اقتدار پر قبضہ کر لیں گے۔ انتہا پسندوں کو قبائلی علاقوں، مالاکنڈ، پاراچنار اور ٹانک میں گھس جانے کی اجازت پہلے ہی دی جا چکی ہے۔ درہ آدم خیل میں لڑکیوں کے لئے نجی اسکولوں کو بند کروایا جا چکا ہے اور حجاموں سے وعدہ لیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کی داڑھیاں نہیں مونڈھیں گے۔ لوگوں کا کاروبار ختم ہو گیا اور عوام سے ان کی مرضی کے مطابق زندہ رہنے کا حق چھین لیا گیا۔ صرف اسی وجہ سے کہ حکومت نے انتہا پسندوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ ممکن ہے پنجاب اور وفاق کے دیگر علاقوں میں یہ انتہا پسند چھپ کر خاموش بیٹھے ہوں۔ پاکستان اس وقت ایک دوراہے پر کھڑا ہے اور پاکستان کے ساتھ عالمی برادری بھی دوراہے پر کھڑی ہے۔ اسلام آباد سے خطرے کی گھنٹی کی آواز واضح اور دُور تک سنائی دے رہی ہے۔

(نوائے وقت، 27 اپریل 2007ء)

علامہ عبدالرشید غازی کا خصوصی آرٹیکل

''اسلام آباد کے دروازوں پر اسلام کی دستک''

مختلف اخبارات میں بے نظیر بھٹو کا ایک کالم بعنوان ''اسلام آباد کے دروازوں پر عسکریت پسندوں کی دستک'' شائع ہو رہا ہے جس میں غالباً امریکی خشنودی کے پیش نظر ''طالبانائزیشن'' اور ''انتہاپسندی'' کو ہوا بنا کر پیش کیا گیا ہے اور یہ احساس دلایا گیا ہے کہ چونکہ محترمہ کو اپنے دور میں ''انتہاپسندی'' سے بار بار پالا پڑا ہے۔ لہٰذا فوجی قیادت کو کالے برقعوں کا یہ خالصتاً نسوانی معاملہ، بی بی کے ہاتھوں میں تھما کر واپس بیرکوں میں جا کر محض تماشا دیکھنے پر اکتفا کرنا چاہئے۔

اپنے کالم میں محترمہ نے جگہ جگہ آئی ایس آئی، جنرل ضیاء الحق مرحوم اور خصوصاً اپنی حریف جماعت مسلم لیگ (ق) پر ''طالبانائزیشن'' میں ملوث ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ الزامات ان دونوں جماعتوں کا اندرونی معاملہ ہے جس میں ظاہر ہے ہمیں لب کشائی زیب نہیں دیتی۔

محترمہ نے جابجا اس بات کو باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں اسلام پسند عناصر ''انتہاپسندی'' کو فروغ دے رہے ہیں۔ ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہاں ''انتہاپسندی'' سے ان کی کیا مراد ہے؟ اگر ''انتہاپسندی'' سے محترمہ کی مراد معصوم عوام کو قتل کرانا، یالا پتہ کرانا، یا سیاسی مقاصد کے لئے انہیں لوٹنا، سرکاری املاک کو نقصان پہنچانا اور دیگر تخریبی سرگرمیاں ہیں تو دنیا کا کوئی قانون اور مذہب اس کی اجازت نہیں دے سکتا اور اگر اس سے مراد اس سسٹم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا ہے جو متفق علیہ اقدار اسلامی مثلاً جہاد، حجاب پر قدغن لگائے، جو ظلم کو تحفظ دے، شعائر اسلامی کا کھلم کھلا مذاق اُڑائے اور جن میں عوام سسک سسک کے جینے پر مجبور ہوں تو یہ ہرگز انتہاپسندی نہیں بلکہ اپنے جائز حقوق کا مطالبہ ہے۔

ایک مسلم معاشرے کا یہ جائز حق ہے کہ اس میں اُوپر سے نیچے تک ہر فرد میں حقیقی اسلام کی جھلک نظر آئے۔ اگر اسلامی معاشرے کا کوئی فرد اپنی معاشرتی روایات سے غداری کرے تو وہ پورے معاشرے کا مجرم ہے۔ لہٰذا اسے قرار واقعی سزا ملنی چاہئے۔ آج جن اسلامی سزاؤں کو العیاذ باللہ وحشیانہ بتایا جاتا ہے اور جن کے نفاذ کی بات کرنے پر ہمیں انتہاپسند، دہشت

گرد، قدامت پسند اور نجانے کن کن القابات سے نوازا جاتا ہے، درحقیقت یہی سزائیں ایک مثالی اسلامی معاشرے کی بنیاد ہیں۔ اسلام ایک دینِ فطرت ہے، انسانوں کے جذبات اور مزاج کے عین مطابق اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ اسلام جہاں جرائم کی بیخ کنی کرتا ہے وہیں ان جرائم کے اسباب کا قلع قمع بھی کرتا ہے۔ پس دہشت گردی اور حقیقی اسلام میں وہی فرق ہے جو ایک قاتل کے خنجر اور جراح کے نشتر میں ہوتا ہے۔ غور کیجئے کہ ایک انسانیت کی موت ہے مگر دوسرا انسانیت کے لئے سراپا زندگی۔ کوئی جنونی کسی بے گناہ کو ظلماً قتل کردے تو بلاشبہ وہ دہشت گرد ہے لیکن معاشرے کے کسی ناسور کے لئے کوئی جج اگر پھانسی کا حکم دے تو یہ عین انصاف ہے۔ اسلام میں عدل وانصاف کے پیمانے بہت سادہ، واضح اور دوٹوک ہیں اور ہونا بھی یہی چاہئے۔ بدعنوان، کرپٹ، لٹیرے، عیاش اور بدمعاشوں کے لئے اسلام میں کوئی رعایت نہیں۔ ''نفاذِ اسلام'' کا نعرہ سن کر اگر یہ عناصر چیخ وپکار شروع کردیں تو یہ بالکل فطری سی بات ہے۔ قومی خزانے کو شیر مادر سمجھ کر گلچھرے اُڑانے والوں کو ''نفاذِ شریعت'' سے بدکنا ہی چاہئے اور اس پر حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر اس ملک میں شرعی نظام قائم ہوگیا تو ان کے اللّوں تللّوں کی ایک ایک پائی کا حساب لیا جائے گا۔

اگر الطاف حسین اور بے نظیر بھٹو کا دامن صاف ہے، اگر ان کے ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں ہے تو انہیں ''انتہا پسندوں'' سے ڈرنے یا گھبرانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ نظام بے گناہ اور مظلوم لوگوں کے لئے سراپا رحمت ومودّت ہے۔ محترمہ نے لکھا ہے کہ ''میں مسلمانوں کی اکثریت کی طرح اپنے مذہب اسلام پر فخر کرتی ہوں۔'' اگر محترمہ مسلمانوں کی اکثریت کی پیروی میں فخر کرسکتی ہیں تو اب انہیں اکثریت ہی کی تقلید کرتے ہوئے نفاذِ اسلام کی حمایت بھی کرنی چاہئے۔ موصوفہ نے ''طالبانائزیشن'' کے خلاف جن جملوں سے رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کی ہے ان میں سے چند اس طرح ہیں۔ ''ڈنڈا بردار اہم عہدوں پر پہنچ جائیں گے، یہ عناصر از سر نو منظم ہورہے ہیں، اسلحے سے لیس ہوچکے ہیں، خودکش حملوں کا استعمال کررہے ہیں جس سے اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے، یہ انتہا پسند عالمی مالیاتی مارکیٹوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنادیں گے۔'' وغیرہ وغیرہ۔ عالمی مالیاتی اداروں کے لئے خطرے کا الارم بجا کر محترمہ نے اس ظالم سرمایہ دارانہ نظام کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے جو چند افراد کے کندھوں پر سوار ہوکر دُنیا کی اکثریت پر مشتمل غریب طبقے پر حکمرانی کررہا ہے۔ خودکش حملوں کا تذکرہ کرتے ہوئے شاید محترمہ اس حقیقت کو فراموش کربیٹھیں

کہ خود کش حملہ تفریح طبع یا دل پشوری کے لئے کوئی نہیں کرتا بلکہ اس کے پیچھے محرومیوں اور مایوسیوں کے طویل سلسلے ہوتے ہیں۔ یہ ناتمام آرزوئیں، اُدھوری تمنائیں اور بے بسی کی انتہائیں ہاتھوں میں ڈنڈے بھی پکڑا سکتی ہیں اور سینے پہ بم بھی سجا سکتی ہیں۔ ہمارا مسلم معاشرہ، جو کبھی علم و فضل کی آماجگاہ اور فنون و ثقافت کی جولانگاہ تھا حقیقی اسلامی نظام نہ ہونے کی وجہ سے بحیثیت مجموعی احساسِ کمتری، مظلومیت اور بے بسی کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے۔ اس کا اصل مسئلہ ''روشن خیالی'' ہے نہ لولی لنگڑی امپورٹڈ جمہوریت بلکہ ہمیں دُنیا کے دوسرے ممالک ایران، اسرائیل اور امریکہ کی طرح مذہب پر آئین کو مرتب کرنا چاہئے۔ ''اسلام'' جدید دور کے ہر چیلنج سے نمٹنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے عملی مظاہرے کے لئے کرۂ ارض پہ چھوٹا سا ٹکڑا تو ایسا ہونا چاہئے جہاں بادشاہ سے لے کر عام شہری تک، رسم و رواج سے لے کر نظام ریاست تک اور قانون سے لے کر سزا تک سب کچھ ہمارا اپنا ہو۔ اس میں کسی سے مانگی ہوئی بھیک شامل نہ ہو۔ اگر یہ مذہبی فریضہ جو تمام مسائل کا واحد حل ہے، امن و آشتی سے پورا ہو جائے تو یقین کریں ہمارے ہاتھوں میں ڈنڈے نہیں، آپ کے لئے پھولوں کے ہار ہوں گے وگرنہ ہمیں بھی ہر طریقے سے احتجاج کا حق حاصل ہوگا۔

مذکورہ کالم میں موصوفہ نے مسلمانوں کے جذبات مجروح کرتے ہوئے ایک ایسا جملہ لکھ دیا ہے جو واضح طور پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ محترمہ شاہ سے وفاداری کا ثبوت دینا چاہتی ہیں۔ لکھتی ہیں کہ ''افغانستان اور عراق میں جنگیں، ان انتہا پسندوں کی جانب سے ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملے کا نتیجہ ہیں۔'' کون نہیں جانتا کہ برسہا برس کی جنگ سے تباہ حال افغانستان اور اس کے کرچی کرچی حکومتی ڈھانچے میں اتنی قوت موجود ہی نہیں تھی کہ وہ منظم پلاننگ کے تحت ایک جدید ایٹمی ملک کی دو محفوظ ترین عمارتیں اُڑا سکے۔ عراق میں جاری امریکی بربریت تانے بانے، نجانے کس طرح محترمہ نے نائن الیون سے جوڑ لئے۔ افسوس کہ محترمہ بھی یہودیوں کی عالمگیر سازش کا شکار ہو کر انہی کے لئے ملار ہیں ہیں۔

موصوفہ نے اپنے کالم میں موقع بموقع جامعہ حفصہ کی طالبات کے خلاف حکومتی ایجنسیوں کے پھیلائے ہوئے پراپیگنڈے کی بعض جزیات کو بھی بڑی شدومد سے بیان کیا ہے۔ نیز سابقہ حکومتوں کے ہاتھوں پی پی کے کارکنوں پر تشدد پر بھی دُکھ کا اظہار کیا ہے۔ طالبات سے متعلق ان کا کہنا ہے کہ طالبات نے ویڈیو سینٹرز بند کرا دیئے ہیں اور دھمکیاں دی ہیں۔ اسلام آباد کے گرلز اسکولوں کو تالے لگا دیئے ہیں۔ حکومت نے اسلحے سے بھرا ہوا ایک ٹرک لال مسجد تک پہنچا دیا ہے،

وغیرہ وغیرہ۔ان جھوٹے الزمات کا جواب آپ بذاتِ خود اسلام آباد آکر اور بچشم خود دیکھ کر پا سکتی ہیں، یا پھر اسلام آباد کے رہائشی ہی آپ کو بتا کر ان الزمات کی قلعی کھول سکتے ہیں۔لیکن جہاں تک آپ کے کارکنوں پر تشدد کی بات ہے تو خاطر جمع رکھیے، آپ کی ''ہراساں توقعات'' کے عین مطابق، عنقریب پاکستان میں نفاذِ اسلام ہونے کو ہے۔ پھر کسی بدمعاش کو اتنی جرأت نہ ہوگی کہ وہ معصوم شہریوں بشمول پی پی کے کارکنوں کو خوفزدہ کرے یا ان پر ظلم کرے۔ کیونکہ اسلام ہر قسم کے ظلم کی جڑ پر وار کرتا ہے۔

محترمہ نے پرویز مشرف حکومت پر الزام بھی لگایا ہے کہ وہ لال مسجد کی پشت پناہی کر رہی ہے اور ان کے خلاف کماحقہ کارروائی نہیں ہو رہی۔ یہ لکھتے ہوئے بے نظیر بھٹو شاید وہ وقت بھول گئی ہیں جب ان کے زمانہ اقتدار میں میرے والد مولانا محمد عبداللہ شہید کو لال مسجد کی خطابت سے بزورِ طاقت برطرف کرنے کی بھرپور کوششیں کی گئیں تاہم حکومت کی یہ کوششیں بری طرح ناکام ہوئیں اور بالآخر حکومت کو عملی طور پر اپنی شکست کا اعتراف کرنا پڑا۔ کیا محترمہ یہ حقیقت نہیں سمجھ سکتیں کہ آج لال مسجد کے خلاف سرکاری آپریشن میں وہی رکاوٹیں ہیں جو کل ان کی حکومت کو درپیش تھیں۔ نیز وہ انگشت بدنداں ہیں کہ جامعہ حفصہ میں فوجی افسران کی بیٹیاں بھی ڈنڈے اُٹھائے کھڑی ہیں، ان کے والدین انہیں کیوں منع نہیں کرتے؟ دراصل یہ ذرا ٹیکنیکل قسم کی باتیں ہیں جو ''حمیتِ دینی اور غیرت اسلامی'' سے تعلق رکھتی ہیں۔ شاید ان الفاظ کو سمجھنے کے لئے آپ کو اردو ڈکشنری کھولنے کی ضرورت پڑ جائے۔ لہٰذا ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ اپنے نازک شاہی ذہن پہ ان قدیم الفاظ کا بوجھ مت سوار کریں۔ نیز یہ امر قابل تعجب ہے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو ایک عرصہ تک پاکستان کی واحد خاتون سربراہ رہ چکی ہیں، کیا وہ بھی یہی سمجھتی ہیں کہ مملکت خداداد کے شہری خصوصاً ایک خالصتاً نسوانی تعلیمی ادارے کی طالبات اگر حکومت سے کوئی جائز مطالبہ کریں تو اسے سختی سے کچل دینا چاہئے؟ کیا یہ رویہ ''تشدد پسندی'' نہیں ہے؟ اور کیا پی پی کی قیادت ایسے اقدامات کو جائز تصور کرتی ہے؟ البتہ جہاں تک ہم پر حکومت کی پشت پناہی کا الزام ہے تو اے کاش ایسا ہوتا، اگر حکومت ہماری پشت پناہ بن کر نفاذِ اسلام کے لئے مخلص ہو جائے تو پھر ہمیں ڈنڈے اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہی تو ہمارا اہم ترین مطالبہ ہے۔ موجودہ حکومت نے باجوڑ میں ایک دینی مدرسے کے کمسن معصوم بچوں پر بمباری سے جو سبق سیکھا وہ آج ہمارے کام آرہا ہے، اب حکومت یہ بات اچھی طرح سمجھتی ہے کہ اگر دارالحکومت میں بھی اسی نوعیت کا آپریشن کیا گیا تو اس کا ردِعمل جس شدت سے سامنے آئے گا وہ حکومتی ایوانوں کو ناقابل نقصان پہنچائے گا۔ اس صورتِ حال کے پیش

نظر ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر آج کل محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ مسند اقتدار پر براجمان ہوتیں تو ایسے مطالبے کو جو چودہ کروڑ عوام کے دل کی آواز بن چکا ہو، کبھی طاقت سے دبانے کی حماقت نہ کرتیں۔

محترمہ نے اس خدشے کا اظہار بھی کیا ہے کہ ''ہوسکتا ہے کہ وفاق اور پنجاب میں بھی نفاذِ اسلام کے حامی (ان کے الفاظ میں انتہا پسند) موجود ہوں۔'' جی ہاں! آپ کے اندازے سو فیصد درست ہیں۔ وفاق اور پنجاب ہی نہیں، الحمدللہ بلوچستان، سرحد اور سندھ کی ہر گلی اور ہر گھر میں نفاذِ شریعت کے حامی موجود ہیں۔ پاکستان کے ہر عالم دین اور دانشور طبقے کی زبان پر اس بیہودہ اور فرسودہ نظام کی تبدیلی کی بات آچکی ہے اور عوام دلی طور پر ان کے ساتھ ہیں۔ بہت جلد آپ یہ منظر دیکھیں گی کہ اسلام آباد کے دروازوں پر، اس آمرانہ اور ظالمانہ نظام کے ڈسے ہوئے مسلمان کھڑے ہو کر ''انقلاب اسلامی'' کی رُوح پرور اذانیں بلند کر رہے ہوں گے اور آخری بات محترمہ اگر غور سے کان لگا سنیں تو ان کو اندازہ ہو جائے گا کہ اسلام آباد کے دروازوں پر ''عسکریت پسندی'' نہیں بلکہ ''اسلام'' کی دستک واضح طور پر سنائی دے رہی ہے۔

(نوائے وقت، 1 مئی 2007ء)

مولانا عبدالرشید غازی کے مختلف وضاحتی بیانات

اسلام آباد (وقائع نگار) جامعہ حفصہ کے نائب مہتمم علامہ عبدالرشید غازی نے چند سیاسی وغیر سیاسی تنظیموں کی جانب سے کراچی کے اخبارات میں شائع ہونے والے اشتہارات پر افسوس کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان اشتہارات کے مندرجات جامعہ حفصہ اور لال مسجد کی تحریک سے لاعلمی پر مبنی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم طالبات اور خواتین کو تعلیم سے محروم کرنے کی بات نہیں کر رہے بلکہ جامعہ حفصہ تو خود خواتین کی تعلیم کا ادارہ ہے جہاں ہم دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی علوم اور انگریزی زبان کی تعلیم دے رہے ہیں۔ خواتین کو گھروں میں بند کرنے کا تصور بھی عجیب ہے جبکہ جامعہ حفصہ میں تعلیم حاصل کرنے والی طالبات اپنے گھروں کو چھوڑ کر یہاں آئی ہیں اور جامعہ سے فارغ التحصیل اکثر طالبات مختلف تعلیمی اداروں میں دینی تعلیم دے رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کیا کسی نے دیکھا ہے کہ جامعہ کی طالبات نے خود شٹل کاک برقعہ پہنا ہے۔ جب طالبات نے خود شٹل کاک برقعے نہیں پہنے تو کسی کو کیسے پہنائیں گی۔ انہوں نے کہا کہ پردہ ایک اسلامی حکم ہے۔ عورت چاہے وہ چادر لے، برقعہ پہنے یا اپنے بدن کو اچھی طرح ڈھانپے، ہم نے کسی خاص قسم کے کلچر کے پردے کو

کبھی کسی پر جبراً نافذ نہیں کیا اور نہ ہی شریعت ہی اس کی اجازت دیتی ہے۔ اخبارات میں شائع ہونے والا اشتہار ایک ایسے ذہن کا عکاس ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے نابلد ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہم محض شٹل کاک برقعے کو اسلام نہیں سمجھتے بلکہ پردے کی ہر صورت کا جائز سمجھتے ہیں۔ تیزاب پھینکنے والی بات ایک جھوٹا پروپیگنڈا ہے جس کی گواہی اسلام آباد کے تمام صحافی دے سکتے ہیں۔ داڑھی رکھنا سنت رسولؐ ہے اور ہم نے کسی کو جبراً داڑھی رکھنے پر مجبور نہیں کیا ہے۔ یہ اعتراض بھی ہے کہ خواتین کا گاڑی چلانا حرام ہے، شرعی حدود میں گاڑی چلانے میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ آپ اپنے گھروں کے ٹی وی، ریڈیو، وی سی آر اور ٹیپ ریکارڈر کو غیر اسلام قرار دے کر تڑوانے پر تیار ہیں حالانکہ ان تمام آلات کی نہیں بلکہ اس کے غلط استعمال پر ہمیں تشویش ہے۔ یہ آلات جو کہ انسانیت کے فائدے کے لئے استعمال ہونے چاہئیں تھے لیکن ان کو فحاشی اور عریانی پھیلانے کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ فحاشی، عریانی اور بدکاری کا سبب بننے والے پروگراموں، فلموں اور اس جیسی دوسری چیزوں کو کون حلال اور جائز قرار دے سکتا ہے؟ ہم تو طالبات کو کمپیوٹر کی تعلیم دے رہے ہیں اور جامعہ حفصہ اور لال مسجد کی اپنی ویب سائٹ ہے جسے یہی طلبہ و طالبات چلاتے ہیں اور وہ بغیر سائنسی علم حاصل کئے ممکن نہیں۔ علامہ عبدالرشید غازی نے کہا کہ ہم پر یہ الزام بھی لگایا گیا ہے کہ ہم نے ڈنڈا بردار اور کلاشنکوفی شریعت عوام پر جبراً نافذ کی ہے۔ اس میں بالکل حقیقت نہیں ہے۔ ہم نے جبراً کسی پر کچھ نافذ نہیں کیا۔ شریعت کا نفاذ ہر مسلمان کی دل کی آواز ہے اور ہم نے شرعی عدالت کی جو بات کی ہے وہ لوگوں کی اپنی خواہش ہے جبکہ اس ملک میں پنچائتوں اور جرگوں کے غیر انسانی، غیر اخلاقی اور غیر قانونی ضابطے اور بہیمانہ فیصلے لوگوں پر جبراً مسلط کئے جاتے ہیں۔ طالبات نے ڈنڈے اپنی حفاظت کے لئے اُٹھائے ہیں، ان پر ماضی میں پولیس کمانڈوز کے حملے کے نتیجے میں وہ عدم تحفظ کا شکار ہیں اور انہیں ہمہ وقت کسی بھی ناگہانی حملے کا خطرہ ہے۔ علامہ عبدالرشید غازی نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ایک بڑی سیاسی جماعت کے رہنما نے ہم سے بات کئے بغیر خود ہی یہ فرض کر لیا کہ ہم جبر سے کام لے رہے ہیں۔ جبکہ وہ مظلوموں کی حمایت کے بلند و بانگ دعوے کرتے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے جامعہ حفصہ کی مظلوم طالبات پر ہونے والا ظلم نہیں دیکھا جن پر ایجنسیوں اور ریاست نے ظلم کیا۔ ہم پر ریاستی جبر اس لئے ہے کہ ہم شہید مساجد کی تعمیر نو اور ملک میں شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں۔ یہ بھی ظلم ہے کہ عوام کو ہمارے بارے میں گمراہ کن باتیں کر کے خلاف کیا جائے۔ (نوائے وقت، 15 اپریل 2007ء)

4 جولائی آپریشن سائلنس کا باقاعدہ آغاز

4 جولائی کو حکومت نے لال مسجد کا محاصرہ کر لیا اور اس کے خلاف باقاعدہ ''آپریشن سائلنس'' Operation Silance کا آغاز ہو گیا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق رات گئے آپریشن شروع کر دیا گیا۔ قبل ازیں دن بھر طلبا اور سیکورٹی اہلکاروں کے درمیان فائرنگ شیلنگ کے نتیجے میں 12 افراد جاں بحق 200 سے زائد زخمی ہو گئے۔ ذرائع کے مطابق ٹرپل ون بریگیڈ دینہ اور جہلم سے بھی آپریشن کے لئے سیکورٹی فورسز کو طلب کر لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ملٹری کمانڈوز اور ایلیٹ فورس بھی آپریشن میں حصہ لیں گے۔ اطلاعات کے مطابق جی 6 ایریا کی بجلی منقطع کی جا چکی ہے اور علاقے میں مسلح فوجی گاڑیوں کو بھی داخل ہوتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ ذرائع کے مطابق لال مسجد انتظامیہ اور سیکورٹی فورسز میں فائرنگ اور شیلنگ کا سلسلہ بھی جاری ہے اور مسجد سے الجہاد الجہاد کے نعروں کی آوازیں آ رہی ہیں۔ لال مسجد کے طلبہ اور رینجرز کے درمیان دن بھر فائرنگ کے تبادلے میں 12 افراد جاں بحق ہو گئے جبکہ 100 سے زائد زخمی ہو گئے ہیں۔ دوسری جانب ہلاکتوں میں اضافے کا خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے۔ لال مسجد انتظامیہ کا کہنا ہے کہ آپریشن میں ان کے 15 طلبہ جاں بحق ہوئے ہیں۔ دن ساڑھے 12 بجے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے طلبہ کو اطلاع ملی کہ رینجرز اہلکار وزارت ماحولیات اسٹیٹ آفس اور قریبی سکول کی عمارت میں پہنچ چکے ہیں۔ جامعہ حفصہ کی طالبات سڑکوں پر نکل آئیں اور انہوں نے رینجرز اہلکاروں پر پتھراؤ شروع کر دی۔ فائرنگ کے تبادلے میں ٹی وی چینل کا کیمرہ مین 2 راہگیر اور 2 رینجرز اہلکار اور 5 طلبہ جاں بحق جب کہ فائرنگ پتھراؤ، آنسو گیس کی شیلنگ اور دم گھٹنے سے 100 سے زائد افراد زخمی ہو گئے ہیں۔ دوسری طرف مسجد انتظامیہ کا کہنا ہے کہ آپریشن کے دوران ان کے 15 طلبہ جاں بحق ہوئے ہیں۔ دونوں جانب سے وقفے وقفے سے فائرنگ کا تبادلہ جاری رہا۔ اس دوران لال مسجد کے طلبہ نے وزارت ماحولیات اسٹیٹ آفس کی عمارتوں کو آگ لگا دی جس سے گاڑیوں سمیت سامان جل کر راکھ ہو گیا۔ صورتحال بدستور کشیدہ ہے اور اس

وقت جاں بحق ہونے والوں کو پمز پولی کلینک اور سی ڈی اے ہسپتالوں میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ لال مسجد کے قریب آبادا اور میلوڈی مارکیٹیں بند کر دی گئی ہیں اور ارد گرد کے سرکاری دفاتر کو خالی کرا لیا گیا ہے تاہم اب بھی وقفے وقفے سے دونوں جانب سے فائرنگ اور شیلنگ کا سلسلہ جاری ہے۔ قبل ازیں شہر کے تمام ہسپتالوں میں ہنگامی حالت کا نفاذ کر دیا گیا۔ پولیس حکام نے لال مسجد کے متعدد طلبہ کو زخمی حالت میں گرفتار کر لیا۔ پولی کلینک ہسپتال کے ذرائع نے 12 افراد کی ہلاکت کی تصدیق کی ہے جبکہ 100 سے زائد زخمیوں کو ہسپتال لایا گیا۔ ادھر وزارت ماحولیات کی بلڈنگ اور درجنوں گاڑیوں کو آگ لگا دی جبکہ وزیر ماحولیات نے بلڈنگ میں خودکش حملے یا وہاں سے لوگوں پر فائرنگ کیے جانے کی تردید کی ہے۔ آب پارہ کے علاقے میں فائرنگ کے نتیجے میں ایک تاجر ہلاک ہوا جبکہ پولی کلینک لائے گئے لال مسجد کے 2 مزید طلبہ کی ہلاکت کی بھی اطلاعات ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ فائرنگ کا تبادلہ اس اطلاع پر شروع ہوا کہ لال مسجد کے طلبہ نے رینجرز اور پولیس کے اہلکاروں سے بندوقیں چھین لیں جس پر رینجرز نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ پر فائرنگ اور آنسو گیس پھینکنا شروع کر دی طلبا بھی مورچہ بند ہو کر فائرنگ کر رہے ہیں۔ وہ مسلح ہیں اور بعض نے گیس ماسک بھی پہن رکھے تھے طلباء اور رینجرز میں تصادم شروع ہوتے ہی تمام مارکیٹیں، جی پی او سمیت تمام سرکاری دفاتر بند کر دیئے گئے اور لال مسجد کی طرف جانے والے تمام راستے بند کر دیئے گئے تھے۔ مسجد کے خلاف فائرنگ شروع ہوتے ہی لال مسجد سے اعلان جہاد کیا گیا اور تصادم کے دوران جامعہ حفصہ کی طالبات طلبہ کو پانی پلاتی رہیں۔ طالبات کو ہسپتال لائے جانے پر وہاں موجود لوگوں نے حکومت کے خلاف شدید نعرے بازی کی۔ ادھر وفاقی دارالحکومت کے تاجروں نے بھی دھمکی دی ہے کہ آپریشن ختم نہ ہوا تو تمام تاجر سڑکوں پر آ جائیں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ آب پارہ میں تاجر کی ہلاکت کی ذمہ دار حکومت اور لال مسجد ہے۔ تاجروں نے اپنے ساتھی کی ہلاکت کے خلاف پمز ہسپتال کے سامنے احتجاجی مظاہرہ بھی کیا۔ لال مسجد کے طلبہ اور پولیس رینجرز کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ جاری رہا۔ بڑی تعداد میں طلبا اور عام لوگ زخمی ہو گئے۔ ہسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ کر دی گئی۔ زخمی طالبات کے اپریشن کیے گئے ہیں۔ لال مسجد کے طلبہ نے وزارت ماحولیات کے دفتر کو آگ لگا دی ہے۔ پولی کلینک میں 100 کے قریب زخمی طلبہ و طالبات کو لایا گیا۔ پولی کلینک اور پمز ہسپتال میں زخمیوں کو لانے کا سلسلہ جاری ہے۔ علاقے کے عام لوگ بھی لال مسجد کے طلبہ و طالبات کی حمایت کر رہے ہیں۔ لال مسجد انتظامیہ کا کہنا ہے کہ

فورسز کی کارروائی سے 4 طلبہ شہید ہو چکے ہیں۔فائرنگ کا سلسلہ رینجرز نے شروع کیا۔ایمبولینس کی بڑی تعداد زخمیوں کو ہسپتال لے جا رہی ہے۔لال مسجد انتظامیہ نے صحافیوں سے کہا ہے کہ وہ لال مسجد سے دُور رہیں۔ طالبات کے والدین ان کو واپس لے جا رہے ہیں۔لال مسجد، کے سامنے 3 صحافیوں کو یرغمال بنا لیا گیا۔مسجد، مدارس کی سیکورٹی سخت کر دی گئی ہے۔لال مسجد انتظامیہ نے ملک کے دیگر مدارس کے طلبہ کو اسلام آباد بلا لیا ہے۔طلبہ جہاد کے نعرے لگا رہے ہیں اور مسجد کے اندر سے جہادی ترانے لگائے گئے ہیں۔سی ڈی اے کے قریبی ہسپتال میں 18 طالبات اور بڑی تعداد میں طلبہ زخمیوں کو لایا جا رہا ہے سفارتخانوں نے اپنے شہریوں کو محتاط رہنے کی ہدایت کر دی ہے۔عام لوگ تفتیش میں مبتلا ہو گئے ہیں لوگوں کی بڑی تعداد ہسپتالوں میں خون کے عطیات دے رہی ہے۔صوبہ بھر میں پولیس کو الرٹ کر لیا گیا ہے۔لال مسجد طلبہ نے ایف جی سکول کو بھی آگ لگا دی ہے۔نجی ٹی وی کے دو رپورٹر شیل لگنے سے زخمی ہو گئے۔طلبہ نے وزارت ماحولیات کے ملحقہ اسٹیٹ آفس کی عمارت کو آگ لگا دی ہے۔میلوڈی مارکیٹ، آب پارہ مارکیٹ بند، تمام ملحقہ بازار بند کر دیئے گئے ہیں۔آنسو گیس شیلنگ سے صحافیوں کو بڑی مشکل کا سامنا رہا شیلنگ سے قریبی علاقوں کے لوگ بھی متاثر ہوئے۔ہسپتال انتظامیہ نے 2 طلبہ کے جاں بحق ہونے کی تصدیق کر دی ہیں۔فائرنگ کا تبادلہ مسلسل جاری ہے بڑی تعداد میں زخمی طالبات کو ہسپتال میں لایا گیا ہے رینجرز والوں کا کہنا ہے کہ فائرنگ کا سلسلہ لال مسجد طلبہ کی جانب سے شروع کیا گیا جس کے جواب میں رینجرز پولیس کے اہلکاروں نے شیلنگ کی۔انتظامیہ کا کہنا ہے لال مسجد انتظامیہ کے خلاف اپریشن کا کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے تصادم میں نجی ٹی وی اسلام آباد کے بیورو چیف ابصار عالم پتھر لگنے سے زخمی ہو گئے انہیں ہسپتال داخل کرایا گیا ہے۔رینجرز کا کہنا ہے کہ شیلنگ پولیس اہلکاروں نے کی۔لال مسجد کے طلبہ نے وزارت ماحولیات کے دفتر پر پتھراؤ کیا۔لال مسجد انتظامیہ نے جہاد کا اعلان کر دیا ہے۔انتظامیہ نے مدارس کے باہر سیکورٹی سخت کر دی گئی ہے۔لال مسجد انتظامیہ نے کہا ہے کہ ہمارے اوپر حملہ کیا گیا ہے۔ہماری بچیوں کو زخمی کیا گیا ہے ان کو قتل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔مولانا عبدالرشید غازی اور دیگر رہنماؤں کا کہنا ہے کہ پولیس اہلکار اور رینجرز حکام یہاں سے چلے جائیں۔ہم پُرامن طریقے سے مسائل کا حل چاہتے ہیں۔ہماری مسجدیں شہید کی گئی ہیں ان کو تعمیر کیا جائے۔مولانا عبدالرشید غازی نے کہا ابھی خود کش حملے نہ کئے جائیں۔انہوں نے کہا اگر اپریشن کیا گیا تو ہم خود کش حملے شروع کر دیں

گے۔لال مسجد طلبہ حکمت عملی کے تحت مختلف مدرسوں میں پھیل گئے ہیں۔پولیس بھی مختلف علاقوں میں پھیل گئی ہے۔متحدہ مجلس عمل کے اراکین نے لال مسجد کا دورہ کیا ہے اور وہاں پر خطاب بھی کیا ہے۔لال مسجد کے طرف سے دھماکوں کی آوازیں سنی جارہی ہیں۔ہلاک ہونے والوں قانون نافذ کرنے والے ادارے کے اہلکار کا نام مبارک ہے۔قریبی علاقوں کے لوگ نقل مکانی پر مجبور ہو گئے ہیں۔نجی ٹی وی کے مطابق وزارت داخلہ نے مکمل اپریشن شروع کردیا ہے۔وزارت داخلہ نے اپریشن کی تردید یا تصدیق نہیں کی ہے۔مولانا عبدالرشید غازی نے کہا ہے کہ لیڈی ڈاکٹر بھیجی جائیں جو زخمی طالبات کا علاج کریں۔اسلام آباد پولیس کے سٹی سرکل کے ڈی ایس پی ملک ممتاز نے بی بی سی سے باتیں کرتے ہوئے بتایا کہ پانچ افراد کی ہلاکت کی تصدیق کی ہے پولیس افسر کے مطابق ہلاک ہونے والوں میں رینجرز کے دو اہلکار، جامعہ حفصہ کی ایک طالبہ اور دو طالبعلم شامل ہیں۔انہوں نے بتایا کہ یہ تمام ہلاکتیں گولی لگنے سے واقع ہوئی ہیں۔اسلام آباد کے وسط میں واقع لال مسجد کے اطراف میں آخری خبریں آنے تک کشیدگی برقرار تھی۔مشتعل طلبہ ''الجہاد الجہاد اور اللہ اکبر'' کے نعرے بلند کررہے تھے۔وزارت داخلہ کے حکام کے مطابق رینجرز کے ایک اہلکار کی ہلاکت کے علاوہ مزید اہلکار اور تین پولیس اہلکار زخمی ہوگئے ہیں۔زخمی ہونے والے طلبہ کی تعداد کا علم نہیں ہوسکا۔عینی شاہدین کے مطابق مسجد کے اطراف میں تعینات رینجرز اور مسجد کے احاطے اور اس سے ملحقہ سڑک پر مارچ شروع کردیا۔طالبات کو منتشر کرنے کے لئے پولیس اور رینجرز نے آنسو گیس کا استعمال کیا جس کے بعد فائرنگ شروع ہوگئی فائرنگ کی پہل کس جانب سے ہوئی اس کی فوری طور پر تصدیق نہیں ہوسکی۔تاہم اس فائرنگ میں رینجرز کا ایک اہلکار سینے میں گولی لگنے سے زخمی ہوگیا جو بعد میں فیڈرل گورنمنٹ سروسز ہسپتال پمز میں زخموں کی تاب نہ لاکر ہلاک ہوگیا۔مسجد کے ایک طالب علم نے بتایا کہ مسجد کے اندر موجود بہت سی طالبات آنسو گیس کی شیلنگ سے بے ہوش ہوگئی ہیں۔مسجد کے باد موجود بی بی سی اردو ڈاٹ کام کے نمائندے ہارون رشید کے مطابق مسجد کے طلبہ کے ہاتھوں میں ڈنڈے، پٹرول بم اور مسجد کی چھت پر موجود طلبہ کے پاس کلاشنکوف بھی تھیں۔بیشتر طلبہ نے منہ پر ڈھاٹے پہنے ہوئے تھے۔فائرنگ سے وفاقی دارالحکومت کے وسط میں واقع مسجد کے اطراف میں سراسیمگی پھیل گئی اور لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد وہاں پہنچ گئی۔ملکی اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد موقع پر موجود ہے۔اس سے قبل اسلام آباد جامعہ فریدیہ سے 100 کے قریب ڈنڈا بردار

طالبعلموں کو لال مسجد آنے کے لئے کہا گیا تھا۔ لال مسجد کے طلبہ نے وفاقی وزارت ماحولیات سٹیٹ آفس، خزانہ کا دفتر اور سی ڈی اے کے دفتروں کو آگ لگا دی جس کی وجہ سے قیمتی ریکارڈ اور سامان جل کر خاکستر ہو گیا جبکہ راستے بند ہونے کی وجہ سے فائر بریگیڈ کی گاڑیاں بروقت نہ پہنچ سکیں۔ حکومت نے جب لال مسجد میں اپریشن شروع کیا تو مشتعل طلبہ وفاقی وزارت ماحولیات کی بیک سائیڈ کی دیوار توڑ کر عمارت میں داخل ہو گئے اور وزارت کے اہم ریکارڈ کو مختلف جگہوں پر جمع کر کے آگ لگا دی جس سے قیمتی ریکارڈ جل کر خاکستر ہو گیا اسی دوران طلبہ کے دیگر گروپ وزارت خزانہ کے ذیلی ٹریژری وزارت ہاؤسنگ تعمیرات کے ادارے سٹیٹ آفس سی ڈی اے اور دیگر حکومت دفاتر میں داخل ہو گئے اور موجود مختلف کمروں میں آگ لگا دی جس سے اہم حکومتی ریکارڈ جل گیا۔ اپریشن کی وجہ سے لال مسجد کو آنے والے تمام راستے بند کئے گئے ہیں جس کی وجہ سے فائر بریگیڈ کی گاڑیاں بروقت موقع پر نہ پہنچ سکیں۔ اسی طرح پولیس اور رینجرز وزارت ماحولیات کے سامنے سڑک پر موجود تھے وہ طلبہ کو نہ روک سکے۔ وفاقی دارالحکومت کے تاجروں نے دھمکی دی ہے کہ اپریشن کو دو گھنٹے کے اندر ختم کیا جائے ورنہ شہر کے تمام تاجر سڑکوں پر آ جائیں گے۔ تاجروں نے کہا ہے کہ آب پارہ مارکیٹ میں ایک تاجر کے قتل کی ذمہ دار حکومت اور لال مسجد انتظامیہ ہے۔ تاجروں نے تاجر کی ہلاکت کے خلاف پمز ہسپتال کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ عصر کی نماز کے وقت متحدہ مجلس عمل کے رکن اسمبلی شاہ عبدالعزیز مذاکرات کے لئے لال مسجد گئے اس دوران فائرنگ اور شیلنگ کا سلسلہ بند رہا لیکن مذاکرات کی ناکامی کے بعد یہ سلسلہ شام ساڑھے چھ بجے دوبارہ شروع ہو گیا۔ اس دوران مسجد سے اعلان کیا گیا کہ ہم فورسز کو 45 منٹ کا وقت دیتے ہیں کہ وہ فائرنگ اور شیلنگ بند کر دیں اور واپس چلے جائیں۔ بصورت دیگر ہم سخت کارروائی کریں گے لیکن شیلنگ جاری رہنے پر اعلان کیا گیا کہ ہم خودکش حملوں کا اعلان کرتے ہیں چونکہ فورسز نے ہماری دی ہوئی مہلت سے فائدہ نہیں اٹھایا یہ بات قابل ذکر ہے کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے دوران فائرنگ اور شیلنگ کا سلسلہ بند رہا اور نمازوں کے اوقات میں لال مسجد میں اذان بھی دی گئی اور جماعت بھی کرائی گئی اس تمام عرصے میں نہ تو بجلی منقطع کی گئی اور نہ ہی پانی گیس بند کی گئی تاہم شام ساڑھے چھ بجے کے بعد علاقے کی بجلی بند کر دی گئی۔ ادھر لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں بے ہوش اور زخمی ہونے والے طلبہ و طالبات کو ڈیڑھ سو کی تعداد میں پولی کلینک پمز ہسپتال اور سی ڈی اے ہسپتال لایا گیا جبکہ تصادم کے نتیجے میں 12 افراد کے

جاں بحق ہونے کی اطلاع ہے جن میں لال مسجد کے طلبہ اور راہگیر اور رینجرز کے جوان بھی شامل ہیں۔عبدالرشید نے کہا کہ اسلام آباد انتظامیہ کے ساتھ ان کا معاہدہ ہو گیا تھا کہ تمام غیر قانونی سرگرمیوں سے انہیں آگاہ کریں گے لیکن اس کے باوجود سیکورٹی فورسز کی کارروائی سمجھ سے بالاتر ہے۔ایک نجی ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ گزشتہ روز لال مسجد کے طلبہ کے خلاف آنسو گیس، شیلنگ اور فائرنگ کا آغاز پہلے رینجرز نے کیا تھا اور شیلنگ اور بھگدڑ مچنے کے باعث سو سے ڈیڑھ سو کم عمر بچیاں زخمی ہوئیں جن میں سے کچھ کو ہسپتال لے جایا گیا۔مولانا عبدالرشید غازی نے مطالبہ کیا لیڈی ڈاکٹرز جامعہ حفصہ بھیجی جائیں جو زخمی بچیوں کا علاج کریں ایک سول کے جواب میں انہوں نے کہا کہ لال مسجد کے طلبہ کے پاس کوئی جدید اسلحہ نہیں بلکہ ٹریل نور انفلو اور تیس بور کے لائسنس یافتہ ہتھیار ہیں۔انہوں نے کہا کہ رینجرز پولیس کے کسی افسر نے لال مسجد انتظامیہ سے کوئی رابطہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود منگل کی صبح ایس ایس پی اسلام آباد سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں اوپر سے جو حکم ملتا ہے ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔مولانا عبدالرشید غازی نے کہا کہ گزشتہ دنوں اسلام آباد انتظامیہ کے ساتھ یہ طے پایا تھا کہ تمام غیر قانونی سرگرمیوں سے انتظامیہ کو آگاہ کیا جائے گا۔طلبہ نے ایسے کئی معاملات کی نشاندہی کی جن پر انتظامیہ کی طرف سے کارروائی بھی کی گئی لیکن منگل کی صبح اچانک لال مسجد اور جامعہ حفصہ کا محاصرہ کر لیا گیا اور کارروائی شروع کر دی گئی ہے جو کہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے مانیٹرنگ ڈیسک کے مطابق مولانا عبدالرشید غازی نے کہا ہے کہ ہم مذاکرات کے ذریعے معاملات کا حل چاہتے ہیں۔نجی ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حالات حکومت نے خود خراب کئے ہیں اگر لال مسجد سے باہر سے رینجرز اور پولیس ہٹائی جائے تو حالات بہتر ہو سکتے ہیں انہوں نے کہا کہ مذاکرات میں چودھری شجاعت حسین کے ساتھ جو بات چیت طے ہوئی تھی اسی کے مطابق معاملات حل کئے جائیں انہوں نے کہا کہ اسلامی نظام کا مطالبہ کوئی جرم نہیں ہے ملک کی اکثریتی آبادی کا یہ مطالبہ ہے انہوں نے کہا کہ حکومت تصادم چاہتی ہے لیکن ہم پرامن رہنا چاہتے ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس قانونی اسلحہ ہے جبکہ ہمارے شہدا کی تعداد زیادہ ہے انہوں نے کہا کہ ہمارے طلباء کا ردعمل فطری ہے ہم پر گولیاں برسائی جارہی ہیں انہوں نے کہا کہ ہماری ہسپتال جانے والی طالبات کو گرفتار کر لیا گیا ہے اس لئے اب ہم زخمی طالبات کو ہسپتال نہیں بھیج رہے بلکہ لیڈی ڈاکٹرز اور دیگر عملہ کو مدرسہ میں بھیجا جائے خودکش حملوں

کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ہمارے کسی طالبعلم نے خودکش حملے کی کوشش نہیں کی بلکہ یہ باہر سے کوئی لڑکا آیا ہے جس کو رینجرز نے گولی ماری ہے۔ اے این این کے مطابق مولانا عبدالرشید غازی نے کہا ہے کہ فائرنگ پہلے رینجرز نے شروع کی رینجرز کی جانب سے آنسو گیس کے استعمال کے باعث 100 سے 150 طالبات زخمی ہوئی ہیں ایک شیل براہ راست ایک بچی کے چہرے پر آ گرا ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کارروائی کیوں کی گئی ہے چند عناصر ہمارے اور حکومت کے درمیان تصادم چاہتے ہیں نجی ٹی وی چینلز کو الگ الگ انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم نے انتظامیہ کو بتا دیا تھا کہ کیونٹی سنٹر آب پارہ میں رینجرز کی تعیناتی سے طلباء مشتعل ہو سکتے ہیں لہٰذا رینجرز کو یہاں سے کچھ فاصلے پر ٹھہرایا جائے لیکن انتظامیہ نے رینجرز کو کمیونٹی سنٹر میں ٹھہرایا اور منگل کی صبح رینجرز نے مسجد کے قریب مورچہ بندی شروع کر کے مسجد کا محاصرہ کر لیا انہوں نے کہا کہ جب انتظامیہ سے حالت خراب نہ کرنے کیلئے کہا گیا تو ہمیں بتایا گیا اس کیلئے اوپر سے احکامات آئے ہیں اور معاملات ہمارے بس میں نہیں ہیں۔ مولانا عبدالرشید غازی نے کہا کہ ہمارے مسلح افراد کے پاس اسلحہ موجود ہے اور رینجرز کی فائرنگ کے جواب میں طلباء کو بھی فائرنگ کرنا پڑی انہوں نے کہا کہ ملک کے اندر سیلاب کے باعث بڑی تباہی ہوئی ہے اور لاشیں اٹھانے والا کوئی نہیں لیکن حکومت اسلام آباد میں بھی لاشیں گرانا چاہتی ہے جبکہ میڈیا کو لاشیں دکھانے سے منع کیا جاتا ہے حکومت نے عجیب تماشا بنا رکھا ہے انہوں نے کہا کہ چینی شہریوں کے اغواء کے بعد معاملات طے پا گئے تھے اور اب کی بار ہماری طرف سے کچھ نہیں ہوا تھا انہوں نے کہا کہ دوستی کی کوئی حد ہوتی ہے اور کوئی ہمارے گھر میں آ کر ہمارے بچوں کو خراب کرے تو ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے انہوں نے کہا کہ ہمارے شہریوں پر بیرون ملک مقدمات قائم ہوتے ہیں تو ہم غیر ملکیوں کو اپنے ملک میں سب کچھ کرنے کی اجازت کیوں دے دیں؟ سیکورٹی ایجنسیوں کی طرف سے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کو گھیرے میں لینے کے ساتھ ہی 3 جولائی کی شام ہی مولانا عبدالعزیز کی طرف سے ایک بیان اخبارات کو جاری کیا گیا جس میں انہوں نے جہاد کا اعلان کرتے ہوئے طلباء کو فدائی حملوں کی اجازت دے دی جامعہ حفصہ کے نائب مہتمم علامہ عبدالرشید غازی نے جنگ سے ٹیلیفون پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم پُر امن تھے خفیہ ایجنسیوں کے اہلکاروں نے صورت حال خراب اکر دی ہے رینجرز اور پولیس اہلکاروں کی فائرنگ سے ہمارے دس طلبہ و طالبات شہید ہو چکے ہیں جن میں ایک بزرگ بھی شامل ہے۔ انہوں نے کہا کہ بلوچستان میں

شدید سیلاب سے لوگ مر رہے ہیں ان کی لاشوں کو اٹھانے کی بجائے لاشیں گرانے آ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ شریعت کے نفاذ اور مساجد کی تعمیر کا مطالبہ غیر شرعی نہیں ہے اس کی سزا کیوں دی جا رہی ہے۔ ای ایف پی کے مطابق عبدالرشید غازی نے ایک ٹی وی چینل سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ حکام نے مسجد کا محاصرہ نہ کرنے کا معاہدہ توڑا۔ انتظامیہ سڑکوں پر بکھری لاشیں دیکھنا چاہتی ہے وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ ہماری طرف سے چینی باشندوں کے خلاف اقدام کے بعد کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ آن لائن کے مطابق صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے عبدالرشید غازی نے کہا کہ ہمارے پاس کوئی جدید اسلحہ نہیں، ٹرپل ٹو بندوقیں، پستول اور دیگر لائسنس یافتہ اسلحہ ہے۔ رائٹرز کے مطابق لال مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے بار بار فدائی حملے شروع کرنے کے اعلانات کئے گئے۔

اسی روز مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے محمد علی درانی، ظفر اقبال وڑائچ وزیر مملکت برائے امور داخلہ اور وزیر مملکت اطلاعات نشریات طارق عظیم نے مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ لال مسجد کے مسئلے سے نبٹنے کے لئے فیصلہ صدر جنرل پرویز مشرف اور وزیر اعظم شوکت عزیز کی صدارت میں منعقدہ ایک اعلیٰ سطح کے اجلاس میں کیا گیا ہے۔ وزیر مملکت برائے امور داخلہ ظفر اقبال وڑائچ نے بتایا کہ حکومت نے انتہائی صبر و تحمل کے بعد مسئلے سے نبٹنے کے لئے اہم فیصلے کئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ فیوجی سکس باؤنڈری سے سیون ایونیو نارتھ کی طرف، ویسٹ باؤنڈری، لقمان حکیم روڈ، ساؤت ایسٹ باؤنڈری، سہروردی اور نارتھ ایسٹ باؤنڈری، صدر روڈ کے علاقے میں نافذ کیا گیا۔ ظفر اقبال وڑائچ نے کہا کہ حکومت نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ مدرسہ حفصہ کے وہ لوگ جو پاکستان اور اسلام کے نام کو بدنام کر رہے ہیں ان کے خلاف ایکشن لیا جائے۔ اس سلسلے میں حکومت یہ بھی نہیں چاہتی کہ وہ ایسے اقدامات کر رہی ہے جیسے لگے کہ وہ غیر ملکی سے نبٹنے لگی ہے۔ چیف کمشنر نے کرفیو نافذ کر دیا ہے اور خاص ایریاز میں کیا ہے۔ حکومت کی طرف سے ٹی وی اور لاؤڈ سپیکر پر بار بار درخواست بھی کی جائے گی اور وارننگ بھی دی جائے گی کہ وہ لوگ ہتھیار ڈال دیں جو لوگ ہتھیار ڈال دیں گے انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ حکومت ان بچیوں کے والدین سے بھی درخواست کرتی ہے کہ جو ہتھیار ڈال دیں گے اور پُر امن شہری کی حیثیت سے اپنے آپ کو حکومت کے حوالے کر دیں گے انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص اسلحہ لے کر یا اسلحہ کے زور پر باہر نکلے گا تو

اسے گولی کا جواب گولی سے ہی ملے گا لہٰذا جوان قوانین کو توڑے گا جو قانونی کارروائی ہے وہ ہر صورت کی جائے گی۔ ظفر اقبال وڑائچ نے میڈیا سے بھی درخواست کی کہ وہ کرفیو کی خلاف ورزی نہ کریں اور ہتھیار ڈال دیں تا کہ اس ملک کے کسی شہری کو بھی خراش نہ آئے یہی حکومت کی خواہش ہے۔ انہوں نے میڈیا اور اسلام آباد کے شہریوں سے درخواست کی کہ جس علاقے میں کرفیو ہے وہاں احتیاط کریں کیونکہ پہلے بھی ہمارے شہریوں کا جانی نقصان ہوا ہے وہ ناقابل تلافی ہے۔ انہوں نے کہا اب اگر کسی نے اس مسئلے کو سیاسی ایشو بنایا اور اس کے لئے قانون ہاتھ میں لیا تو اس سے بھی سختی سے نمٹا جائے گا اور پورے ملک میں نمٹا جائے گا۔ ایک سوال پر انہوں نے بتایا کہ کرفیو فوری طور پر نافذ کیا گیا اور جس نے جس وقت اس کی خلاف ورزی کی اس کے خلاف اس وقت کارروائی کی جائے گی اگر کوئی شخص سڑک پر نکل کر رائفلیں لے کر کھڑا ہو جاتا ہے تو پھر اسے معاف نہیں کیا جائے گا۔ حکومت چاہتی ہے کہ وہ لال مسجد اور جامعہ سے باہر آ کر ہتھیار ڈال دیں لیکن اگر وہ اسلحہ لے کر باہر نکلیں گے تو پھر کیا ہو یہ میڈیا کے لوگ ہی بتا دیں کہ کیا کیا جا سکتا ہے اور کسی بھی سیاسی پارٹی کی حکومت ہو اور حالات یہاں تک پہنچ جائیں تو وہ کیا کرتی ہے حالت اس موقع پر وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات محمد علی درانی نے کہا کہ اس حوالے سے جو آئندہ اقدامات ہوں گے ان کے بارے میں علاقے کے رہنے والوں کو بھی مطلع کر دیا جائے گا۔ اس ساری کارروائی کی قیادت وزارت داخلہ کر رہی ہے اور اس کی درخواست پر رینجرز موجود ہے جس جس کی جس وقت ضرورت ہو گی محکمہ داخلہ اس کا فیصلہ کرے گا اور اس کے مطابق اپنی ذمہ داریاں نبھائے گا۔ پولیس، آرمی اور رینجرز کے لئے درخواست کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپریشن کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ کسی ایک جگہ پر جا کر پولیس یا فوج نے حملہ کر دینا ہے یہ کہا گیا ہے کہ آپریشن کا فیصلہ کر لیا گیا ہے اور یہ کہا ہے کہ کرفیوں کی خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف فوری طور پر کارروائی ہو، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فوج جامع حفصہ کے اندر داخل ہو کر حملہ کر رہی ہے لیکن اب یہ سلسلہ ہم چلنے نہیں دیں گے۔ اجلاس میں چوہدری شجاعت حسین، مشاہد حسین سید اور دیگر اعلیٰ حکام نے شرکت کی۔ اسلام آباد سے نمائندہ جنگ کے مطابق صدر جنرل پرویز مشرف کی زیر صدارت ہونے والے اعلیٰ سطح کے اجلاس کے بعد فوج کے کمانڈوز کی گاڑیاں بھی وفاقی دارالحکومت میں نظر آنا شروع ہوئی تھیں جبکہ تھانہ آب پارہ میں پولیس نے اپنی تمام تر تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ جیو کے مطابق حکومت نے صرف ایک پریشر بڑھانے کے لئے اقدامات کئے

ہیں۔ جامعہ اور لال مسجد کے سٹور میں جو چیزیں پڑی ہیں، کھانے پینے کی جو اشیاء ہیں وہ ختم ہوں گی اور ہو سکتا ہے کہ حکومت کسی چینل سے ان سے مذاکرات جاری رکھے گی اور مولانا فضل الرحمٰن، عبدالغفور حیدری، وزیر اعلیٰ سرحد اکرم درانی اسلام آباد پہنچ گئے ہیں اور فرنٹیئر ہاؤس میں ہیں۔ (روزنامہ جنگ لاہور۔ 4 جولائی 2007)

3 / جولائی ہی کو لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف سیکورٹی فورسز کے آپریشن کی خبر نے جنگل کی آگ کی طرح سارے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ملک کے مختلف حصوں میں حکومت کے خلاف احتجاج کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سوات میں دس ہزار افراد پر مشتمل مظاہرین نے اس آپریشن کے خلاف مظاہرہ کیا اور حکومت کو آپریشن نہ روکنے کی صورت میں فدائی حملوں کی دھمکی دی۔ مظاہرین نے حکومت اور صدر پرویز مشرف کے خلاف زبردست نعرے لگائے اور آپریشن بند کرنے کا مطالبہ کیا۔ ایبٹ آباد میں مظاہرین نے شاہراہ ریشم اور نوشہرہ میں جی ٹی روڈ اور مانسہرہ میں شاہراہ قراقرم کو بلاک کر دیا، مشتعل مظاہرین نے سرکاری املاک پر فائرنگ، پتھراؤ کیا ادھر مری میں مشتعل مظاہرین نے مال روڈ پر کے ایف سی، ایم پی چیک پوسٹ پر پتھراؤ کیا اور توڑ پھوڑ کی اس موقع پر چیک پوسٹ میں موجود دو ملٹری پولیس کے اہلکار سخت زخمی ہو گئے سوات کے مولانا فضل اللہ نے جامعہ حفصہ کے خلاف آپریشن بند نہ کرنے کی صورت میں اسلام آباد میں فدائی حملوں کی دھمکی دی ہے۔ مولانا فضل اللہ کی اپیل پر دس ہزار سے زائد افراد نے ڈھیری گراؤنڈ میں جمع ہو کر زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا۔ جس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا فضل اللہ اور دیگر مقررین نے کہا کہ جامعہ حفصہ کے خلاف آپریشن امریکا کی ایما پر ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت نے جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے خلاف آپریشن بند نہ کیا تو سوات میں ہمارا اور حکومت کا معاہدہ ٹوٹ سکتا ہے جس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر عائد ہو گی۔ دریں اثناء سوات میں سیکورٹی ہائی الرٹ، تمام تھانوں اور اہم مقامات پر پولیس اور ایف سی کے جوان تعینات کر دیئے گئے۔ علاقے میں ایمرجنسی کا سماں، لوگوں میں شدید خوف و ہراس پھیل گیا۔ مانسہرہ سے ہمارے نمائندے کے مطابق چھتر پلین میں لال مسجد کے واقعے پر احتجاجاً لوگوں نے اڑھائی گھنٹے تک شاہرہ قراقرم کو ٹریفک کے لئے بند رکھا اور حکومت کے خلاف نعرہ بازی کرتے رہے جامع مسجد کنگو سے ایک جلوس نکالا گیا جس نے مانسہرہ چوک میں روڈ بلاک کر دیا۔ ادھر غازی کوٹ میں ٹاؤن شپ کے دفتر پر فائرنگ اور پتھراؤ کیا گیا۔ مظاہرین نے بعض اہم فوجی عمارتوں پر بھی

زبردست پتھراؤ کیا۔ آزاد کشمیر کی جانب جانے والی سڑک پر مظاہرین نے پی سی بھوربن چوک پھگواڑی اور دیول کے علاوہ مختلف مقامات پر رکاوٹیں کھڑی کر کے ٹریفک کو گھنٹوں روکے رکھا۔ ادھر ملحقہ گلیات سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق مشتعل مظاہرین نے تھانہ خانس پور پر قبضہ کر لیا ہے جبکہ پولیس فورس وہاں سے فرار ہوگئی۔ ایبٹ آباد شہر میں مغرب کی نماز کے بعد شہر کے چاروں اطراف سے مختلف مدارس کے طلبا سمت ہزاروں لوگ سڑکوں پر نکل آئے اور رات گئے تک پورا ایبٹ آباد شہر سراپا احتجاج نظر آیا جبکہ مشتعل مظاہرین نے ایبٹ آباد شہر کے مختلف بنکوں سمیت سرکاری عمارتوں پر ہلہ بول کر انہیں تہس نہس کر دیا۔ مظاہرین نے ایبٹ آباد کے مختلف اہم مقامات پر لگے مختلف کمپنیوں کے سائن بورڈ نہ صرف توڑ ڈالے۔ ایبٹ آباد کینٹ کے تھانہ کینٹ کے ساتھ مختلف سرکاری عمارتوں خصوصاً بنکوں کو مکمل طور پر نقصان پہنچایا گیا۔ مظاہرین وقفے وقفے سے الجہاد الجہاد کے نعروں کے علاوہ صدر پرویز مشرف کے خلاف زبردست نعرے بازی بھی کرتے رہے۔ ادھر نوشہرہ میں مدرسوں کے ہزاروں طلبا نے نوشہرہ مشوبر چوک کو ہر قسم کی ٹریفک کے لئے بلاک کر دیا احتجاجی مظاہرے کی قیادت جمیعت علما کے صاحب علی نے کی۔ علاوہ ازیں کوئٹہ پریس کلب سے میزان چوک تک احتجاجی ریلی بھی نکالی گئی۔ میزان چوک پر ریلی کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے ممبر قومی اسمبلی مولانا نور محمد، جمیعت علمائے اسلام کے ضلعی امیر حافظ فضل محمد بڑیچ اور دیگر رہنماؤں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جامعہ حفصہ کے پُرامن طلبا و طالبات کے خلاف آپریشن فوری طور پر بند کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی پنجاب بھر میں سیکورٹی کو الرٹ کر دیا گیا۔ حکومت نے دینی مدارس پر کڑی نظر رکھنی شروع کر دی۔

▪ ▪ ▪

خون ناحق کس کے سر؟

5 جولائی کے روزنامہ نوائے وقت میں اس حوالے سے میرا ایک اہم آرٹیکل بعنوان ''خون ناحق کا ذمہ دار کون''؟ شائع ہوا جس میں صورتحال کا تجزیہ کچھ اس طرح کیا گیا تھا۔ اس خونیں ڈرامے کا آج بالآخر ڈراپ سین ہو گیا جس کا باقاعدہ آغاز مارچ کے اوائل میں ہوا تھا جب جامعہ حفصہ کی طالبات نے چلڈرن لائبریری پر قبضہ کر لیا اور لال مسجد کے ذمہ دار مولانا عبدالرشید غازی اور مولانا عبدالعزیز نے حکومتی بداعمالیوں کے خلاف شدید احتجاج کرتے ہوئے شریعت نافذ کرنے کی شرط سے چلڈرن لائبریری کا قبضہ چھوڑنا مشروط کیا تھا جس کے بعد سے حکومتی اور مذہبی سطح پر کئی وفود نے ملال مسجد کی انتظامیہ سے رابطہ کیا جن کی نمائندگی زیادہ تر مولانا عبدالرشید غازی ہی کرتے رہے ان کی طرف سے کسی بھی قسم کی لچک کا مظاہرہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ غازی صاحب کا ایک ہی تقاضا تھا کہ حکومت اسلام آباد کے گردونواح سے فحاشی کے تمام اڈے ختم کرے ملک میں شریعت نافذ کرے مساجد دوبارہ تعمیر کرے۔ ان کے اکابرین اور علماء نے جن میں دینی مدارس کے وہ جید علمائے کرام بھی موجود تھے۔ میڈیا کو بتایا کہ وہ شریعت کے نفاذ کے لئے اپنایا جانے والا یہ طریق کار بالکل ناجائز اور غیر اسلامی سمجھتے ہیں تاہم ان میں سے کسی نے بھی حکومت کو کوئی ایکشن خصوصاً سیکورٹی فورسز کے ذریعے قانون پر عملدرآمد کروانے کا مشورہ نہیں دیا اور بہرطور کوشش یہی رہی کہ یہ معاملہ بات چیت کے ذریعے حل کر لیا جائے جبکہ لال مسجد کی طرف سے معاملات کو شدت کی طرف لے جانے کا سلسلہ جاری رہا۔ پہلے انہوں نے آنٹی شمیم کو اغوا کیا جس کے بعد پولیس ملازمین اغوا ہوئے اور آخر میں چائنیز مساج سنٹر کے چینی ملازمین کو اغوا کیا گیا گو کہ وزیر مذہبی امور اعجاز الحق نے بتایا کہ اس مساج سنٹر سے تو چودھری شجاعت بھی علاج کرواتے رہے ہیں۔ اس کے بعد سے حکومت کے رویے میں زیادہ سختی آنے لگی اور حکومت نے کچھ روز پہلے رینجرز کو مسجد کے سامنے پوزیشن لینے کا حکم دیا جس کے بعد سے لال مسجد کی انتظامیہ نے وارننگ دینا شروع کی اور مسجد میں مورچے سنبھال لئے اور منگل کو دن کے

گیارہ بجے ایک حادثے کے نتیجے میں مسلح تصادم کا افسوسناک آغاز ہو گیا۔ اسلام آباد میں قانون نافذ کرنے والے اداروں اور لال مسجد کے طلباء کے مابین فائرنگ کا سلسلہ منگل اور بدھ کی درمیانی شب وقفے وقفے سے جاری رہا جبکہ بدھ کی صبح تک ہلاک ہونے والے افراد کی تعداد 12 ہو گئی تھی۔ کچھ ذرائع یہ تعداد بائیس اور کچھ اسے سے بھی زیادہ بتا رہے تھے۔ ایمبولنس ڈرائیوروں نے یہ تعداد بہت زیادہ بتائی۔ فائرنگ کے تبادلے میں مزید افراد کے زخمی ہونے کی بھی اطلاع ہے۔

ڈی ایس پی سٹی سرکل ملک ممتاز نے بی بی سی کو بتایا کہ ہلاک ہونے والوں میں وہ افراد شامل ہیں جو گزشتہ روز ہونے والی فائرنگ میں زخمی ہوئے تھے اور رات کو زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسے۔

حکومت نے منگل اور بدھ کی درمیانی رات لال مسجد کے علاقے میں کرفیو نافذ کرتے ہوئے مسجد کے طلبہ پُر امن طریقے سے ہتھیار ڈالنے کے لئے کہا ہے۔ ہتھیار ڈالنے کے لئے رات تین بجے کی ڈیڈ لائن دی گئی تھی لیکن یہ سلسلہ بڑھا دیا گیا۔ تاہم کرفیو کی خلاف ورزی کرنے والے ہر شخص کو گولی مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آبپارہ تھانے میں لال مسجد کے خطیب مولانا عبدالعزیز ان کے بھائی اور ترجمان مولانا عبدالرشید غازی سمیت چار سو افراد کے خلاف قتل، اقدام قتل، دہشت گردی اور دیگر دفعات کے تحت مقدمہ بھی درج کر لیا گیا ہے۔ دونوں بھائی آخری اطلاعات کے مطابق لال مسجد کے اندر کسی محفوظ جگہ پر منتقل ہو گئے ہیں جہاں سے وہ ٹیلی فون پر طلباء سے رابطے میں ہیں۔ اسلام آباد میں ایوان صدر اور پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے فوج تعینات کر دی گئی ہے اور بکتر بند گاڑیاں لال مسجد کے نزدیکی علاقے میں موجود ہیں۔ لال مسجد کے علاقے میں لاؤڈ سپیکروں پر ہونے والے اعلانات میں مقامی آبادی سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور باہر نہ نکلیں۔ ہتھیار ڈالنے کے حکم اور کرفیو کے نفاذ کا اعلان وزیر مملکت برائے داخلہ ظفر اقبال وڑائچ نے اسلام آباد میں آدھی رات کے بعد ایک اخباری کانفرنس میں کیا۔ اس موقع پر وزیر اطلاعات محمد علی درانی بھی موجود تھے۔ وفاقی وزیر مملکت برائے امور داخلہ ظفر اقبال وڑائچ نے یہ بھی بتایا کہ پولیس نے پہلے ہی رینجرز اور فوج کی مدد کے لئے درخواست دے دی تھی۔ ظفر اقبال وڑائچ نے کہا کہ لاؤڈ سپیکروں اور میڈیا کے ذریعے اعلانات کئے جائیں گے تاکہ جو ہتھیار ڈالنا چاہے ڈال دے۔ وزیر مملکت کے مطابق کرفیو کے نفاذ کا فیصلہ صدر جنرل پرویز مشرف اور وزیر اعظم شوکت عزیز نے ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں کیا۔ مسجد کے خلاف اس ایکشن کا فیصلہ پاکستان اور اسلام آباد کو بدنام کرنے کی کوشش کرنے والوں کو ایسا کرنے سے روکنے کے لئے کیا گیا ہے۔

انہوں نے علاقے میں پھنسے ہوئے عام شہریوں کی سہولت کے لئے سرکاری ٹیلیفون نمبرز بھی جاری کیے جن پر ان کو مدد فراہم کی جا سکے گی ادھر مسجد کے ارد گرد کے علاقے میں رینجرز کی تعیناتی کا سلسلہ جاری ہے۔ مسجد کو جانے والے تمام راستے پولیس نے پہلے ہی بند کر دیے تھے۔ مسجد کے گرد سڑکوں کو مزید خاردار تاریں لگا کر بند کیا گیا ہے۔ علاقے میں کشیدگی جاری ہے اور وقفے وقفے سے گولیاں چلنے کی آوازیں بھی سنی جا سکتی ہیں۔ اسلام آباد میں لال مسجد کے باہر رینجرز اور طلباء کے درمیان فائرنگ سے زخمی ہونے والے ایک اور راہگیر کی ہلاکت کے ساتھ ہی منگل کو ہونے والی جھڑپوں میں ہلاک ہونے والے افراد کی تعداد نو ہو گئی تھی۔ ہلاک ہونے والوں میں پانچ طلبہ، ایک صحافی، دو رینجرز اہلکار اور ایک راہگیر شامل ہیں۔ جبکہ ایک سے سے زائد لوگ زخمی ہوئے ہیں۔ وزیر مملکت برائے داخلہ ظفر اقبال وڑائچ نے منگل کو ایک پریس کانفرنس میں نو افراد کی ہلاکت کی تصدیق کی تھی۔ ظفر اقبال وڑائچ کے مطابق ہلاک ہونے والوں میں مدرسے کے چار طلبہ، رینجرز کے ایک اہلکار اور ایک صحافی بھی شامل ہیں۔ پولیس نے بتایا ہے کہ تمام ہلاکتیں گولی لگنے سے واقع ہوئی ہیں۔ اطلاعات کے مطابق اسلام آباد کے ہسپتال پولی کلینک میں 58 زخمیوں کو لایا گیا۔ اسلام آباد میں موجود بی بی سی کے نامہ نگار کے مطابق منگل کو ہلاک ہونے والوں میں صحافی جاوید خان، رینجرز کے لانس نائیک مبارک حسین اور آبپارہ کے تاجر امریز شامل ہیں۔ نامہ نگار کے مطابق ہلاک ہونے والے دیگر افراد میں محمد اعجاز بھی شامل ہیں جو فائیو سٹار ہوٹل سرینا کی چھت پر کام کر رہے تھے۔ ہلاک ہونے والے دیگر افراد میں باجوڑ سے تعلق رکھنے والے کرامت اللہ، عام شہری فیاض ملک اور بائیس سالہ طالب علم محمد رفیع شامل ہیں۔ بدھ کی صبح تک یہ تعداد بائیس ہو چکی تھی۔ لال مسجد کے نائب مہتمم عبدالرشد غازی نے الزام لگایا ہے کہ منگل کی صبح فائرنگ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے شروع کی اور مدرسے کے طلباء نے صرف جوابی کارروائی کی۔ انہوں نے الزام لگایا کہ انتظامیہ نے مسجد کا محاصرہ نہ کرنے کے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے۔ مولانا عبدالرشید غازی نے کہا کہ حکومتی کارروائی کے خلاف احتجاج کرنے والے صرف مدرسے کے طلباء نہیں ہیں بلکہ تاجر اور دیگر تعلیمی اداروں کے طلبہ بھی ان کے ساتھ شامل تھے۔ انہوں نے کہا کہ احتجاج کرنے والوں پر فائرنگ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ عینی شاہدین کے مطابق مسجد کے اطراف میں تعینات رینجرز اور مسجد کے احاطے اور اس سے ملحقہ سڑک پر مورچہ بند طلباء کے درمیان منگل کو کشیدگی اس وقت شروع ہوئی تھی جب مسجد حفصہ کی درجنوں طالبات نے مسجد سے نکل کر

سڑک پر مارچ شروع کر دیا۔ مشتعل طلباء وطالبات ''الجہاد الجہاد'' اور ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ طالبات کو منتشر کرنے کے لئے پولیس اور رینجرز نے آنسو گیس کا استعمال کیا جس کے بعد فائرنگ شروع ہوگئی۔ فائرنگ کی پہل کس جانب سے ہوئی۔ اس کی فوری طور پر تصدیق نہیں ہوسکی۔ تاہم اس فائرنگ میں رینجرز کا ایک اہلکار سینے میں گولی لگنے سے زخمی ہوگیا جو بعد میں فیڈرل گورنمنٹ سروسز ہسپتال پمز میں زخموں کی تاب نہ لاکر ہلاک ہوگیا۔ مسجد کے باہر موجود بی بی سی اور ڈاٹ کام کے نمائندے ہارون رشید کے مطابق مسجد کے طلباء کے ہاتھوں میں ڈنڈے، پٹرول بم، اور مسجد کی چھت پر موجود طلباء کے پاس کلاشنکوف بھی تھیں۔ بیشتر طلباء نے منہ پر ڈھاٹے پہنے ہوئے تھے اس سے قبل اسلام آباد میں جامعہ فریدیہ سے ایک سو کے قریب ڈنڈا بردار طالب علموں کو لال مسجد پہنچنے کے لئے کہا گیا تھا۔ فائرنگ سے وفاقی دارالحکومت کے وسط میں واقع مسجد کے اطراف میں سراسیمگی پھیل گئی اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد وہاں پہنچ گئی۔ عینی شاہدین کے مطابق لال مسجد سے تعلق رکھنے والے طلبہ نے کورڈ مارکیٹ کے قریب واقع ایک سرکاری سکول پر قبضہ کر لیا اور وہاں توڑ پھوڑ کی۔ مشتعل طلبہ نے جامعہ حفصہ کے سامنے واقع سٹیٹ آفس اور اس سے متصل وزارت ماحولیات کی عمارت اور اس کے احاطے میں کھڑی گاڑیوں کو بھی آگ لگا دی۔ جس کے بعد صورتحال انتہائی سنگین ہوگئی اور شام کے بعد سیکورٹی فورسز کی آمد شروع ہوئی۔ رات کو کرفیو لگا دیا گیا اور مسجد میں موجود لوگوں کو وارننگ دی گئی کہ صبح کے تین بجے تک کا وقت دیا گیا جس کے بعد یہ ڈیڈ لائن دن کے گیارہ بجے تک بڑھا دی گئی۔ اس دوران علمائے کرام اور خصوصاً مولانا فضل الرحمٰن نے اپنی انتہا کوشش بھی جاری رکھی۔ انہوں نے اسلام آباد کی جامعہ محمدیہ میں علمائے کرام کا اجلاس بلایا اور علماء کے وفود بھی لال مسجد کی طرف گئے جنہوں نے اپنی انتہائی کوشش کی کہ یہ سلسلہ ختم ہو اور مزید خون خرابہ رک جائے لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوسکا۔

لال مسجد پر سیکورٹی فورسز کے گھیراؤ اور جھڑپوں کا سخت ردعمل دیکھنے میں آیا جب صوبہ سرحد کے مختلف اضلاع میں خصوصاً مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ لاہور میں جامعہ اشرفیہ کے طلباء سڑک پر نکل آئے اور انہوں نے آپریشن روکنے کے لئے مظاہرے شروع کر دیئے۔ منگل کی شام آپریشن کے آغاز سے پہلے صدارتی کیمپ آفس میں فوراً سیکورٹی معلاملات پر اہم اجلاس ہوا۔ صدارتی کیمپ آفس راولپنڈی میں صدر جنرل پرویز مشرف کی زیر صدارت لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے حوالے سے منعقدہ اجلاس کے فوراً بعد وزیر اعظم ہاؤس میں اعلیٰ سطحی اجلاس ہوا جس کی

صدارت وزیراعظم شوکت عزیز نے کی۔ اجلاس میں وزیر اطلاعات محمد علی درانی، وزیر مملکت داخلہ ظفر اقبال وڑائچ، وزارت داخلہ کے سینئر حکام، رینجرز اور اسلام آباد انتظامیہ کے حکام نے شرکت کی۔ اجلاس میں لال مسجد انتظامیہ کے خلاف آپریشن کے حوالے سے حکمت عملی اور طریقہ کار بارے لائحہ عمل طے کیا گیا اور لال مسجد انتظامیہ کے سامنے پیش کئے جانے والے امور اور آپشنز طے کئے گئے تا کہ آپریشن کے دوران کم از کم جانی نقصان ہو۔ منگلا اور جہلم سے فوجی قافلے اسلام آباد کیلئے روان ہوئے جن میں پاک فوج کے ریپڈ فورس کے دستے، انسداد دہشت گردی یونٹ، سپیشل سروسز گروپ ایس ایس جی کے کمانڈوز اور پچاس سے زائد بکتر بند گاڑیاں شامل ہیں۔ پاک فوج کے ان دستوں کو بھی اسلام آباد بلایا گیا ہے اور اس بات کا فیصلہ راولپنڈی کیمپ آفس میں صدر جنرل پرویز مشرف کی صدارت میں ہونے والے اعلیٰ سطحی اجلاس میں کیا گیا۔ پاک فوج کے یہ دستے بھی متوقعطور پر آپریشن میں حصہ لے رہے ہیں۔ دوسری جانب آپریشن سے قبل لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے اردگرد کے مکینوں خصوصاً جی سکس فور کے رہائشیوں کو سی ڈی اے اور مقامی انتظامیہ کی مدد سے محفوظ مقامات پر منتقل کئے جانے کی اطلاع ہے۔ علاوہ ازیں سیکورٹی اہلکاروں نے پورے علاقے اور جامعہ حفصہ کو جانے والے تمام راستوں اور گلیوں کو خاردار تاروں کی مدد سے بند کر دیا ہے۔ جی سکس فور کی بجلی اور سٹریٹ لائٹس کو فراہمی بھی منقطع کر دی گئی ہے۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ آپریشن تک اردگرد کی مارکیٹیں مستقل بند رہیں گی اور تاجروں کو بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنی دکانیں نہ کھولیں۔ آپریشن میں پولیس، رینجرز، اسلام آباد پولیس کے کمنڈوز، پنجاب ایلیٹ فورس، پاک فوج کے ریپڈ دستے، ایس ایس جی کمانڈوز اور سریع الحرکت دستے حصہ لیں گے۔ اس پورے آپریشن کا خاکہ سیکرٹری داخلہ سید کمال شاہ نے تیار کیا ہے اور امید ہے کہ ان کی بھارت سے واپسی پر ہی آپریشن شروع کیا جائے گا کیونکہ وہی اس آپریشن کی براہ راست نگرانی اور کمان کریں گے۔ ان کی واپسی آج صبح تک ہونے کا امکان ہے۔ سیکرٹری داخلہ بطور آئی جی سندھ بھی فرائض سرانجام دے چکے ہیں اور انہیں ایسے آپریشن میں خاصی مہارت حاصل ہے۔ لال مسجد کے خلاف آپریشن میں فوجی کمانڈوز بھی حصہ لیں گے آخری اطلاعات کے مطابق کچھ طلبا اور طالبات مسجد سے باہر آ گئی ہیں اور انہیں گھر جانے کی اجازت بھی دے دی گئی ہے جبکہ فائرنگ کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا ہے۔

آخری اطلاعات کے مطابق ڈیڈ لائن بارہ بجے دن کر دی گئی تھی۔ صدر جنرل پرویز مشرف کی طرف سے اعلان کیا گیا جو طلبا اور طالبات باہر آ جائیں گے انہیں سفری اخراجات اور

پانچ ہزار روپے فی کس بھی دیئے جائیں گے جس کے بعد سے سینکڑوں کی تعداد میں طلبا اور طالبات باہر آ گئے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

4/جولائی کی خبریں بڑی تشویشناک تھیں۔ لال مسجد کے خطیب اور جامعہ حفصہ کے مہتمم مولانا عبدالعزیز طالبات اور اپنی اہلیہ کے ہمراہ برقعہ پہن کر اور بغل میں پرس دبا کر لال مسجد سے فرار ہونے کی کوشش میں اہلیہ سمیت گرفتار کر لئے گئے۔ انہیں رینجرز اسلام آباد انتظامیہ اور پولیس کے دستوں نے برقعہ میں ان کی داڑھی نظر آنے پر پکڑ لیا جب نقاب اتارا گیا تو اندر سے مولانا عبدالعزیز برآمد ہوئے۔ گرفتاری کے بعد مولانا عبدالعزیز کو انسپکٹر جنرل پولیس اسلام آباد چودھری افتخار کی گاڑی میں ڈال کر نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا گیا جن کے خلاف تھانوں میں قتل اغواء اقدام قتل اور دہشت گردی کے مقدمات درج ہیں۔ تفصیلات کے مطابق گزشتہ شام لال مسجد کے مرکزی خطیب اور جامعہ حفصہ بحران کے روح رواں مولانا عبدالعزیز اپنی اہلیہ اور طالبات کے جھرمٹ میں لال مسجد سے برقعہ پہنے باہر آئے تو فرار ہونے لگے لیکن جب خواتین کی سیکورٹی گیٹ کے سامنے لایا گیا تو مولانا عبدالعزیز جو برقعہ پہنے ہوئے تھے اور ان کے بغل میں خواتین کا پرس بھی تھا انہوں نے وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی اس دوران برقعہ میں داڑھی نظر آئی تو رینجرز کے اہلکاروں افضل اور اصغر نے ان کو روکا اور پکڑ کر نقاب اتارا تو اندر مولانا عبدالعزیز برآمد ہوئے جس کے بعد اسسٹنٹ کمشنر رانا اکبر حیات نے ان کو گرفتار کر لیا۔ سرنڈر کرنے کے لئے باہر آنے والی طالبات ان کو اس حالت میں دیکھ کر حیران رہ گئیں اس دوران مولانا عربدالعزیز کی اہلیہ ام احسان کو بھی گرفتار کر لیا گیا وہ جامعہ حفصہ کی پرنسپل بھی تھیں طالبات نے مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری اور ان کی اہلیہ کے گرفتار ہونے پر رونا شروع کر دیا۔ گرفتاری کے بعد مولانا عبدالعزیز کو خواتین سے الگ کر کے ایک عمارت میں لے جایا گیا جس کے بعد انہیں سیاہ رنگ کی گاڑی میں بٹھا کر نامعلوم جگہ پر منتقل کر دیا گیا۔ پی ٹی وی رپورٹ کے مطابق طالبات کا ایک غول جب رینجرز کے کیمپ کے قریب پہنچا تو انہوں نے اندر جانے اور اپنے ناموں کا اندراج کرانے سے انکار کر دیا۔ رینجرز نے انہیں سمجھایا کہ آپ کے صرف نام پتے درج کئے جائیں گے لیکن وہ بضدر ہیں کہ وہ نام پتے درج کئے بغیر جائیں گی جس پر رینجرز کو شبہ ہوا انہوں نے خواتین اہلکاروں کو قریب جا کر جائزہ لینے کیلئے کہا جنھوں نے خواتین کے بھیس میں ایک باریش برقعہ پوش خاتون کی نشاندہی کی جس پر کمانڈوز نے فوری جھپٹ کر اسے پکڑا اور قابو کر لیا۔ مولانا عبدالعزیز کو لانس نائیک اصغر اور افضل

نے گرفتار کیا حکومت نے ان کے لئے انعام کا اعلان کیا ہے۔ قبل ازیں مولانا عبدالرشید غازی کہتے رہے کہ مولانا عبدالعزیز نے مسجد سے نکل کر غلطی کی میں نے انہیں مسجد سے نکلنے سے روکا تھا۔ انہوں نے نجی ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ مولانا عبدالعزیز اوران کی اہلیہ اعلیٰ شخصیت سے ملاقات کے لئے جارہے تھے کہ ان لوگوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ جامعہ لال مسجد کے ترجمان عبدالقیوم نے کہا کہ خطیب لال مسجد مولانا عبدالعزیز اوران کی اہلیہ نے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ علماء کرام نے انہیں مذاکرات کے لئے بلایا تھا۔ چیف کمشنر اسلام آباد خالد پرویز نے کہا کہ مولانا عبدالعزیز سے قانون کے مطابق سلوک کیا جائے گا ان پر مقدمات ہیں جن کا انہیں سامنا کرنا پڑے گا۔ اے ایف پی کے مطابق مولانا عبدالعزیز کی اہلیہ نہیں انکی بیٹی اور عبدالرشید غازی کے دو بچے گرفتار ہوئے۔ مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری کے بعد ایوان صدر کو بھجوائی گئی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ بیرون ممالک سے بہت بڑی رقم لال مسجد کیلئے مختلف لوگوں کے ناموں پر بطور امداد آتی رہی ہے۔ وزارت داخلہ کے ذرائع کے مطابق مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری کے بعد رات گئے تک ان سے مختلف خطیہ ایجنسیوں کے افسران سوالات کرتے رہے۔ ذرائع کے مطابق لال مسجد میں مولانا عبدالعزیز کے زیر استعمال کمپیوٹر سے انتہائی اہم معلومات خفیہ ایجنسیوں نے حاصل کر لی ہیں۔ مولانا عبدالعزیز کے مختلف عرب ممالک کی اہم شخصیات اور امریکہ، برطانیہ میں مقیم مسلمانوں سے بھی ان کے رابطے تھے جو مختلف اوقات کار میں لال مسجد کیلئے فنڈز بھجواتے تھے۔ ذرائع کے مطابق لال مسجد کو ملنے والی بیرونی امداد بعض اوقات جنوبی وزیرستان میں متحرک شدت پسندوں کو بھجوائی جاتی رہی۔ مولانا عبدالعزیز کا برقعہ سمیت انٹرویو جب پی ٹی وی پر نشر ہوا تو ملک کے سنجیدہ طبقے نے اس کا سخت نوٹس لیا۔ اس روز نائب مہتمم غازی عبدالرشید کا بیان آیا کہ وہ ہتھیار نہیں ڈالیں گے انہوں نے حکومت سے براہ راست مذاکرات سے بھی انکار کر دیا۔ نجی ٹی وی کے مطابق مولانا عبدالرشید نے مسلم لیگ (ق) کے سربراہ چودھری شجاعت حسین سے رابطہ کیا اور کہا کہ انہیں چودھری شجاعت پر اعتماد ہے اور آپریشن رکوائیں۔ انہوں نے علماء سے ملاقات میں شرط عائد کی کہ جامعہ حفصہ کا کنٹرول لال مسجد کے پاس ہی رہے گا۔ انہوں نے لال مسجد نہ چھوڑنے کی شرط لگاتے ہوئے چلڈرن لائبریری کو خالی کرنے پر اور ہتھیار حوالے کرنے پر مشروط آمادگی ظاہر کی۔ مسلم لیگ کے صدر چودھری شجاعت نے بتایا کہ مولانا عبدالرشید نے ٹیلیفون رابطے میں طے شدہ معاہدے پر عملدرآمد کی بات کی ہے۔ وزارت داخلہ کے ترجمان بریگیڈیئر جاوید اقبال چیمہ نے نجی ٹی وی سے

گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ مولانا عبدالرشید غازی کو غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنا ہوں گے بصورت دیگر آپریشن ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ غازی کی طرف سے کسی بھی قسم کی مشروط پیشکش کو حکومت مسترد کرتی ہے اور مولانا عبدالرشید نے اگر کم عمر طلبہ و طالبات کو ڈھال بنایا اور آپریشن میں ان کی جانوں کا ضیاع ہوا تو اس کی تمام تر ذمہ داری مولانا عبدالرشید پر ہوگی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہتھیار ڈالنے کے لئے کسی تیسرے فریق کی موجودگی منظور نہیں کی جائے گی۔ دریں اثناء نجی ٹی وی نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ لال مسجد میں موجود مولانا مسعود اظہر کی کالعدم تنظیم جیش محمد اور کالعدم شریعت محمدی کے عسکریت پسند مولانا عبدالرشید غازی سے ہتھیار نہ پھینکنے کے لئے کہتے رہے۔ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے 2000 سے زائد طلباء و طالبات نے خود کو سرنڈر کرنے کے حکام کے حوالے کر دیا۔ ان میں 8 سو طالبات شامل ہیں۔ جن طالبات کے والدین اور رشتہ داران کو لینے آئے تھے ان طالبات کے فنگر پرنٹس لینے کے بعد والدین کے ساتھ بھجوا دیا گیا جبکہ جن طالبات کو لینے والا کوئی نہ آیا تھا ان تمام کو مدینۃ الحجاج کے ہوسٹل میں منتقل کر دیا گیا۔ جبکہ سرنڈر کرنے والے تمام لڑکوں کو حراست میں لے لیا گیا۔ لال مسجد اور جامعہ حفصہ سے سرنڈر کرنے والے طلباء و طالبات جیسے ہی باہر آئے تو ان کو سیکورٹی گیٹوں سے گزارا گیا تا کہ ان میں کوئی خودکش حملہ آور نہ ہو۔ جبکہ تمام خواتین اور مردوں کو لائن میں کھڑا کر کے ان کے کوائف معلوم کئے گئے اور ان کے دستخط فنگر پرنٹس اور پتے معلوم کئے۔ بعد ازاں ان لڑکوں اور طالبات کو ان کے آنے والے رشتہ داروں سے ملنے دیا گیا۔ پاک فوج کے افسر اور جوان سرنڈر کرنے والے طلباء و طالبات سے خندہ پیشانی اور احترام سے پیش آئے اور ان سے کہا کہ ان کو تھوڑی سی تکلیف کرنا ہوگی کہ وہ اپنے نام پتہ اور فنگر پرنٹس رجسٹروں میں درج کرائیں۔ ادھر لال مسجد اور جامعہ حفصہ جانے والے تمام راستوں پر جی سکس اور جی سیون مرکز کے ایریا سے خاردار تار بچھا کر ان کو بند کیا گیا۔ جگہ جگہ فوجی دستے تعینات تھے جبکہ رینجرز اور پولیس بھی ان سیکٹروں میں مسلسل گشت کر رہے تھے۔ علاقہ میں کرفیو ہونے کی وجہ سے گلیوں اور بازاروں، سڑکوں پر ہو کا عالم تھا اور لاؤڈ سپیکر پر مسلسل اعلان کیا جا رہا تھا کہ کوئی کرفیو کی خلاف ورزی نہ کرے ایسا کرنے والے کو گولی مار دی جائے گی۔ ٹریفک معمول سے بہت کم رہی مگر خوف کے باعث شہریوں کی بھاری تعداد نے اسلام آباد کا رخ کرنے سے گریز کیا۔ گزشتہ شب لال مسجد کمپلیکس سے بجلی، گیس اور دوسری سپلائی لائن کو کاٹ دیا گیا تھا۔ صدر اور وزیراعظم کو لمحہ بہ لمحہ صورتحال سے آگاہ رکھا گیا، دوسری طرف حکام کی طرف سے دی گئی ڈیڈ لائن

میں بار بار توسیع کی جاتی رہی۔ جامعہ حفصہ سے شام سات بجے کے بعد تقریباً تمام خواتین باہر آ گئیں باہر آنے والی بیشتر طالبات کا یہی کہنا تھا کہ جامعہ حفصہ سے تمام طالبات باہر آ گئیں۔ صدر جنرل پرویز مشرف کی طرف سے لال مسجد کے طلباء و طالبات جو خود کو حکام کے حوالے کر رہے ہیں کو فی کس پانچ ہزار روپے امداد کا اعلان کیا گیا ہے۔ طالبات کو جی کمپلیکس ماڈل مدرسہ برائے طالبات کے ہاسٹل میں منتقل کیا گیا۔ وزیر مملکت برائے اطلاعات ونشریات طارق عظیم نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہتھیار ڈالنے والوں کے خلاف کارروائی نہیں ہوگی اور انہیں عام معافی دی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ حکومت خون خرابہ نہیں چاہتی اسی وجہ سے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے طلباء و طالبات کو ہتھیار ڈالنے کے لئے کہا گیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جو طلبہ توڑ پھوڑ، سکورٹی فورسز پر فائرنگ اور جلاؤ گھیراؤ کے واقعات میں ملوث ہیں ان کے خلاف ضرور کارروائی ہوگی۔ دریں اثناء اسلام آباد میں لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے اوپر میانچ گن شپ ہیلی کاپٹر وں نے پرواز یں کیں ہیلی کاپٹر راولپنڈی سے یہاں آئے اور ان۔ ہیلی کاپٹروں نے علاقے کے متعدد چکر لگائے اور نیچی پرواز کی۔ اسلام آباد میں لال مسجد کے خلاف آپریشن کیلئے فوج سمیت سیکورٹی کے 10 ہزار جون تعینات کئے گئے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں میں فوج کے علاوہ پولیس، رینجرز، ایلیٹ فورس، انسداد دہشت گردی فورس پنجاب پولیس کے اہلکار شامل تھے۔ پنجاب پولیس اور ایلیٹ فورس کو اسلام آباد، راولپنڈی سے ملحقہ علاقوں جہلم، کھاریاں، دینہ، گجر خان سے بھی طلب کیا گیا ہے۔ اسلام آباد کے مختلف علاقوں کو سیکورٹی فورسز کی جانب سے سیل کر دیا گیا تھا۔ امن وامان کے پیش نظر اسلام آباد میں بدھ کو اکثر و بیشتر تجارتی مراکز بند پڑے تھے جبکہ آبپارہ میلوڈی کے تجارتی مراکز اور مارکیٹیں مکمل طور پر بند تھیں۔ اسلام آباد کے دیگر تجارتی مراکز میں بھی بیشتر دکانیں بند تھیں۔ اسلام آباد کے تمام ہسپتالوں میں پیرا میڈیکل سٹاف اور اضافی ڈاکٹرز تعینات کئے گئے۔ ہتھیار ڈال کر باہر آنے والے 450 طلباء کو اڈیالہ جیل بھیج دیا گیا۔ لال مسجد تصادم میں جاں بحق ہونے والوں کی تعداد بڑھ کر 24 ہوگئی۔ فائرنگ کے نتیجہ میں مرنے والے چار افراد کی نعشیں پمز ہسپتال میں ورثاء کے حوالے کر دی گئیں۔ مرنے والوں میں لال مسجد کے میگزین کا مدیر مقصود بھی شامل ہے۔ بدھ کو دم توڑنے والے ایک طالب علم کا نام عبدالحکیم بتایا گیا ہے۔ ہلال احمر کے مطابق مرنے والے تین افراد کی لاشیں بھی مسجد کے اندر پڑی تھیں۔ دوسری جانب پولیس نے اندر موجود افراد کو باہر نکالنے کے لئے گزشتہ روز بھی مسجد کے کمپاؤنڈ میں شیلنگ کی جس کے بعد فورسز

اور طلبہ کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہوا۔ شام پانچ بج کر بیس منٹ پر سیکورٹی فورسز کی جانب سے آنسو گیس کے گولے برسانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ گولے چلنے کی آوازوں کے ساتھ ہی لال مسجد کے لاؤڈ سپیکروں سے نعروں کی آوازیں بھی آنے لگیں اس دوران بکتر بند گاڑیوں نے بھی مسجد کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ پانچ بج کر 35 منٹ پر لال مسجد کے اندر موجود افراد اور سیکورٹی فورسز کے درمیان بھاری ہتھیاروں سے فائرنگ کا تبادلہ بھی ہوا۔ لال مسجد کے گرد گشت کرنے والی دو پولیس گاڑیوں پر وقفے وقفے سے ہلکی نوعیت کے گرینڈ پھینکے گئے جس سے علاقے میں خوف و ہراس پھیل گیا تاہم گرینڈ گاڑیوں پر نہ لگنے کی وجہ سے گاڑیاں اور اس میں سوار پولیس اہلکار محفوظ رہے۔ نجی ٹی وی کے مطابق گرینڈ اس وقت پھینکے گئے جب 60 کے قریب طلباء و طالبات باہر آ کر خود کو حکام کے حوالے کر رہے تھے۔ لال مسجد کے خطیب مولانا عبدالعزیز، ان کے بھائی اور نائب مہتمم مولانا عبدالرشید غازی سمیت 400 افراد کے خلاف تھانہ آب پارہ میں مقدمہ درج کر لئے گئے ہیں۔ یہ مقدمہ قتل، اقدام قتل، دہشت گردی اور دیگر فوجداری دفعات کے تحت درج کیا گیا ہے۔ پولیس کی جانب سے ایف آئی آر کے بارے میں مزید تفصیلات بتانے سے گریز کیا جا رہا ہے۔ حکومت نے اعلان کیا ہے کہ جامع حفصہ میں زیر تعلیم خواتین کو اب حکومت تعلیم فراہم کرے گی اور تمام اخراجات حکومت برداشت کرے گی۔ آپریشن کے لئے ڈیڈ لائن میں بار بار اضافہ اس لئے کیا گیا تاکہ زیادہ جانی نقصان ہو۔ دو روز کے دوران 16 افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ وفاقی کابینہ کے اجلاس کے بعد وزیر اطلاعات محمد علی درانی اور سیکرٹری اطلاعات انور محمود نے مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ محمد علی درانی نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ جامعہ حفصہ سے باہر آنے والوں کو گھر جانے کے لئے پانچ ہزار روپے دیئے گئے۔ محمد علی درانی کی پریس کانفرنس کے دوران صدر جنرل پرویز مشرف کی جانب سے پیغام ملا جس کے بعد وزیر اطلاعات نے صدر جنرل پرویز مشرف کی جانب سے اعلان کیا کہ جامعہ حفصہ میں زیر تعلیم خواتین کے تمام اخراجات صدر جنرل پرویز مشرف دیں گے وہ خواتین اسلام آباد یا اپنے اپنے علاقے میں تعلیم حاصل کریں گی۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ 5 رجولائی 2007ء)

اس دوران خصوصاً صوبہ سرحد میں احتجاج کا سلسلہ خطرناک نوعیت اختیار کر گیا جبکہ شمالی وزیرستان میں فوجی قافلے پر خودکش حملہ ہوا جس میں چھ سیکورٹی اہلکار اور چار بچوں سمیت گیارہ افراد جاں بحق ہو گئے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق شمالی وزیرستان کی تحصیل میر علی میں فوجی قافلے پر خودکش حملہ میں چھ سیکورٹی اہلکاروں اور چار بچوں سمیت گیارہ افراد جاں بحق اور راہگیروں سمیت کئی

زخمی ہو گئے جبکہ دونوں حملہ آور بھی مارے گئے۔ دھماکے سے متعدد گاڑیاں تباہ ہو گئیں۔ لاشیں اور انسانی اعضاء دور دور تک بکھر گئے۔ زخمیوں کو بذریعہ ہیلی کاپٹر میر علی سے سی ایم ایچ بنوں منتقل کر دیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق بدھ کو فوجی قافلہ بنوں سے میرانشاہ جا رہا تھا کہ گریز میر علی کے مقام پر دو خودکش حملہ آوروں نے بارود سے بھری گاڑی ٹکرا دی۔ فوج کے چار جوان موقع پر جاں بحق ہو گئے جبکہ سڑک پر کھیلتے ہوئے چار بچے، کئی جوان شدید زخمی ہو گئے۔ خودکش حملے کی اطلاع ملتے ہی پولیٹیکل انتظامیہ اور سیکورٹی فورسز کے جوانوں نے پورے علاقے کا گھیراؤ کر کے زخمیوں کو بذریعہ ہیلی کاپٹر سی ایم ایچ بنوں منتقل کیا۔ جہاں فوج کے مزید دو جوان اور چاروں زخمی بچے دم توڑ گئے۔ ہلاکتوں کی تعداد مزید بڑھنے کا امکان ہے۔ خودکش حملے کے بعد فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے سی ایم ایچ بنوں میں زخمیوں کی عیادت کی۔ اس موقع پر سخت حفاظتی اقدامات کئے گئے تھے۔ پاک فوج کے ترجمان میجر جنرل وحید ارشد نے چار فوجیوں کی شہادت اور 12 افراد زخمی ہونے کی تصدیق کر دی ہے۔ ان میں 8 فوجی جوان ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ابھی تک یہ واضح نہیں ہو سکا کہ فوجی گاڑی کے قریب کس وجہ سے دھماکہ ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ وزیرستان میں اس طرح کے واقعات ہوتے رہتے ہیں اور ان کا لال مسجد تنازعے سے تعلق جوڑنا قبل از وقت ہوگا۔ مقامی انتظامیہ نے بتایا کہ حملے میں دو عام شہری بھی جاں بحق ہوئے ہیں۔ شمالی وزیرستان میں اس وقت حالات انتہائی کشیدہ ہیں تاہم مقامی لوگوں کا بھی کہنا ہے کہ اس واقعے کا لال مسجد سے کوئی تعلق نہیں۔ اے ایف پی سے بات چیت کرتے ہوئے سیکورٹی حکام نے کہا کہ دھماکے میں دونوں حملہ آوروں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور اُن کی کار مکمل طور پر تباہ ہو گئی ہے۔ فی الحال واقعہ کی ذمہ داری کسی نے قبول نہیں کی۔ جاں بحق ہونے والے 6 فوجی جوانوں میں غلام نبی، شاقباز، شاہد جلیل، وزیر علی جانباز اور شفیق شامل ہیں۔ بی بی سی کے مطابق مقامی طالبان کا کہنا ہے کہ یہ ان کی کارروائی ہے، نہ ہی کوئی خودکش حملہ کیا گیا ہے۔ یہ محض ایک حادثہ ہے جس میں سگریٹ جلاتے ہوئے فوجی گاڑی میں رکھا ہوا بم پھٹ گیا۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور 5 رجولائی 2007ء)

اسی روز سوات میں مینگورہ پولیس لائن کے قریب نامعلوم افراد نے راکٹ فائر کیا جس سے چار راہگیر ہلاک جبکہ ڈی پی او سمیت تین پولیس اہلکار شدید زخمی ہوئے۔ تفصیلات کے مطابق ڈی پی او مظہر کاکا خیل کا ڈرائیور پولیس لائن جا رہا تھا کہ اس پر بم سے حملہ کیا گیا جس سے راہگیر مارے گئے اور پولیس ملازمین شدید زخمی ہوئے۔

5 جولائی

کارزارِ حیات ہو یا میدانِ جنگ دونوں بروقت اور صحیح فیصلوں کے ہمیشہ مرہونِ منت رہے ہیں۔ ایک لمحے کی سوچ سے جنم لینے والا کوئی بھی غلط فیصلہ ایک صدی کی سزا پر بھی محیط ہو سکتا ہے۔ وقت اور گاڑیاں کسی کا انتظار نہیں کرتیں اور وقت کا پہیہ کبھی کبھی الٹا بھی گھوم جاتا ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا محض ایک ہفتہ پہلے اس لال مسجد سے دن رات جہاد کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ شوقِ شہادت کے ولولے تھے کہ ابل ابل رہے تھے یہاں تک کہ آخر کچھ بشارتوں کا ذکر بھی ہوا۔ مولانا عبدالرشید غازی کی بشارتوں کے ذکر کو دو علمائے دین مفتی محمد رفیع عثمانی اور جاوید احمد غامدی نے اپنے اپنے انداز میں دیکھا اور کہا کہ دینِ شریعت میں اس قسم کی بشارتوں کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ یہ بھی کہا جا رہا تھا کہ جو خون بہنے والا ہے اس سے انقلاب پھوٹے گا لیکن وقت کی ستم ظریفی کہیئے کہ کچھ بھی تو نہیں ہوا مولانا عبدالعزیز برقع پہن کر فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے کہ گرفتار ہو گئے۔ دنیا میں فرار کی ایسی کوششیں کوئی انوکھی نہیں لیکن جذبات کی حدت کو انتہاؤں تک پہنچا کر خاموشی سے کھسک کر کنجِ عافیہ تلاش کرنے کی کوشش یقیناً پسندیدہ نہیں رہی۔

مقامِ قیادت پر فائز کوئی بھی شخصیت چاہے وہ فوجی ہو یا سیاسی یا مذہبی، اگر صحیح وقت پر صحیح فیصلہ نہ کرے تو اس کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ لال مسجد کا تازہ ترین معاملہ پہلے پہلے فروری کے مہینے میں سامنے آیا تھا۔ اگرچہ علمائے کرام کے طبقے میں سے کسی بھی نامور شخصیت نے لال مسجد کے دونوں بھائیوں کے "طریقِ انقلاب" کی حمایت نہیں کی، حتیٰ کہ ان علماء نے بھی جن کو مولانا غازی اور مولانا عبدالعزیز کی استادی کا شرف حاصل تھا۔ ان کی بات بھی نہیں مانی گئی دو خواتین وزراء نے بھی لال مسجد کا دورہ کیا اور واپسی پر بیان دیا کہ علما اچھے لوگ ہیں دہشت گرد نہیں ہیں۔

مسلم لیگ (ق) کے سربراہ چودھری شجاعت حسین بھی متعدد بار وہاں گئے ان کی کوششوں سے لال مسجد انتظامیہ کے بہت سے مطالبات مانے جا رہے تھے لیکن پھر نہ جانے کس کی ضد اور انا آڑے آ گئی کہ معاملات بگڑنا شروع ہو گئے اور اب نوبت یہ آ گئی ہے کہ مولانا عبدالعزیز گرفتار ہیں اور

عبدالرشید غازی گرفتاری دینے پر رضامند ہیں اور اپنے پیروکاروں کو بھی حکومت کے حوالے کرنے کیلئے تیار ہیں تو کہنا پڑتا ہے کہ اگر فروری۔ مارچ میں نہیں تو مئی۔ جون میں ہی معاملے کو خوش اسلوبی سے حل کر لیا جاتا تو ممکن تھا کہ لال مسجد، لال لال ہوتی نہ قیمتی جانیں ضائع ہوتیں نہ فرار کی نوبت آتی نہ مشروط یا غیر مشروط سرنڈر کی باتیں ہوتیں۔ سب کچھ عزت اور وقار سے ہو سکتا تھا۔ اس موقع پر سقوطِ مشرقی پاکستان کے موقع پر کئے گئے غلط فیصلے بھی یاد آتے ہیں جبکہ گورنر ڈاکٹر عبدالمالک نے اقوام متحدہ کو خط لکھا تھا کہ پاکستانی افواج کو بحفاظت جانے دیا جائے تو وہ جنگ جاری نہیں رکھیں گے لیکن مغربی پاکستان میں بیٹھی ہوئی قیادت نے کوئی وقت ضائع کئے بغیر اس پیغام کی تردید کر دی اور جنگ جاری رکھنے کا اعلان کیا۔ اسی طرح جب سقوطِ ڈھاکہ یقینی نظر آ رہا تھا اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں پاکستان کے نمائندے ذوالفقار علی بھٹو (جو اس وقت نائب وزیر اعظم اور وزیر خارجہ کی حیثیت سے یحییٰ خان کی حکومت میں شریک ہو گئے تھے) پولینڈ کی قرارداد کے پُرزے پُرزے کر رہے تھے۔ اس کے چند ہی دنوں بعد جب ڈاکٹر عبدالمالک کے خط پولینڈ کی قرارداد کی صدائے بازگشت ابھی تک فضاؤں میں سنی جا رہی تھی سقوطِ ڈھاکہ بھی ہو گیا۔ پلٹن میدان میں ہتھیار بھی ڈال دیئے گئے اور یہ بات تاریخ کے صفحات پر ثبت ہو گئی کہ صحیح وقت پر صحیح فیصلے نہ کئے جائیں تو تاریخ کا سفر کھوٹا ہو جاتا ہے اور یہ بات درست ثابت ہو جاتی ہے کہ اگر لمحے خطا کریں گے تو صدیوں کو سزا ملے گی۔

3 / جولائی کو لال مسجد کے اطراف میں اچانک یہ صورتحال کیوں پیدا ہوئی۔ اس کے بارے میں سرکاری ذریعے کا دعویٰ ہے کہ مدرسے کے طلباء نے رینجرز کے ایک اہلکار سے اسلحہ چھیننے اور اسے اغواء کرنے کی کوشش کی اور مزاحمت پر اسے گولی مار دی۔ جب کہ دوسری طرف لال مسجد کے منتظمین کا دعویٰ ہے کہ حکومت اس آپریشن کی کئی روز سے تیاری کر رہی تھی اور میڈیا میں اس حوالے سے تواتر سے خبریں بھی آ رہی تھیں۔ تین جولائی کی صبح دس بجے سے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے اطراف میں رینجرز نے مورچے بنانا شروع کر دیئے تھے جس پر جامعہ کے طلباء میں اشتعال پھیلا اور جامعہ کی طالبات اور مدرسے کے طلباء ڈنڈے تھامے سڑکوں پر نکل آئے۔ اس کے بعد دن بھر پولیس، رینجرز اور طلباء کے مابین فائرنگ کا تبادلہ اور شیلنگ کا سلسلہ چلتا رہا۔ اس ساری کارروائی میں رات تک ایک صحافی اور دو تاجروں سمیت 12 افراد اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ سو سے زائد زخمی ہو گئے تھے جب کہ متعدد افراد کی حالت آنسو گیس سے خراب ہو گئی تھی۔

لال مسجد کی انتظامیہ 20 / جنوری سے کچھ نہ کچھ مہم جوئی کرتی رہی۔ معاملہ مسجدوں کی شہادت سے شروع ہوا تھا پھر لال مسجد نے فحاشی کے خلاف مہم شروع کر دی۔ فحش سی ڈیز جلائی

گئیں۔ آنٹی شمیم کے قحبہ خانے پر چھاپہ مارا گیا۔ اسے تین دن تک یرغمال رکھا گیا اور توبہ کے وعدے پر رہا کیا گیا۔ پھر 4 پولیس والوں کو یرغمال بنایا گیا اور آخری معرکہ اسلام آباد کے ایک پوش ایریا میں قائم مساج سینٹر پر چھاپہ مار کر وہاں کام کرنے والی چینی خواتین کو اغواء کر کے یرغمال کیا گیا لیکن شام تک ان کو رہا کر دیا گیا۔ اس دوران حکومت کے ساتھ مذاکرات بھی ہوتے رہے۔ چوہدری شجاعت حسین کے ساتھ مذاکرات بھی جاری رہے لیکن یہ کامیاب نہ ہو سکے۔ لیکن تین جولائی کو جب مذکورہ مواقعات کا آغاز ہوا اس وقت علامہ عبدالرشید غازی ٹی وی ون کے اینکر پرسن خوشنود علی خان کے ساتھ انٹرویو کی تیاریاں کر رہے تھے۔ مدرسے کے باہر جامعہ حفصہ کی طالبات رینجرز اور پولیس کے دستوں سے جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے گھیراؤ کے خلاف احتجاج کر رہی تھیں۔ ابھی غازی صاحب کے انٹرویو کو شروع ہوئے چند لمحے ہوئے تھے کہ اچانک باہر طالبات کے مظاہرے پر رینجرز کی جانب سے آنسو گیس کے شیلوں کی برسات میں ایک طالبہ شہید ہو جانے کی اطلاع پھیلی۔ طالبات کا ہجوم گھبرا کر واپس جامعہ کے اندر پلٹا تو شیلوں کی مزید برسات ہو گئی۔ کئی طالبات ننھی اور کم عمر تھیں۔ وہ روتی روتی جامعہ کے اندر واپس پلٹ گئیں۔ ان طالبات کے برقعے اور چپلیں باہر رہ گئے تھے۔ جنہیں بعد میں اندر واپس بھیجا گیا۔ ان طالبات کے چہرے بے نقاب تھے جو نامحرموں کے سامنے اپنے چہرے نہیں کھولتی تھیں لیکن آنسو گیس کے شیلوں نے جامعہ حفصہ میں زہریلی گیس کو بھر ڈالا۔ تین جولائی کو دن بارہ بجے سے رات تک 12 افراد کے جاں بحق ہونے کی اطلاع تھی۔ لال مسجد کے ذرائع سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق لال مسجد کے طلباء فدائی حملوں کے لئے تیار تھے لیکن مولانا عبدالعزیز اور علامہ عبدالرشید غازی نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ بھی سننے میں آیا کہ لال مسجد کے طلباء نے رینجرز کے اہلکاروں سے چار بندوقیں اور ایک وائرلیس چھین لیا جس کے بعد انہوں نے ان اہلکاروں کو یرغمال بنانے کی بھی کوشش کی تاہم اس بات کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ جب رینجرز کی بکتر بند گاڑیاں فائرنگ کر رہی تھیں تو کئی طلباء نے رینجرز کی بکتر بند گاڑیوں پر پتھراؤ کر کے اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔ پولیس اور رینجرز نے اشتعال میں آ کر آنسو گیس کے شیلوں کی بارش کر دی۔ ایک اندازے کے مطابق پولیس اور رینجرز نے کوئی دو ہزار کے قریب آنسو گیس کے شیل فائر کئے۔ فائرنگ کی گولیوں کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ سب سے زیادہ آنسو گیس شیل جامعہ حفصہ کے اندر فائر کئے گئے۔ یہ شیل براہ راست جامعہ حفصہ کے کمروں اور صحن میں جا کر گرتے رہے۔ جامعہ کے طلبہ نے مسجد کے چاروں اطراف میں مورچے بنا رکھے تھے جن میں نقاب پوش کلاشنکوف بردار بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔ علامہ

عبدالرشید غازی کا کہنا تھا کہ ان کے پانچ طلباء جو اسپتالوں میں پہنچ کر شہید ہوئے اور اس کے علاوہ 12 طلباء کی لاشیں لال مسجد میں موجود ہیں۔

لال مسجد کے گرد گزشتہ ایک ہفتے سے گھیراؤ جاری تھا۔ جس کا انجام منگل کو رات گئے ہوا۔ اس دن رینجرز کی فائرنگ سیس زخمی ہونے والوں میں تین سو افراد شامل تھے۔ شیلنگ کے بعد ابتداء میں رینجرز اور پولیس نے ایدھی کی ایمبولینسوں کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی۔ سب سے پہلے رینجرز کے ہلاک ہونے والے اہلکار کی لاش اٹھائی گئی۔ اس کے بعد لال مسجد کے زخمیوں کو لے جانے کی اجازت دی گئی۔

دن میں جب سی ڈی اے کے دفتر سے جو جامعہ حفصہ کے بالمقابل ہے اسٹیٹ آفس کے دفتر سے وزارت ماحولیات کے دفتر سے مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی۔ یہ دفاتر منگل کو خالی کرا لئے گئے تھے۔ ان دفاتر سے فائرنگ کے باعث لال مسجد کے اندر موجود طلباء نے وزارت ماحولیات کے دفتر کی حفاظتی دیوار توڑ کر اندر داخل ہو کر وہاں آگ لگا دی۔ یہاں پہلے کبھی نیول ہیڈ کوارٹر ہوا کرتا تھا۔ وزارت کی 50 فیصد عمارت تباہ ہو گئی۔ وہاں گاڑیاں جل کر تباہ ہو گئیں۔ جی سکس کے ایک سرکاری اسکول سے بھی لال مسجد پر شیلنگ اور فائرنگ ہو رہی تھی اس اسکول کی عمارت کو بھی آگ لگا دی گئی۔ سب سے زیادہ پریشان کن بات جی سکس کے رہائشی افراد کے لیئے تھے۔ وہ فائرنگ اور شیلنگ سے شدید پریشان اور ہراساں تھے اور جب رات گئے حتمی آپریشن کا فیصلہ ہوا تو اس علاقے کی بجلی بھی بند کر دی گئی اور پورا علاقہ تاریکی میں ڈوب گیا۔ ساتھ ہی کرفیو کے نفاذ کا اعلان کر کے لوگوں کو گھروں سے باہر نکلنے کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ حکومتی رٹ قائم رکھنے کے لئے لال مسجد پر جس طرح دھاوا بولا گیا، جو کارروائی کی گئی اور جو مزاحمت ہوئی اس میں کون کامیاب ہوا؟ کیا واقعی لال مسجد کے تنازعے کا صرف یہی حل تھا؟ کیا لال مسجد کے منتظمین واقعی پُرامن مذاکرات سے مسئلے کا حل نہیں چاہتے تھے؟ یہ سوالات آپریشن لال مسجد کے بعد ہر ذہن میں ابھر آئے ہیں اور اس کا جواب شاید آنے والا وقت ہی دے گا۔

لال مسجد کے معاملے کا ڈراپ سین ایک ایسے ماحول میں ہوا کہ فوج نے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ آپریشن اس طرح کرنے کا فیصلہ کیا کہ جانی نقصان کم ہو اور طلبہ کی اصل طاقت کا اندازہ لگانے میں غلطی نہ کی جائے۔ آپریشن کا مقصد صرف یہ تھا کہ ملک میں علماء اور مدرسوں کے بارے میں مغرب کے پھیلائے ہوئے بے بنیاد اور متعصبانہ پروپیگنڈے کو تقویت دی جائے کہ طلبہ کو انتہا پسندی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ چھ ماہ قبل جب لال مسجد کی انتظامیہ کی جانب

سے ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ اور منہدم کی جانے والی مساجد کو دوبارہ تعمیر کے لئے مطالبات کئے گئے اور اپنے مطالبات کے حق میں جو طرز عمل اختیار کیا گیا اسے کسی بھی دینی حلقے میں پسند کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا تھا، تاہم اس کے باوجود مولانا کے مطالبات کی حمایت کی گئی اور انہیں اخلاقی مدد بھی فراہم کی گئی۔ اب صورت حال یہ ہے کہ صدر جنرل پرویز مشرف، جن کا اقتدار اور اس کا اخلاقی جواز کبھی ان حلقوں نے تسلیم نہیں کیا، کے مقابلے میں مولانا برادران ملک بھر کے علماء کا اعتماد بھی کھو چکے ہیں۔ معاملہ اس نہج تک کیوں اور کیسے پہنچا، کون اس بات کا ذمہ دار ہے، کون ہے جو اس ملک میں دینی حلقوں کے اندر بے چینی اور باہمی اعتماد کے ٹوٹ جانے کے اس عمل کے کھیل کا حصہ بنا جو امریکہ اور مغرب کو مطلوب ہے، یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب لال مسجد کی انتظامیہ کی گردن پر ہے۔ ہر ذی شعور مسلمان کی آنکھیں اشک بار ہیں۔ لال مسجد کے حمایتی شہری بھی سکتے میں ہیں اور منہ میں انگلی دبائے بیٹھے ہیں۔ کیا یہی کچھ مقصود تھا جو ہوا یا مستقبل میں کوئی نیا سین بھی بن سکتا ہے؟ فی الحال تو بہت سی آراء ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ کعبہ کی ایک اور بیٹی خون میں نہا گئی ہے، اس کے سامنے لاشے تڑپتے رہے، سڑکیں لہو سے رنگی گئیں۔ کوئی پوچھ رہا ہے کہ بہنے والے خون کا ذمہ دار کون ہے؟ لال مسجد سے متعلق کہا جا رہا تھا کہ یہاں تین ہزار خودکش حملہ آور موجود ہیں، بڑی مقدار میں اسلحہ اور بارود ہے۔ آپریشن ہوا تو زمین دہل جائے گی اور آسمان پھٹ جائے گا۔ اب جب کہ چھ ماہ سے جاری اس کشیدگی کا ڈراپ سین ہو چکا ہے، اسے حکومت اور ملال مسجد انتظامیہ دونوں کو فتح اور شکست کے دعوؤں کے بغیر خاموشی سے تسلیم کر لینا چاہیے۔ یہ حکومت کی اس حد تک فتح ہے کہ کوئی نیا بگتی نہیں بنا اور یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ کوئی تنہا اور اکیلا فرد ریاست کے مقابلے میں کھڑا نہیں رہ سکتا۔ یہ لال مسجد والوں کی اس حد تک فتح ہے کہ اس کی افرادی قوت لاشوں میں تبدیل ہونے سے بچ گئی۔ مستقبل میں یہاں کون منتظم ہوگا اور ماحول کیسا ہوگا یہ سوال ابھی باقی ہے۔ اس ڈراپ سین میں مولانا فضل الرحمٰن اور دیگر علماء کا کردار قابل تحسین سمجھا جائے گا۔ جی یو آئی اس سے قبل لال مسجد کے معاملے سے ہاتھ کھینچ چکی تھی مگر مولانا نے وہی کردار ادا کیا جس کی ان سے توقع تھی۔ انہوں نے اپنی تمام تر ناراضگی اور تحفظات ایک جانب رکھتے ہوئے ایسا کام کیا جس سے امن قائم ہوا اور جانیں بچ گئیں۔ 4 رجولائی کو ان کی وزیراعظم شوکت عزیز سے تین ملاقاتیں ہوئیں جن میں طے ہوا کہ ملک بھر کے علماء مولانا برادران کی حمایت نہیں کریں گے، سرنڈر کرنے والوں کو معاف کر دیا جائے گا اور ان کی جانوں کے تحفظ کی ضمانت دی جائے گی اور مولانا برادران اسلحہ سمیت سرنڈر کریں گے۔ اور یہ بھی طے ہوا کہ ملک بھر

کا کوئی مدرسہ انکی حمایت میں سڑکوں پر نہیں آئے گا۔ وزیر اعظم سے ملاقات کے بعد مولانا فضل الرحمٰن نے فرنٹیئر ہاؤس میں علماء کمیٹی سے خطاب کیا اور غازی عبدالرشید سے رابطہ کیا جنہوں نے یہ تمام شرائط تسلیم کرتے ہوئے شرائط رکھیں کہ منہدم کی جانے والی مساجد دوبارہ تعمیر کی جائیں، ثالثی کمیٹی بنائی جائے، پھر وہ علماء کمیٹی کے سامنے سرنڈر کریں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ 3رجولائی کا دن اہل اسلام آباد کے لئے ہر لحاظ سے خوفناک تھا۔ اس روز سارا دن رینجرز، ایلیٹ فورس اور پولیس آگ اگلتی رہی۔ اگلے روز فوج بھی اس میں شامل ہوگئی جسے ٹینکوں اور توپوں سے مسلح کر کے بھیجا گیا اور یہ فیصلہ صدر مشرف کی صدارت میں ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں ہوا۔ لال مسجد اور جامع حفصہ ہی اس کا ہدف تھیں۔ برصغیر کی تاریخ اس لحاظ سے بھی منفرد رہی ہے کہ یہاں بابری مسجد انتہا پسند ہندوؤں کے ہاتھوں تار تار ہوئی، اور مسلمانوں نے شب بھر میں مسجد تعمیر کرنے کا بھی کا یمان افروز مظاہرہ کیا ہوا ہے، مگر اب حالات بدل گئے ہیں، راتوں رات مسجد تعمیر کرنے کا جذبہ اور ترجیحات دم توڑ چکی ہیں، مسلم قیادت فرزند مشرق کے بجائے دختر مغرب بن چکی ہے۔ ہوش و حواس کی جگہ نادانی نے ڈیرے ڈال لئے ہیں۔ اپنے دشمن بن چکے ہیں اور غیروں کو سینوں سے لگانے کا موسم ہے۔ عدل کی جگہ طاقت نے لے لی ہے اور گولہ بارود آج مسند اقتدار پر براجمان ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کا زمانہ بیت چکا، اب رنجیت سنگھ حکمران ہے۔ علمائے حق پس منظر میں چلے گئے ہیں اور بادشاہوں کے درباروں کی زینت بننے والے علمائے کرام قابل عزت ٹھہرے ہیں۔ شاید اسی لئے چھ ماہ سے جاری جامعہ حفصہ کے تنازعے نے خون کی لکیر عبور کرلی جس کے نتیجے میں لال مسجد کے طلبہ سمیت پچیس سے زائد افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ ان معصوموں کا خون کس کی گردن پر ہے، کون ظالم ہے اور کون مظلوم؟ یہ فیصلہ کس کے ہاتھ میں ہے کہ کون شہید ہے اور کون غازی؟ دیت کس کے ذمہ ہے، خون بہا کون وصول کرے گا؟ جنرل مشرف اور مولانا عبدالرشید غازی میں سے کس کے ذمے ان سوالوں کے جواب ہیں۔ جب کہ لال مسجد والے سرنڈر کر گئے ہیں لہٰذا سارا ملبہ انہیں پر گرے گا کہ شکست کا کوئی باپ نہیں ہوتا، فتح کے کئی باپ سامنے آجاتے ہیں۔

اس روز ہوا یوں کہ رینجرز جو چینی باشندوں کے اغواء کے واقعے کے بعد قومی سلامتی کونسل کے اجلاس کے فیصلے کی روشنی میں لال مسجد کے محاصرے کے لئے مسجد کے سامنے سرکاری عمارتوں میں مورچہ زن ہوئی تو طلبہ اور طالبات میں خوف کی فضا پیدا ہوئی۔ یہ طلبہ و طالبات جو آنٹی شمیم اور چینی باشندوں کو اٹھا کر لال مسجد لاچکے تھے اور انہیں کہا گیا تھا کہ شہر میں اگر کوئی وزیر

بھی برائی میں مبتلا ملے تو اسے بھی اٹھا کر لے آؤ، برین واشنگ کے شکار طلبہ اور طالبات مسجد کے سامنے باڑ لگانے والے رینجرز کے جوانوں پر حملہ آور ہوئے اور ان سے چار گنیں چھین کر لے آئے۔ اس کے جواب میں مسجد کے اندر سے فائرنگ کی گئی۔ اسی سے آپریشن کی ابتدا ہوئی۔ پھر سارا دن یہ سلسلہ رہا جس کے نتیجے میں رینجرز کے ایک اہل کار اور فوٹو گرافر سمیت پچیس سے زائد افراد جاں بحق ہو گئے۔ اس روز جب حالات بگڑ گئے اور معاملہ ہاتھ سے نکل چکا تو مولانا عبدالعزیز اور انکے بھائی لال مسجد کا مورچہ چھوڑ گئے اور کہیں نامعلوم مقام سے انہوں نے طلبہ سے ٹیلی فونک خطاب شروع کر دیا، مگر کمانڈ کے چلے جانے کے بعد طلبہ نے وزارت ماحولیات اور وزارت ہاؤسنگ کے دفاتر کو آگ لگا دی اور مسجد سے جہادی ترانے سنائے جانے لگے۔ اسی دوران شہری بھی ان کے ساتھ شریک ہو گئے جس سے کراس فائرنگ سے متعدد شہری بھی جاں بحق ہوئے۔ چار گھنٹے کی اس صورت حال کے بعد مذاکرات کے بعد فائر بندی ہوئی، تاہم اس وقت تک دونوں دفاتر جل چکے تھے۔ ایک ایسا تنازعہ جو سی ڈی اے کی جانب سے اسلام آباد میں سیکورٹی کے نام پر دس مساجد کو منہدم کئے جانے پر شروع ہوا، قیمتی جانی اور مالی نقصان پر منتج ہوا۔ لال مسجد کی انتظامیہ کا مطالبہ تھا کہ ان مساجد کی دوبارہ تعمیر شروع کی جائے۔ مطالبہ منوانے کے لئے جامعہ حفصہ کی طالبات نے وزارت تعلیم کے زیر اہتمام چلنے والی چلڈرن لائبریری پر قبضہ کر لیا جسے واگزار کرانے کے لئے حکومت نے علماء کرام کو ثالث بنا کر لال مسجد کی انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات کئے۔ وزیر مذہبی امور اعجاز الحق ان مذاکرات میں شریک رہے۔ مذاکرات کے نتیجے میں مسجد امیر حمزہ کی تعمیر کے لئے سنگ بنیاد رکھ دیا گیا تاہم ایک ماہ کے بعد پھر دوبارہ جامعہ حفصہ کی طالبات نے اچانک اس بنیاد پر معاہدہ توڑنے کا اعلان کر دیا کہ سی ڈی اے نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے اور مساجد کی تعمیر دوبارہ شروع نہیں کی گئی، اور ساتھ ہی یہ الٹی میٹم دے دیا کہ اب وہ خود ان مساجد کی تعمیر شروع کر دیں گی۔ اس الٹی میٹم کے بعد چوہدری شجاعت حسین کے ساتھ لال مسجد انتظامیہ کے باقاعدہ مذاکرات ہوئے۔ اس دوران ان کی جانب سے دس مطالبات رکھے گئے جن میں نو تسلیم کر لئے گئے، دسواں مطالبہ یہ تھا کہ چلڈرن لائبریری کا قبضہ اس وقت چھوڑا جائے گا جب مساجد کی تعمیر کا عمل شروع ہو جائے گا، تاہم طالبات نے اسے بچوں کے لئے کھول دیا۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا اور کچھ عرصہ خاموشی رہی۔ پھر اچانک لال مسجد کے طلبہ شہر میں مساج سینٹرز پر حملہ آور ہوئے اور ایک سینٹر سے نو چینی باشندوں کو پکڑ کر لال مسجد لے آئے جنہیں وزارت داخلہ کی مداخلت پر رہا کیا گیا۔ تاہم اس واقعے نے معاملے

نے حل کے لئے حکومت کو سخت قدم اٹھانے پر مجبور کیا۔ جس کے لئے فوج اور پیرا ملٹری فورسز کو پولیس کی مدد کے لئے ہر وقت تیار رہنے کا باقاعدہ حکم دیا گیا۔ لال مسجد کے خلاف آپریشن کا فیصلہ اصل میں گزشتہ دنوں قومی سلامتی کونسل کے اجلاس میں ہی کر لیا گیا تھا۔ اسی اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ لال مسجد کے گرد تمام سرکاری عمارتوں میں فورسز کے لئے مورچے بنائے جائیں گے۔ اس مقصد کے لئے وزارت ماحولیات سے ملحق سی ڈی اے کی بلڈنگ اور جامعہ کے اندر موجود طالبات اور طلبہ میں سے جو جانا چاہے چلا جائے اور رہ جانے والوں سے نمٹ لیا جائے۔ آپریشن پر مامور رینجرز ٹیم کے سربراہ نے یکم جولائی کو بتایا تھا کہ ہم دباؤ اور نفسیاتی حربے کے لئے دو ہفتے کا وقت متعین کر کے آئے ہیں۔ ہمارا مقصد آپریشن کرنا نہیں صرف دباؤ بڑھانا ہے۔ لیکن 3 جولائی کو پھر یہ آپریشن کیوں ہوا؟ واقعاتی لحاظ سے اس کی ابتداء طالبات نے کی۔ اس روز دن پون بجے جامعہ حفصہ کی کوئی سو دو سو طالبات جامعہ سے نکل کر سی ڈی اے بلڈنگ میں موجود رینجرز کی جانب آئیں اور ان سے چار گنیں چھین کر لے گئیں جس کے جواب میں پولیس نے آنسو گیس پھینکی اور جواب میں لال مسجد کے اندر سے طلبہ نے فائرنگ کر دی جس سے رینجرز کا ایک لانس نائیک مبارک حسین موقع پر ہی جاں بحق ہو گیا۔ بس پھر اسی واقعے نے اتنے بڑے آپریشن کی بنیاد رکھ دی۔ لال مسجد کوئی بیس ہزار آبادی کے درمیان واقع ہے، جب آنسو گیس سے یہ آبادی متاثر ہوئی تو اس کے مکین باہر نکل آئے جنہوں نے رینجرز پر پتھراؤ شروع کر دیا، جواب میں رینجرز کی فائرنگ سے چھ شہری جاں بحق ہو گئے۔ کوئی شام چھ بجے فائر بندی ہوئی اور رات کو حکومت نے کرفیو نافذ کر دیا اور رات تین بجے تک ہتھیار ڈالنے کی مہلت دی گئی۔ لال مسجد کی انتظامیہ اور علماء کے مابین مذاکرات کے نتیجے میں طلبہ اور طالبات کی ایک بڑی تعداد سرنڈر کر گئی جنہیں پولیس نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ صدر مشرف نے بھی ہتھیار ڈالنے والوں کے لئے پانچ پانچ ہزار روپے کے انعام کا اعلان کیا ہے۔ بدھ کی سہ پہر تک کوئی چھ سو طلبہ اور طالبات سرنڈر کر چکے تھے۔ یوں اب یہ سارا عمل اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس طرح چھ ماہ سے جاری کشیدگی ختم ہونے کے قریب ہے لیکن بہت سے سوالات ابھی باقی ہیں یہ چھ ماہ کی کشیدگی کس کے نام کی جائے؟ تین جولائی سے پہلے کی صورت حال یہ تھی کہ لال مسجد انتظامیہ اور حکومت ایک دوسرے کے مقابل کھڑی تھیں۔ دونوں کو اپنی طاقت کا زعم تھا، کل تک صورت حال یہ تھی کہ صدر مشرف ایک عرصے سے عوام سے مطالبہ اور اپیل کر رہے تھے کہ وہ انتہا پسندوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں، عوام تو اس اپیل پر نہیں اٹھے البتہ انتہا پسند ضرور ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے

تھے۔ مولانا عبدالعزیز کے الفاظ حکومت کے لئے بہت بڑا چیلنج بنے ہوئے تھے۔ جنرل مشرف کہتے تھے کہ میڈیا لاشیں نہ دکھائے تو لال مسجد کے خلاف آپریشن کر سکتا ہوں۔ لیکن یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ بلوچستان سے لے کر وانا تک جو خون بہایا گیا ہے اور ابھی تک بہایا جا رہا ہے، حکومت نے اس کے لئے بھی میڈیا سے ایسی ضمانت طلب کی تھی؟ یقیناً نہیں۔ یہی حکومت وزیرستان میں مدرسوں، مساجد اور آبادیوں پر غیر ملکی آپریشن کو اپنا کارنامہ قرار دے کر قبول کرتی ہے اور اب تک کرتی چلی آ رہی ہے۔ ان علاقوں میں غیر ملکی طیاروں کی بمباری سے اب تک کتنی مساجد شہید ہوئیں، مدارس منہدم ہوئے، کتنے طلبہ اور اساتذہ شہید ہوئے؟ یہ تمام سوالات ابھی تازہ ہیں اور حکومت کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے۔ لال مسجد کے منتظم، عالم دین مولانا عبدالعزیز، جن کی بصیرت، علمی اور دینی خدمات کا سب جگہ اعتراف کیا جاتا ہے جب ان تک لال مسجد اور جامعہ حفصہ سے متعلق باہر کے حلقوں میں پائی جانے والی ایسی آراء پہنچائی جاتی تھیں تو وہ اسے ٹال دیتے تھے، اور جواب میں صرف اتنا کہتے کہ ''ٹینشن اچھی بات ہے، اس سے گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ یہ دین کی سربلندی اور دفاع کے لئے ہی تو ہے''۔ ان کے برادر خورد غازی عبدالرشید، جو ہمیشہ کی طرح آج کل بھی پریس میں بہت مقبول ہیں، کا موقف یہ ہے کہ ''سارا نظام ہی بدل جائے گا اور ہماری تحریک کامیاب ہوگی کیونکہ فرد واحد کا بنایا ہوا یہ نظام عوام کے اصل مسائل حل نہیں کر سکا ہے اور یہ اپنی بقاء کی تمام صلاحیتوں سے محروم ہو چکا ہے''۔ ان دونوں کی گفتگو اور انداز فکر تقریباً ایک جیسا تھا تاہم اظہار کا انداز ذرا مختلف تھا۔ اسلام آباد کے شہری اور انتظامی حلقوں کا کہنا ہے کہ غازی عبدالرشید حالیہ ''تنازعہ'' کے اصل ذمہ دار اور ماسٹر مائنڈ ہیں لیکن یہ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ وہ اپنے برادر بزرگ کی مشاورت اور حکم کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھاتے۔ مولانا عبدالعزیز کہتے تھے کہ ہمیں شہریوں کی جانب سے روزانہ درجنوں شکایات موصول ہوتی ہیں اور ان میں زیادہ تر شکایات انتظامیہ اور پولیس کے خلاف ہی ہوتی ہیں۔ مولانا کا موقف کافی حد تک درست بھی ہے اور یہ المیہ بھی ہے کہ اگر انتظامیہ واقعی شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کا فریضہ انجام دیتی تو لال مسجد کے طلبہ کبھی اس طرح میدان عمل میں نہ اترتے۔ مولانا یہ بھی کہتے ہیں کہ ملک کی دینی جماعتیں اور سیاسی قیادت بھی بے روزگاری، ناانصافی، مہنگائی اور جان و مال کے عدم تحفظ جیسے بنیادی مسائل اور ایشوز حل کرنے میں ناکام رہی ہیں اور یہی اس ملک کے اصل مسائل ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس ضمن میں ایم ایم اے بھی توقعات پر پورا نہیں اتری۔ اس کا سیاسی اور معاشرتی کردار بھی دوسری سیاسی جماعتوں سے مختلف

نہیں رہا۔ مولانا کی رائے کے بعد کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عام انتخابات میں لال مسجد سے اٹھنے والی یہ تحریک جو عملی طور پر ان اے کے زیر اثر مدرسوں کے ذریعے اب پورے ملک میں پھیل چکی ہے۔ دائیں بازو کی سیاسی جماعتوں اور مجلس عمل کے لئے ضرور چیلنج بن سکتی ہے اسی بناء پر ایم ایم اے کے حامی اس معاملے کو اپنے انداز میں دیکھ رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس تحریک کی پشت پر ضرور دو قوتیں کام کر رہی ہیں۔ جو ایم ایم اے اور جنرل مشرف کے مقابل سیاسی قوتوں کا راستہ روکنا چاہتی ہیں۔ یہ بات بھی سنی گئی ہے کہ جے یو آئی کے ایک رہنما نے حکومت کو اپنے موقف سے آگاہ کیا ہے کہ اگر آپریشن ہوتا ہے تو ہم اس فیصلے کی مخالفت نہیں کریں گے، تاہم ایم ایم اے کے صدر قاضی حسین احمد یک جہتی کے لئے یہاں اعتکاف بھی کر چکے ہیں۔ گزشتہ دنوں امام کعبہ جناب عبدالرحمان السدلیس پاکستان تشریف لائے تھے۔ لال مسجد کی انتظامیہ کے ساتھ بھی ان کی بات چیت ہوئی تھی تاکہ اس معاملے اور تنازعہ کا کوئی حل تلاش کیا جا سکے مگر یہ کوشش بھی حکومت کی اپنی وجہ سے سودمند نہ رہی۔ غازی عبدالرشید کہتے ہیں کہ "حکومت نے امام کعبہ کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کیا تھا اور انہیں یک طرفہ طور پر باور کرایا گیا کہ لال مسجد کے طلبہ فوج اور پولیس کے مقابل آ کر خون ریزی چاہتے ہیں مگر حکومت تحمل سے کام لے رہی ہے"۔ لیکن اس کے جواب میں لال مسجد کی انتظامیہ اور مولانا عبدالعزیز نے امام کعبہ سے بات چیت کی اور انہیں صاف صاف بتایا کہ لال مسجد کے طلبہ سی ڈی اے کی جانب سے غیر ضروری اور بلا جواز طریقے سے شہر میں سیکورٹی کے نام پر مساجد کو منہدم کرنے کے خلاف اور ان کی دوبارہ اسی حالت میں تعمیر کے لئے احتجاج کر رہے ہیں، جبکہ ہم پر الزام ہے ھکہ ہم فدائی حملہ آور تیار کر رہے ہیں۔ ابھی حال ہی میں وزارت داخلہ نے ایک رپورٹ صدر مشرف کو پیش کی ہے۔ کہ ملک میں طالبانائزیشن کو فروغ مل رہا ہے اور اس کے خلاف ملک گیر آپریشن کی ضرورت ہے۔ یہ رپورٹ جو 1500 صفحات پر مشتمل ہے قومی سلامتی کونسل کے گزشتہ اجلاس میں زیر غور رہی ہے۔ وزارت داخلہ کی اس رپورٹ میں حکومت کو خبردار کیا گیا ہے کہ طالبان جو ملک بھر میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں، کے خلاف کارروائی ہوئی تو شدت پسندی پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ یہ رپورٹ چارسدہ میں وزیر داخلہ پر خودکش حملے کے بعد تیار کی گئی ہے اور اس میں قبائلی علاقوں سے تعلق رکھنے والے تمام معروف طالبان رہنماؤں کے نام، پتے اور سرکوبی کی تفصیلات درج ہیں۔ اس رپورٹ میں "شدت پسندوں"، سے مقابلے کے لئے تجاویز بھی دی گئی ہیں۔

پاکستان کی دینی اور سیاسی جماعتوں اور سماجی رہنماؤں نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ

کے خلاف حکومتی کارروائی کی شدید مذمت کی۔اس حوالے سے متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں قاضی حسین احمد اور مولانا فضل الرحمٰن نے اسلام آباد میں ہنگامی اجلاس بھی طلب کرلیا ہے جس میں آئندہ کے لائحہ عمل کا اعلان کیا جائے گا۔متحدہ مجلس عمل کے سربراہ قاضی حسین احمد نے جامعہ حفصہ میں معصوم افراد کی ہلاکتوں کو افسوسناک قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ حکومت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہیں۔ جماعت اسلامی پاکستان کے نائب امیر پروفیسر غفور احمد نے کہا ہے کہ متعدد افراد کی ہلاکت اور طالبات کی بھاری تعداد میں زخمی ہونے کے واقعے نے ثابت کر دیا ہے کہ موجودہ حکمران ملک میں امریکی مفادات کی خاطر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ جمعیت علمائے اسلام (ف) کے مرکزی رہنما مولانا عبدالغفور حیدری نے جامعہ حفصہ پر کی جانے والی فائرنگ اور شیلنگ کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اس واقعے کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے اس کے نتائج ملک اور قوم کے لئے نقصان دہ ہوسکتے ہیں۔ جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ پروفیسر شاہ فرید الحق نے کہا کہ حکمرانوں نے طے کرلیا ہے کہ وہ طاقت کے زور پر ہر آواز کو دبائیں گے۔چیف جسٹس کا معاملہ ہو یا میڈیا کی آزادی کا، حکومت نے ہر محاذ پر طاقت کے استعمال کو اہمیت دی ہے۔انہوں نے کہا کہ جامعہ حفصہ کا معاملہ بھی مذاکرات سے حل کیا جا سکتا تھا جس کی بجائے حکومت نے طاقت کے استعمال کو ترجیح دی۔تحریک انصاف پاکستان کے مرکزی ایڈیشنل سیکرٹری جنرل جاوید اقبال نے کہا کہ جامعہ حفصہ پر حملے کے نتیجے میں انسانی جانوں کا ضیاع حکومت کی ناقص کارکردگی کا کھلا ثبوت ہے۔تحریک انصاف اس پر بھرپور مذمت کرتی ہے۔جمعیت اہلحدیث پاکستان کے رہنما مولانا عبدالرحمٰن سلفی نے جامعہ حفصہ کے خلاف کارروائی کو انتہائی افسوس ناک قرار دیا۔ تحریک استحاد پاکستان کے مرکزی رہنما طارق شاداب نے کہا کہ حکومتی کارروائی سے نظریہ پاکستان کو نقصان پہنچا ہے۔ جامعہ حفصہ کی صورت حال پورے ملک پر اثر انداز ہوسکتی ہے۔ اسلامی جمیعت طلباء، شباب ملی، پاسبان پاکستان اور جمیعت طلبہ عربیہ پاکستان سمیت متعدد تنظیموں کے رہنماؤں نے بھی لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف حکومتی کارروائی کی مذمت کی۔

6 جولائی

6 / جولائی کے اخبارات کی چیختی چلاتی سرخیوں نے ملک پر طاری سوگوار کی فضا مزید گہری کردیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف شام ہوتے ہی ''آپریشن سائلنس'' operation silance تیز ہو گیا۔ لال مسجد کے احاطہ اور جامعہ حفصہ پر ڈمی مارٹر ماور دوسرے گولے فائر کئے گئے جن سے جامعہ حفصہ کے ایک حصہ کو زبردست نقصان پہنچا اور آگ لگ گئی۔ جامعہ حفصہ کی دیواریں بھی کئی مقامات سے توڑ دی گئی ہیں۔ شام چھ بجکر 35 منٹ پر جامعہ حفصہ کے قریب روز دار دھما کے سنائی دیئے جس سے میلوڈی اور آبپارہ تک کا علاقہ لرز اٹھا۔ دھوئیں کے کالے بادل آسمانوں سے باتیں کرتے رہے۔ لال مسجد ذرائع کے مطابق جامعہ حفصہ کی عمارت میں دھواں بھر گیا ہے جس سے وہاں موجود طالبات شدید متاثر ہوئیں۔ لال مسجد انتظامیہ نے دعوی کیا ہے کہ ان کے 34 طلباء و طالبات جاں بحق جبکہ 100 سے زائد زخمی ہوئے ہیں۔ دوسری طرف لال مسجد کے نائب خطیب عبدالرشید غازی نے گرفتاری دینے سے انکار کردیا۔ لال مسجد کے ترجمان نے نوائے وقت کو بتایا کہ حکومت زیادتی کررہی ہے، ہم بات کرنے کو تیار تھے اور ہم نے مطالبات بھی تسلیم کئے، لچک دکھائی ملیکن حکومت خون ریزی کررہی ہے۔ ہم ہتھیار نہیں پھینکیں گے۔ عبدالرشید غازی کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ انہوں نے سرنڈر کرنا ہوتا تو پہلے روز خود کو حکام کے حوالے کر دیتے، ہم نے خدا کے نام پر تحریک شروع کی ہے اور اس تحریک کو منطقی انجام تک پہنچائیں گے۔ لال مسجد انتظامیہ نے دعوئی کیا ہے کہ فورسز کی گولہ باری سے لال مسجد کو بھی نقصان پہنچا ہے۔ جی سکس میں نافذ کرفیو میں نرمی کا وقت ختم ہوتے ہی لال مسجد انتظامیہ اور سیکورٹی فورسز کے درمیان شدید جھڑپیں ہوئیں جبکہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی مدد کیلئے کوبرا گن شپ ہیلی کاپٹروں نے بھی سیدھی فائرنگ کی۔ سیکورٹی فورسز کے مطابق لال مسجد سے سیکورٹی کی گاڑیوں پر دستی بم پھینکے گئے ہیں تاہم کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا جھڑپ کا سلسلہ ایک گھنٹہ سے زائد وقت تک جاری ہے جس میں وقفہ وقفہ

سے شدت آتی رہی۔ سیکورٹی فورسز کے ذرائع کے مطابق لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں مورچوں کو توڑنے کی کوششیں کی گئیں۔ دونوں اطراف سے بے تحاشا فائرنگ کی گئی لال مسجد میں متعدد افراد کی زخمی ہونے کی اطلاعات ہیں۔ ڈی جی آئی ایس پی آر میجر جنرل وحید ارشد نے ہیلی کاپٹروں کی جانب سے جامعہ حفصہ پر فائرنگ کی تردید کی ہے تاہم انہوں نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ سیکورٹی فورسز کی گاڑیوں پر لال مسجد سے دستی بم پھینکے گئے۔ رینجرز کے تازہ دستے بھی موقع پر پہنچ گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں گیس فائر کی گئی ہے۔ جامعہ حفصہ کے ایک جانب واقع سکول میں جہاں رینجرز کی بھاری نفری موجود تھی وہاں سے بہت سے افراد تیزی سے سڑک پار کر کے جامعہ حفصہ کی جانب بڑھتے دیکھے گئے جو غالباً جامعہ کے اندر جانے کے لئے وہاں گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی لال مسجد کے گنبد کو نقصان پہنچنے کی اطلاعات بھی ہیں لیکن سیکورٹی فورسز نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ مسجد پر کوئی فائرنگ نہیں کی گئی اور نہ ہی اس کی کسی دیوار یا گنبد کو کوئی نقصان پہنچا ہے۔ قبل ازیں سیکورٹی فورسز کی طرف سے صبح پہلی بار آپریشن کے دوران ایک زوردار دھماکے کے بعد جامعہ حفصہ کی بیرونی دیوار اور مرکزی گیٹ کو تباہ کر دیا گیا۔ اس دوران متعدد زبردست دھماکوں کی آوازیں بھی سنی گئیں۔ حکام کی طرف سے دن ساڑھے بارہ بجے کی ڈیڈ لائن دی گئی اور کہا گیا کہ اندر موجود تمام افراد ہتھیار ڈال کر خود کو حکام کے حوالے کر دیں۔ یہ اعلانات ہوتے رہے کہ ہتھیار نہ ڈالنے والے نتائج کے خود ذمہ دار ہوں گے۔ بتایا جاتا ہے کہ اس وقت بھی ڈھائی سو سے تین سو تک مسلح نوجوان لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے اندر موجود تھے۔ دن ساڑھے بارہ بجے تک ڈیڈ لائن ختم ہوتے ہی دونوں طرف سے زبردست فائرنگ شروع ہوگئی۔ سیکورٹی فورسز کی طرف سے اندھا دھند فائرنگ اور شیلنگ کی گئی۔ اس کے بعد متعدد طالب علم بھاگتے ہوئے باہر آگئے اور انہوں نے سرنڈر کیا۔ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے اوپر فوج کے بلیک کوبرا ہیلی کاپٹرز پرواز کرتے رہے۔ سیکورٹی فورسز نے اردگرد موجود میڈیا کے لوگوں کو وہاں سے ہٹا کر علاقے کو سیل کر دیا۔ اس سے پہلے صبح کے وقت ہیلی کاپٹروں کی پروازیں بھی ہوئیں۔ لال مسجد کے اطراف میں کچھ دیر فائرنگ اور آنسو گیس کی شیلنگ کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ لال مسجد کے باہر سے گزشتہ روز آٹھ طلباء کو گرفتار بھی کر لیا گیا۔ حکام نے بتایا ہے کہ ان طلباء نے ہتھیار نہیں ڈالے بلکہ مزاحمت کی کوشش کی تھی۔ سہ پہر سوا دو بجے تک مزید 150 سے زیادہ افراد ہتھیار ڈال چکے تھے۔ ڈائریکٹر جنرل رینجرز میجر جنرل حسین مہدی لال مسجد کے قریب دوسرے

اعلیٰ حکام کے ہمراہ موقع پر پہنچ گئے۔انہوں نے فوج کے محکمہ تعلقات عامہ کے سربراہ میجر جنرل وحید ارشد کے ہمراہ مشترکہ پریس کانفرنس بھی کی اور اس میں بتایا کہ لال مسجد میں تقریباً سو مسلح افراد موجود ہیں۔حسن مہدی نے کہا شدت پسندوں نے ہتھیار نہ ڈالے تو ان کے ساتھ آہنی ہاتھ سے نمٹا جائے گا۔رینجرز کے سربراہ نے کہا لال مسجد میں موجود طلباء اور طالبات کی تعداد چار سو کے لگ بھگ ہے۔رینجرز کے ترجمان نے کہا ہے کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ پر کوئی مارٹر گولہ نہیں برسایا گیا بلکہ حکمت عملی کے تحت جامعہ حفصہ کی دیوار گرائی گئی تا کہ سیکورٹی فورسز کو راستہ مل سکے۔ ترجمان نے کہا مارٹر گولے کے استعمال سے بہت زیادہ نقصان ہوتا اس لئے مارٹر گولہ استعمال کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔لال مسجد پر ہونے والی کارروائی کو ''آپریشن سائلنس'' کا نام دیا گیا ہے۔

آپریشن کے دوران کئی کمانڈر کے مسجد کے اندر داخل ہونے کی اطلاعات ملیں تاہم رینجرز کے ترجمان نے انہیں غلط قرار دیا رینجرز کے ترجمان نے کہا کہ ہیلی کاپٹر سے مسجد کے اندر کوئی راکٹ نہیں پھینکا گیا۔بلکہ مسجد کے اندر سے ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنانے کے لئے فائرنگ کی گئی۔نجی ٹی وی نے بتایا کہ لال مسجد کے علاقہ سے ہلکی گولہ باری کی اطلاعات بھی ملیں۔عبدالرشید غازی نے نجی ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم خون ریزی نہیں چاہتے۔مسجد کے خلاف توپ خانے کا استعمال کیا گیا۔دہشت گرد نہیں جو ہتھیار ڈالیں۔مولانا عبدالعزیز پر تشدد کیا گیا۔ہم نے حکومت سے بات چیت کی پیشکش کی لیکن اس کے باوجود طاقت کا استعمال کیا گیا۔مولانا عبدالعزیز نے منصوبہ بندی کے تحت بھیس بدلا تھا اور گرفتاری کے بعد انہیں تشدد کر کے اور دوبارہ برقعہ پہنا کر انٹرویو کیا گیا۔مولانا عبدالعزیز نہ تصویر بنواتے ہیں نہ کیمرہ کے سامنے آتے ہیں لیکن ان سے انٹرویو اس بات کا ثبوت ہے کہ ان پر تشدد کیا گیا۔عبدالرشید غازی نے کہا کہ انہوں نے مسلم لیگ (ق) کے سربراہ چوہدری شجاعت سے ٹیلی فون پر گفتگو میں شرائط پیش کر دیں جنہوں نے ان کی بات کی تائید کی اور ان نقاد پر اتفاق کے باوجود موجودہ صورتحال سمجھ نہیں آتی۔انہوں نے کہا کہ مدرسے میں موجود میں طلبہ وطالبات جانا چاہتے تھے وہ چلے گئے ہیں اور اب جو طلبہ موجود ہیں وہ اپنی مرضی سے یہاں ہیں۔لال مسجد آپریشن کے بارے میں انہوں نے کہا کہ مسجد پر ٹینکوں کے گولے پھینکے گئے۔دو دن سے موجود ہم لاشیں اٹھانے کو کہہ رہے ہیں لیکن کسی نے بات نہیں کی۔ نجی ٹی وی سے بات چیت کے دوران عبدالرشید نے مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے کی پیشکش

کی۔تاہم انہوں نے کہا کہ وہ گرفتاری نہیں دیں گے انہوں نے کہا ہے کہ میں بچے بچیوں کے تحفظ کیلئے جامعہ فریدیہ اور حفصہ وفاقی مدارس کے حوالے کرنے اور لال مسجد اوقاف کے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔میرے ساتھی بھی ہتھیار ڈال دیں گے۔انہوں نے شرط لگائی کہ جب تک دوسری رہائش کا بندوبست نہیں ہوجاتا مجھے اور میری والدہ اور مولانا عبدالعزیز کو لال مسجد کی رہائش گاہ پر رہنے کی اجازت دی جائے۔جن نوجوانوں پر حکومت کالعدم تنظیموں کا الزام لگاتی ہے ان کا کسی سے تعلق نہیں ہے حکومت ان سے متعلق تفتیش کرلے اور اگر تعلق ثابت نہ ہو تو انہیں چھوڑ دیا جائے اور ہم سے توہین آمیز رویہ نہ رکھا جائے۔میں خالد خواجہ اور چوہدری شجاعت سے بات کی ہے اور لال مسجد میں موجود بچے اور بچیوں کی جان بچانے کیلئے ہر حد پر آ گیا ہوں انہوں نے کہا ہے مولانا تقی عثمانی نے مجھ سے کہا تھا کہ جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کو وفاق المدارس کے حوالے کر دیں اور لال مسجد کو اوقاف کے حوالے کر دیں۔میں اس سے بڑھ کر پیشکش کرتا ہوں کہ ادارے میں میرا گھر بھی لے لیں لیکن جب تک میری دوسری جگہ رہائش کا بندوبست نہیں ہوتا مجھے اور میری والدہ کو عارضی طور پر وہاں رہنے دیا جائے۔حکومت پروپیگنڈہ کر رہی ہے۔مولانا عبدالعزیز کو گرفتار کرکے ان سے توہین آمیز رویہ رکھا گیا۔حکومت سنگدلی پر اتر آئی ہے۔اس لئے میں اپنے بچوں کی جان بچانے کے لئے سب کچھ ان کے حوالے کرنے کیلئے تیار ہوں۔انہوں نے کہا کہ لال مسجد سے تمام لوگوں کو نکلنے کا موقع دیا جائے۔چیف کمشنر اسلام آباد نے کہا ہے کہ غازی عبدالرشید کہہ رہے ہیں کہ وہ اور ان کے ساتھی ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار ہیں تو بسم اللہ کریں۔ لیکن وہ غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالیں۔ہمیں جو لوگ مطلوب ہیں ان کی فائلیں موجود ہیں۔ان سے قانون کے مطابق کارروائی کی جائے گی۔انہوں نے یقین دلایا ہے کہ غازی صاحب اور ان کے ساتھیوں سے تضحیک آمیز رویہ نہیں کیا جائے گا۔چیف کمشنر اسلام آباد نے کہا ہے کہ مولانا عبدالرشید غازی طلباء سمیت ہاتھ اوپر کرکے مسجد سے باہر آ جائیں۔ان سے قانون کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔آن لائن سے گفتگو کرتے ہوئے عبدالرشید غازی نے کہا ہے کہ حکومت ظلم کر رہی ہے۔میڈیا کو صرف دس منٹ کے لئے اندر آنے دیا جائے تاکہ دنیا کو معلوم ہو سکے کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے ہر طرف لاشیں ہیں انہوں نے کہا ہے کہ مسجد اور مدرسہ کے احاطے میں تقریباً ساٹھ طلبہ وطالبات کی لاشیں موجود ہیں جن میں کئی گولیوں کا نشانہ بنے ہیں۔زیادہ گیس کی وجہ سے دم گھٹنے کی وجہ سے جاں بحق ہوئے ہیں۔پہلے دن 24 طلبہ وطالبات اور دوسرے دن

پانچ اور باقی جمعرات کو جاں بحق ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ بمباری کی وجہ مسجد کو چھلنی کر دیا گیا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ لاشوں کو کیوں انتظامیہ کے حوالے نہیں کرتے تو انہوں نے کہا کہ انتظامیہ لاشیں لے جا سکتی ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ لاشوں کو غائب نہ کیا جائے۔ عبدالرشید غازی نے کہا ہے ہے کہ گزشتہ روز گیارہ طالبات اور چھ طلبہ جاں بحق ہو گئے ہیں۔ عبدالرشید غازی نے کہا ہے ہم سب کچھ چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں تا کہ قتل عام نہ ہو لیکن اگر حکومت قتل عام ہی کرنا چاہتی ہے تو پھر کر لے۔ حکومت اگر پرامن طریقے سے مسئلہ حل کرنا چاہتی ہے تو اپنے نمائندے بھیجے۔ تمام جزئیات طے کرے۔ لال مسجد میں مولانا عبدالرشید غازی کر سربراہی میں شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں ان کے تمام مسلح افراد نے شرکت کی۔ اجلاس میں اکثریت کا خیال تھا کہ حکومت کی طرف سے خاص طور پر چیف کمشنر کی طرف سے جو کہا گیا ہے کہ قانون کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوئی اور اگر سرنڈر کر کے باہر آ جائیں تو کوئی ماورائے قانون سلوک نہیں ہوگا۔ اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کہ مولانا عبدالعزیز کو گرفتاری کے بعد تمام قومی اور بین الاقوامی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاکستان ٹیلی ویژن پر زبردستی لایا گیا اور پھر پوچھ گچھ کے انداز میں انٹرویو کر لیا گیا۔ لال مسجد کے جو طلبہ سرنڈر کر کے باہر نکلتے ہیں ان کے کپڑے اتروا کے ہاتھ پیچھے باندھ کر گاڑیوں میں بٹھا کر میڈیا کے سامنے لایا جاتا ہے جو باقاعدہ تضحیک آمیز سلوک ہے۔ مشورے کے مطابق طے پایا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ہم باہر نہ جائیں۔ اگر ہم باہر جائیں تو ہمارے بھی کپڑے اتروا کر ہاتھ پیچھے باندھ کر میڈیا کے سامنے لایا جائے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ ہم لڑتے ہوئے اپنی جان دے دیں۔ رپورٹ کے مطابق مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری کے بعد لال مسجد کے اندر حوصلے ٹوٹ گئے تھے لیکن جب پی ٹی وی پر مولانا عبدالعزیز کا تضحیک آمیز زبردستی برقعہ پہنا کر انٹرویو چلایا گیا تو اس کے بعد لال مسجد کے اندر لوگوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور وہ اب اشتعال میں آ گئے۔ وزارت داخلہ کے ترجمان بریگیڈر (ر) جاوید اقبال چیمہ نے کہا ہے کہ عبدالرشید اگر حکومت کے سامنے سرنڈر کریں تو ان کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی جائے گی انہوں نے کہا ہے کہ خواتین کی وجہ سے آپریشن نہیں کیا تھا اگر عبدالرشید غازی کی نیت نیک ہے تو پہلے ان خواتین اور بچوں کو جامعہ حفصہ سے نکال دے۔ انہوں نے اپنی بیمار والدہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ حکومت ان کی بیمار والدہ کا علاج کرائے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے اکہا ہے کہ کسی شخص کے ساتھ ماورائے سلوک نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ لوگوں نے قانون

کو توڑا ہے ان کے ساتھ قانون کے مطابق سلوک ہوگا۔ آئی ایس آئی آر کے ڈی جی میجر جنرل وحید ارشد نے کہا ہے کہ لال مسجد پر کارروائی مسلح افواج کی جانب سے نہیں۔ انہیں سول انتظامیہ کی مدد کے لئے بھیجا گیا ہے۔ آفتاب شیر پاؤ نے کہا ہے کہ 52 گھنٹوں کے دوران انیس افراد ہلاک ہو چکے ہیں ان میں سیکورٹی فورسز کے افراد بھی شامل ہیں۔ لال مسجد کے اندر 60 شدت پسند موجود ہیں ان کے پاس گرنیڈ اور پٹرول بم کلاشنکوف ہیں۔ مولوی رشید سے کوئی مذاکرات نہیں کیے جائیں گے۔ مولانا عبدالعزیز پر جتنے بھی مقدمات ہیں ان سب کی کارروائی کی جائے گی۔ انہوں کہا ہے کہ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ لال مسجد میں مولانا مسعود اظہر کے بھائی یا ازبک تاجک موجود ہیں یا نہیں۔ شیر پاؤ نے مولانا عبدالرشید غازی کو ہتھیار ڈالنے کی پیشکش کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر وہ ہتھیار ڈالنا چاہتے ہیں تو پھر کسی کو سفید جھنڈا دے کر باہر بھیجیں۔ جس کے بعد وہ اور ان کے ساتھی ہتھیار ڈال کر باہر آ جائیں۔ لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں موجود ایک شخص کے مطابق شام سات بجے شدید فائرنگ کے ساتھ ہی ایک مارٹر گولہ لال مسجد پر گرایا گیا۔ جس سے 27 طالبات موقع پر جاں بحق ہو گئی ہیں۔ مذکورہ شخص نے نام ظاہر کرنے سے معذرت کی۔ حکومت نے ستائیں طالبات کے جاں بحق ہونے کی کوئی تردید نہیں کی بلکہ دعوی کیا ہے کہ دھماکہ ڈی مارٹر شیل کا تھا جس کا مقصد دھواں پھیلانا اور دیوار میں سوراخ کرنا ہے۔ رات گئے متعدد طلبہ نے لال مسجد کی دیوار پھلانگ کر فرار ہونے کی کوشش کی تاہم انہیں سیکورٹی فورسز نے گرفتار کر لیا ہے۔ لال مسجد پر فائرنگ میں وقفہ کے دوران مزید طلبہ نے سرنڈر کر لیا ہے۔ چار طالب علم باہر آئے اور اس سے کچھ دیر بعد بارہ طلبہ باہر آئے جن کے ہمراہ دو بچے بھی تھے ان بچوں کی عمریں سات سے دس سال کے قریب تھیں۔ اسی طرح قمیصیں اتروا کر تلاشی لی گئی اور ان کی رجسٹریشن وغیرہ کرنے کے بعد ان کو نامعلوم مقام پر بھجوا دیا گیا۔ ان دونوں بچوں کو ان افراد کے ساتھ بجھوا دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت فوجی نقل و حمل جاری ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن اور دوسرے علماء لال مسجد کے ایشو کا حل نکالنے کے لئے کوشاں رہے۔ تاہم مولانا عبدالرشید غازی کی طرف سے محفوظ راستہ دینے کی شرط پر لال مسجد سے نکلنے کے معاملہ یہ معاملہ پھر ڈیڈ لاک کا شکار ہوا۔ ذرائع ابلاغ کے ذرائع نے بتایا ہے کہ گزشتہ روز تمام دن مختلف علماء جن کا تعلق راولپنڈی اور اسلام آباد سے ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن کے ہمراہ اس مسئلے پر مختلف شخصیات سے رابطہ میں رہے۔ ان میں وزیر اعظم شوکت عزیز اور پاکستان مسلم لیگ کے صدر چوہدری شجاعت

حسین بھی شامل ہیں۔علماء کے اجلاس میں مولانا عبدالرشید غازی کے نمائندے نے ان کی طرف سے اس ایشو کے بارے میں موقف بیان کیا۔مولانا فضل الرحمٰن نے وزیراعظم شوکت عزیز سے رابطہ قائم کیا اور مصلحت کے لئے تجاویز پیش کیں۔اے ایف پی کے مطابق رات گئے پھر شدید فائرنگ اور دھماکے شروع ہو گئے۔تین بکتر بند گاڑیاں شدید فائرنگ کے دوران کئی بار مسجد کے اندر گئیں اور باہر آئیں۔وزیر اطلاعات محمد علی درانی نے کہا ہے کہ جامعہ حفصہ سے اے پی سی بکتر بند گاڑیوں پر راکٹ لانچروں سے حملہ کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ دھماکہ خیز مواد بھی پھینکا گیا ہے۔تاہم اس سے کئی قسم کا جانی و مالی نقصان نہیں ہوا۔انہوں نے نجی ٹی وی سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کے علاوہ باہر آنے والے طلبہ سے انویسٹی گیشن میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اندر دھماکہ خیز مواد کافی بڑی تعداد میں موجود ہے جبکہ بارودی سرنگیں موجود ہونے کی اطلاع ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ راکٹ لانچروں سے فائرنگ بڑی خطرناک ہو سکتی ہے کیونکہ یہاں قریبی عام آبادی ہے۔عام لوگوں کے گھر ہیں۔انہوں نے مزید کہا ہے کہ اس ملک میں امن لانا اور ایسے واقعہ کو روکنا وقت کی بڑی ضرورت ہے ہم جامعہ حفصہ اور لال مسجد سے تمام افراد کو باہر نکلنے کے مواقع دے رہے ہیں اس کے باوجود حکومت کی طرف سے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ مذاکرات بھی ہوتے رہے لیکن وہ پھر بھی فائرنگ کرتے رہے، یہ افراد تو کھلم کھلا شہریوں کے اندر دہشت گردی کا نشان ہیں۔اس روز تو گرفتار مولانا عبدالعزیز کے حوالے سے یہ بیان دیکھنے کو ملا کہ برقعہ پہن کر نکلنا خلاف شریعت نہیں گرفتاری اللہ کا امر ہے اور وہ انسانی جانیں بچانے کے لئے لال مسجد سے باہر نکلنے پر مجبور ہوئے۔ان کا کہنا تھا کہ مجھے معصوم اور بے گناہ طلبہ و طالبات کی جانیں بچانے کے لئے باہر نکلنا پڑا۔میں احسن طریقہ سے اور گرفتاری دیئے بغیر باہر نکالنا چاہتا تھا۔طلباء کے مسجد میں ڈٹے رہنے سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔لال مسجد سے جہاد کا اعلان طلباء کر رہے تھے میں اس سے لاتعلق تھا۔لال مسجد میں اتنا زیادہ اسلحہ نہیں ہے صرف 15,14 کلاشنکوفیں اور گیس ماسک موجود ہیں، یہ اسلحہ ہمارے دوستوں نے ہمیں مسجد کے دفاع کیلئے دیا تھا جو اسی ملک کے شہری ہیں۔غیر ملکیوں سے ہمارا کوئی رابطہ نہیں، کچھ اسلحہ لائسنس یافتہ ہے، مسجد کے اندر کوئی عسکریت پسند موجود نہیں، جہادی تنظیموں کا کوئی آدمی ہمارے پاس نہیں آیا۔ اپنی گرفتاری کے بعد پی ٹی وی کو انٹرویو دیتے ہوئے مولانا عبدالعزیز جنہوں نے انٹرویو لینے والے کے کہنے پر چہرے سے نقاب ہٹا دیا تھا کہا کہ ان کی گرفتاری اللہ کا امر تھا جب میں نے دیکھا

کہ جانیں ضائع ہو رہی ہیں تو عبدالرشید غازی سے مشورہ کیا کہ ہمیں یہاں سے خاموشی سے نکل جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ماضی میں چودھری شجاعت حسین سے اچھے مذاکرات ہوئے تھے ہمارے دو مطالبات اہم ہیں جن میں گرائی جانے والی مساجد کی دوبارہ تعمیر اور شریعت کا نفاذ شامل ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے بچیوں کو زبردستی جامعہ حفصہ میں نہیں رکھا۔ جامعہ حفصہ کی 13,12 شاخیں ہیں اور ہر شاخ میں 200 سے 300 بچیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ ہم نے بچیوں کو زبردستی نہیں بلایا اور ہم صرف انہیں تعلیم دے رہے ہیں۔ معلمات بچیوں کو باہر نکلنے سے روک رہی تھیں وہ سب کو باہر نہیں جانے دیتی تھیں اور اس میں میری اہلیہ کی رائے بھی شامل تھی۔ بچیوں کو پیار و محبت سے سمجھایا جا رہا تھا کہ یہ قربانی کا وقت ہے۔ ہم حلفاً کہتے ہیں کہ ہمارا کوئی ذاتی ایجنڈا نہیں ہے۔ میں ایک عرصے سے مسجد کا خطیب ہوں اور F-8 کی مساجد میں بھی 13 سال خطیب رہا ہوں۔ ہم صرف اور صرف اللہ کی رضا کی خاطر اس ملک میں اسلام کا نفاذ چاہتے تھے کیونکہ یہ ملک اسلام کے لئے بنا ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں اسلامائزیشن ہو رہی ہے جس کو کچھ لوگ طالبائزیشن کہتے ہیں۔ اگر ہم اسلامائزیشن کی طرف اعتدال سے نہ بڑھے تو صوبہ سرحد میں اسلامائزیشن کیلئے سخت اقدام اٹھائے جانے کا خدشہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب حکومت کی طرف سے آپریشن کی بات ہوئی تو طلبہ نے دفاعی لحاظ سے بوتل کے بم بنائے۔ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ وزارت ماحولیات کی عمارت کو آگ لگائے جانے کے بعد مجھے اس واقعے کا پتہ چلا۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو چاہیے کہ ایک ترتیب سے کام کریں۔ کام حکومت نے کرنا ہوتا ہے لیکن رہنمائی کوئی بھی کر سکتا ہے۔ ہم نے اسلحے کو مسجد کے باہر استعمال نہیں کیا۔ رینجرز پر فائرنگ کی اجازت ہم نے نہیں دی۔ طلباء سے ایسا ہو گیا۔ بات ایشو کی ہے۔ نفاذ شریعت اور مساجد کی تعمیر بڑے ایشو تھے ہم جائز مطالبات کر رہے تھے۔ رینجرز جب کمیونٹی سنٹر میں داخل ہوئے تو طلبہ نے ردعمل کے طور پر کارروائی کی۔ پولیس اہلکاروں کا اغواء بھی ردعمل کے طور پر ہوا تھا۔ ہم قانون کو ہاتھ میں لینے کے حق میں نہیں ہیں۔ اسلام صرف نیک اور متقی لوگوں کے لئے امن کا دین ہے۔ وہ چوروں اور ڈاکوؤں کو امان نہیں دیتا۔ جامعہ حفصہ میں اس وقت تقریباً 250 طلباء اور 700 طالبات باقی رہ گئی ہیں۔ میں نے سمجھا کہ اگر میں مسجد سے نہ نکلا تو طلبہ میرے لئے جانیں دے دیں گے اور نقصان ہو گا ہمارے لئے اور کوئی راستہ نہیں بچا تھا لہٰذا میں نے مسجد سے باہر جانے کا فیصلہ کیا۔ فیصلے مقدر کے ہوتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ میں

وہاں سے احسن طریقے سے نکلنا چاہتا تھا۔ گرفتاری نہیں دینا چاہتا تھا شریعت ہمیں اجازت دیتی ہے کہ انسان نکلنا چاہے تو چھپ کر نکل سکتا ہے اور اپنی جان بچا سکتا ہے۔ میرا اپنی جان کا مسئلہ نہیں تھا لیکن مدرسے کے بچوں کو بچانا تھا۔ مسجد سے اس طرح نکلنے کے بارے میں آراء مختلف تھیں۔ پہلے فیصلہ ہوا کہ عبدالرشید غازی باہر چلے جائیں اور میں یہاں رہ جاؤں پھر رائے تبدیل ہوئی اور عبدالرشید غازی نے کہا کہ میں مذاکرات کر رہا ہوں اور اگر آپ نکلنا چاہیں تو نکل جائیں۔ دونوں میں میں سے کسی ایک کو مسجد کے اندر موجود رہ کر اپنے موقف پر ڈٹے رہنا چاہیے لیکن میں نے جو کیفیت باہر آ کر دیکھی اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت طلبا کے مسجد میں ڈٹے رہنے سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا اگر وہ نکلنا چاہیں تو نکل سکتے ہیں ورنہ گرفتاری دے دیں۔ مساجد سے جہاد کا اعلان نوجوان لڑکے کر رہے تھے میں اس سے لاتعلق تھا یہ میرے علم میں نہیں ہے۔ وفاق المدارس کو بھی ہمارے طریقہ کار سے اختلاف تھا لیکن ہمارے طلبہ نے ردعمل کے طور پر سب کچھ کیا۔ ہمارا جہادی تنظیموں سے پیار اور محبت کا تعلق ہے لیکن ان تنظیموں کا کوئی آدمی ہمارے پاس نہیں آیا۔ لال مسجد کی صورتحال کے پیش نظر سکول اور کالج کے طلبہ بھی ہماری مدد کے لئے آ گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مسجد کے اندر کوئی عسکریت پسند نہیں صرف ہمارے طلبہ موجود ہیں۔ وہی ہمارے ساتھ تھے ان کے علاوہ کسی کے باہر سے آنے کا مجھے علم نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ میں دس ہزار طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ ان کی فنڈنگ اہل خیر کے تعاون سے ہوتی ہے۔ بچوں کے والدین اگر خود کچھ دیں تو ٹھیک ورنہ ہمارا کوئی مطالبہ نہیں ہوتا۔ ہمیں غیر ملکی امداد بھی نہیں ملتی۔ مساج سنٹر میں موجود چینی شہریوں کو طلبہ و طالبات نے اغواء کیا تھا۔ مغوی چینی خواتین کو میڈیا کی وجہ سے برقع پہنا کر رہا کیا گیا۔ ہمارا مقصد جائز تھا اور ہم حکومت پر دباؤ ڈالنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ رینجرز نے ہمارے مدرسے کے سامنے خاردار تاریں بچھانی شروع کیں جس پر طلبہ اور رینجرز کا تنازعہ پیدا ہوا اور طلبہ نے رائفلیں چھین لیں۔ موجودہ وقت میں سوائے جانی نقصان کے اور کوئی صورت نہیں ہے۔ حکومت آخری فیصلہ کر چکی ہے اور حکومت کے وسائل بھی ہم سے زیادہ ہیں۔ باہر کے محاصرے کا باہر آ کر پتہ چلا کہ محاصرہ اتنا شدید ہے کہ اس میں ہمارے ساتھی زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکیں گے۔ ہم نے طالبات کو جذبہ جہاد دیا ہے۔ طالبات کی کارروائی ردعمل کے طور پر ہوئی۔ جامعہ حفصہ کے ساتھ ہی چلڈرن لائبریری ہے اور طالبات نے ردعمل کے طور پر کارروائی کی۔ اگر یہ لائبریری جامع فریدیہ کے قریب ہوتی تو

وہاں کے طلبہ بھی اس پر قبضہ کر لیتے۔ کرد عمل کے طور پر کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ یہ کوئی غیر مہذب طریقہ نہیں تھا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کہتا ہے کہ طاقت بناؤ اور دین کے دشمنوں کو ڈراؤ ہم اس کو جہاد سمجھتے ہیں اور جہاد ہر آدمی کر سکتا ہے۔ ہم نے کسی کو مجبور نہیں کیا البتہ ذہن ضرور بنایا۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ 6 رجولائی 2007ء)

اسی روز جنرل پرویز مشرف نے سیکورٹی فورسز کو ہدایت کی کہ وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں اور انتہائی ناگزیر صورت حال میں حتمی قدم اٹھائیں۔ انہوں نے جامعہ حفصہ میں پھنسی ہوئی طالبات کے والدین کی اپیل پر سیکورٹی حکام کو ہدایت کی ہے کہ ان والدین کو زیادہ سے زیادہ مہلت دیں تاکہ وہ اپنی بچیوں کو مدرسے سے باہر نکال سکیں۔ یہ ہدایت انہوں نے اعلیٰ سطحی اجلاس میں دی جس میں وزیراعظم شوکت عزیز، آفتاب شیر پاؤ اور قومی سلامتی سے متعلق اداروں کے اعلیٰ حکام نے شرکت کی۔ اجلاس میں لال مسجد اور جامعہ حفصہ کی صورتحال سے متعلق سیکورٹی فورسز کے اقدامات کا جائزہ لیا صدر جنرل پرویز مشرف نے واضح کیا ہے کہ شدت پسندی اور انتہا پسندی کو کسی صورت برداشت نہیں کیا جائے گا۔ حکومت ہر صورت اس کی بیخ کنی کے لئے اقدامات کرے گی۔ انہوں نے سیکورٹی کے اداروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ احتیاط سے کام لیں انہوں نے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر سیکورٹی فورسز کو ہدایت کی کہ والدین کو اس بات کا زیادہ سے زیادہ موقع دیا جائے کہ وہ اپنی بچیوں کو جامعہ حفصہ سے باہر نکال سکیں۔ سیکورٹی فورسز شدت پسندوں اور انتہا پسندوں کے ساتھ کوئی نرمی نہ برتی جائے۔ اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ آپریشن کو طوالت نہیں دی جائے گی اور جتنی جلد ممکن ہو مقاصد حاصل کئے جائیں گے۔ صدر مشرف نے اس موقع پر کہا کہ آپریشن جلد مکمل ہونا چاہئیے اور اس میں جانی نقصان کم سے کم ہونے کا پورا خیال رکھا جانا چاہئیے۔ صدر نے کہا کہ جامعہ حفصہ سے طالبات کے بحفاظت انخلاء کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت دیا جائے۔ انٹیلی جینس حکام اور آپریشن کمانڈوز نے صدر مشرف کو یہ بھی بتایا کہ عبدالرشید غازی نے بعض سیاسی جماعتوں کے لیڈروں کو ٹیلی فون بھی کئے ہیں اور وہ ان کے ذریعے سرنڈر کرنے کو تیار ہیں تاہم صدر اور حکومت نے اس بات کو واضح کر دیا کہ عبدالرشید غازی کو غیر مشروط طور پر حکومت کے سامنے سرنڈر کرنا ہوگا اور وہ بچوں اور خواتین کو رہا کریں اور تمام اسلحہ اور ایمونیشن بھی واپس کریں۔ صدر نے سیکورٹی فورسز کو بھی ہدایت کی کہ وہ آپریشن کے دوران مسجد کے تقدس کا ہر طور پر تحفظ کریں اور مسجد کو کسی طور بھی نقصان نہیں ہونا چاہیے۔

7/جولائی تک حالات جوں کے توں تھے کوئی نئی پیشرفت مثبت سمت ہونے کے بجائے صورتحال بگڑتی اور بے قابو ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ سیکورٹی فورسز نے رات بھر شدید حملوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ عبدالرشید غازی نے دعویٰ کیا کہ 80 لاشیں مسجد کے صحن میں پڑی ہیں۔ فجر کی اذان پہلی مرتبہ اس مسجد سے نہیں گونجی اور محصورین نے نماز جمعہ بھی مسجد کے تہہ خانے میں ادا کی۔ آپریشن کے لئے کارروائی سارادن اور رات وقفے وقفے سے جاری رہی۔ رات کے قریباً ڈیڑھ بجے کے قریب دو بڑے دھماکے گئے گئے جس کی آواز کئی کلومیٹر تک زوردار طریقے سے سنی گئی۔ دھماکے اتنے شدید تھے کہ لال مسجد کے گردونواح میں عمارتیں لرز گئیں اور شیشے ٹوٹ گئے اور آگ کے شعلے میلوں دور سے نظر آ رہے تھے۔ تاہم ان دھماکوں سے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے اندر ہونے والے نقصان کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ بڑے پیانے پر نقصان کا خدشہ ظاہر کیا گیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف جمعہ کو چوتھے روز بھی آپریشن جاری رہا۔ چوتھے روز لال مسجد کے قریب پہنچنے والے سیکورٹی فورسز کے تازہ دم دستوں کو تعینات کر دیا گیا۔ اس دوران لال مسجد اور جامعہ حفصہ پر گولہ باری اور شدید فائرنگ کا سلسلہ جاری رہا جو کافی دیر تک جاری رہا۔ جامعہ حفصہ کی پرنسپل اور لال مسجد کے خطیب مولانا عبدالعزیز کی اہلیہ ام حسان کے مطابق سیکورٹی دستوں کی فائرنگ اور گولہ باری سے جامع حفصہ میں تیس طالبات کی لاشیں زمین پر پڑی ہوئی ہیں جبکہ لال مسجد میں 50 طلباء کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم نے خون خرابے سے بچنے کے لئے حکومت کو بار بار مذاکرات کی دعوت دی مگر حکومت مذاکرات کے بجائے طاقت کا استعمال کر رہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہمارے پاس جب ہتھیار ہی نہیں تو پھر ہتھیار ڈالنے کا کیا مطلب ہے۔ دریں اثناء مولانا عبدالرشید غازی نے نماز جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ ہم نے حکومت کو بار بار مذاکرات کی دعوت دی اور کہا کہ مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری کے لئے اب لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے تمام معاملات کا میں خود ذمہ دار ہوں اور میں اس معاملے کو مذاکرات کے ذریعے حل کرنا چاہتا ہوں مگر حکومت اس پیش کش کو ہماری کمزوری تصور کر رہی ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ ہم ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔ اگر معاملات مذاکرات کے ذریعے حل نہ کئے تو ہم لال مسجد اور جامعہ حفصہ کا دفاع کریں گے جامعہ حفصہ کے نائب مہتمم علامہ عبدالرشید غازی نے کہا ہے کہ لال مسجد سے پہلے ہی حق کی صدائیں بلند ہوتی رہی ہیں اب بھی یہ صدائیں بلند ہوتی رہیں گی۔ سیکورٹی فورسز کی وحشیانہ بمباری نے ہمارے عزائم

کو مزید مضبوط کر دیا ہے۔ ہم اپنے مشن سے پیچھے نہیں ہٹیں گے ان خیالات کا اظہار انہوں نے جمعہ کو یہاں لال مسجد میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر جب علامہ عبدالرشید غازی نے اپنی تقریر شروع کی تو سیکورٹی فورسز کی طرف سے شدید شیلنگ اور فائرنگ کی گئی۔ طلباء نے اس فائرنگ کا جواب نعروں سے دیا۔ علامہ عبدالرشید غازی نے کہا کہ ہم اللہ کی رضا کے لئے میدان میں نکلے ہیں اور آخری وقت تک حق کی صدا بلند کرتے رہیں گے۔

سیکورٹی فورسز نے مسجد مدرسہ اور قرآن مجید شہید کر کے ظلم کی انتہا کر دی ہے اور معصوم بچوں و طالبات پر وحشیانہ بمباری کر کے حکومت نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ معاملہ مذاکرات کی بجائے اندھی طاقت کے ساتھ حل کرنا چاہتی ہے انہوں نے کہا کہ یہاں پر موجود طلباء و طالبات کے عزائم بلند ہیں وہ کسی صورت میں اب ہتھیار ڈالنے کو تیار نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں کسی سے کوئی شکوہ نہیں کہ اس نے ہمارا ساتھ کیوں نہیں دیا ہماری تحریک اللہ کی رضا کے لئے شروع کی گئی تھی اور یہ تحریک ہر صورت جاری رہے گی۔ ادھر لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں موجود اہم شخصیات کے مابین سرنڈر کے معاملے پر اختلاف رائے کے بعد شوریٰ قائم کر دی گئی ہے۔ جمعۃ المبارک کو شوریٰ کے ابتدائی اجلاس میں فوری سرنڈر کی بجائے فی الحال مزاحمت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جس پر عمل کرتے ہوئے غازی عبدالرشید اور ان کی بھابی ام حسان نے جیل کی بجائے ریسٹ ہاؤس میں منتقل کئے جانے سے متعلق چوہدری شجاعت حسین کی پیشکش بھی مسترد کر دی۔ اس ضمن میں لال مسجد کے اندرونی ذرائع کا کہنا ہے رضا کارانہ گرفتاری کے حوالے سے لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں تین مختلف گروپ بن گئے ہیں۔ غیر عسکری گروپ کی قیادت غازی عبدالرشید کر رہے ہیں۔ طالبات کی قیادت ام حسان کر رہی ہیں جبکہ عسکریت پسند افراد کی قیادت کسی ایک فرد کے ہاتھ میں نہیں ہے البتہ ان سب کا موقف یہ ہے کہ حکومت کے سامنے سرنڈر کی بجائے ہر صورت میں مزاحمت کی جائے۔ اطلاعات کے مطابق غازی عبدالرشید نے گزشتہ روز حکومت کو گرفتاری کی مشروط پیشکش کی تو انہیں لال مسجد کے اندر شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد فوری طور پر شوریٰ قائم کی گئی۔ جس نے اس بات کی منظوری دی ہے کہ غازی عبدالرشید سمیت لال مسجد میں موجود کوئی اہم شخصیت گرفتاری نہیں دے گی اور نہ ہی خواتین اور کم سن طلباء کو فوری طور پر حکومت کے حوالے کیا جائے گا۔ اس فیصلہ کے بعد ذرائع ابلاغ کے نمائندوں سے فون پر بات کرتے ہوئے غازی عبدالرشید نے موقف اختیار کیا کہ مفاہمت کا مرحلہ گزر چکا ہے اب فیصلہ کن لڑائی ہو

گی۔ یہ امر قابلذ کر ہے کہ اس کے بعد لال مسجد سے بھاری اسلحہ بھی استعمال کیا گی۔ یہ امر قابل ذکر ہیکہ پاکستان مسلم لیگ (ق) کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین اور لال مسجد کے نائب خطیب غازی عبدالرشید کے مابین جمعۃ المبارک کو ٹیلی فون پر دومرتبہ بات چیت ہوئی۔ کم وبیش آدھ، آدھ گھنٹے کی اس بات چیت میں چوہدری شجاعت حسین نے پیشکش کی کہ اگر خواتین اور کم سن بچوں کو حکومت کے حوالے کر کے غازی عبدالرشید سرنڈر کر دیں تو انہیں جیل میں رکھنے کی بجائے حکومت اس بات کا انتظام کردے گی کہ غازی عبدالرشید اپنی والدہ کے ہمراہ کسی ریسٹ ہاؤس میں قیام کریں۔ تاہم چوہدری شجاعت حسین کا کہنا ہےھکہ غازی عبدالرشید نے یہ پیشکش مسترد کر دی ہے۔ چوہدری شجاعت حسین کے مطابق غازی عبدالرشید نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اب بھی جامعہ حفصہ میں ایک ہزار کے قریب طالبات موجود ہیں۔ جمعۃ المبارک کو لال مسجد میں ایک خطبے کے دوران بھی غازی عبدالرشید نے اس امر کا اظہار کیا کہ ہم نے حکومت کو ہر پیشکش کر دیکھی ہے۔ لیکن حکومت ہماری کوئی بات نہیں مان رہی۔ اس لئے اب ہم مزاحمت کریں گے۔ جمعۃ المبارک کو بین الاقوامی شہرت کے حامل سماجی کارکن عبدالستار ایدھی کی اہلیہ بلقیس ایدھی خصوصی طور پر کراچی سے اسلام آباد آئیں۔ انہوں نے لال مسجد انتظامیہ سے اپیل کی کہ وہ خواتین اور بچوں کو باہر آنے دیں تاہم لال مسجد انتظامیہ نے انکی اپیل کا کوئی جواب نہیں دیا۔ شام کو متحدہ مجلس عمل کی خواتین اراکین پارلیمنٹ کا ایک وفد بھی اپیل کرنے لال مسجد کے اندر گیا۔ متحدہ مجلس عمل سے تعلق رکھنے والے رکن قومی اسمبلی شاہ عبدالعزیز نے بھی اسی مقصد کے لئے لال مسجد کا دورہ کیا لیکن غازی عبدالرشید نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ انکا موقف تھا کہ سیکورٹی پلان کی وجہ سے میں ملاقات نہیں کر سکتا۔ ملکبہت ممکن ہے کہ ملاقات کے دوران حملہ کر کے حکومت لوگوں کو خود مار دے اور ذمہ داری ہم پر ڈالدی جائے۔ راولپنڈی اسلام آباد کے کم وبیش پچاس سے زائد علماء کرام نے نے بھی طویل مشاورت کے بعد لال مسجد انتظامیہ سے یہی اپیل کی۔ تاہم رات گئے تک لال مسجد انتظامیہ کی طرف سے کوئی مثبت جواب سامنے نہیں آیا تھا۔ واضح رہے کہ اقلیتی رہنما جے سالک اور مان کی اہلیہ نے بھی اپیل کرنے کے لئے لال مسجد کے دورے کا اعلان کیا ہے یہ بات قابل ذکر ہے کہ غازی عبدالرشید اس بات کے خواہاں ہیں کہ حکومت ان کے ساتھ براہ راست مذاکرات کرے تاہم حکومت اپنے اس موقف سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں ہے کہ اب غازی عبدالرشید سے کوئی مذاکرات نہیں کئے جائیں گے۔ البتہ چوہدری شجاعت کا کہنا ہے کہ انہوں

نے غازی عبدالرشید کو جیل کی بجائے ریسٹ ہاؤس میں رکھنے کی پیش کش حکومت سے بات کرنے کے بعد کی ہے بلاشبہ غازی عبدالرشید نے پیشکش کو یکسر مسترد کر دیا ہے تاہم چوہدری شجاعت حسین کا کہنا ہے کہ میں نے غازی عبدالرشید سے کہا ہے کہ آپ رات بھر سوچ کر مجھے صبح جواب دے دیں تاہم غازی عبدالرشید کا موقف ہے کہ وہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں موجود تمام افراد کے لئے عام معافی کے اعلان سے کم کسی بات پر رضامند نہیں ہوں گے۔ ادھر آپریشن کے حوالے سے جمعتہ المبارک کو بھی وقفے وقفے سے سارا دن فریقین کے مابین فائرنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ اطلاع ہے کہ بھاری اسلحہ کے استعمال سے لال مسجد میں موجود بجلی کا ایک جنریٹر تباہ ہو گیا۔ حکومت نے مسجد میں موجود افراد کے والدین کو کرفیو میں نرمی کے دوران مسجد میں بھجوایا تا کہ وہ اپنے بچوں کو باہر لا سکیں حکومت کے اس اقدام پر شدید ردعمل ظاہر کرتے ہوئے لال مسجد سے ان والدین پر فائرنگ کر دی گئی۔ جوابی فائرنگ سے جامعہ حفصہ کے ایک حصے کی چھت اُڑ گئی۔ حکومت نے مسجد میں مبینہ طور پر موجود زخمیوں اور لاشوں کو لانے کے لئے متعدد ایمبولینس گاڑیاں لال مسجد بھجوائیں لیکن لال مسجد انتظامیہ نے نہ کوئی لاش ان میں ڈالی اور نہ ہی کسی زخمی کو ہسپتال بھجوایا گیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ حکومت نے رینجرز اور کمانڈوز کے تازہ دم دستے اسلام آباد پہنچا دیے ہیں۔ ہفتے کی صبح آٹھ بجے سے ساڑھے نو بجے تک کرفیو میں نرمی کا اعلان کیا گیا ہے تا کہ گردونواح میں مقیم لوگ اشیاء ضرورت خرید سکیں۔

ادھر جامع لال مسجد کے نائب خطیب عبدالرشید غازی نے حکومت کو واضح کیا ہے کہ وہ آخری معرکے کے لئے تیار ہیں جس میں بہت سے لوگ شہید ہوں گے۔ ساڑھے چار سو سے زائد طلباء و طالبات نے ورثاء کے لئے اپنی وصیتیں لکھ لی ہیں جبکہ قوت کے ساتھ ہمیں دبا لینا حکومت کی خوش فہمی ہو گی اس امر کا اظہار انہوں نے جمعہ کی سہ پہر نجی ٹی وی چینل ''آج ٹی وی'' سے خصوصی گفتگو کے دوران کیا۔ مولانا عبدالرشید غازی نے کہا کہ تمام طلباء و طالبات وصیتیں لکھ رہے ہیں جو انکے ورثاء کے لئے ہیں۔ جنہیں لال مسجد کے منبر کے پاس رکھ دیا جائے گا انہوں نےکہا کہ حکومت کے ساتھ آخری معرکہ ہونے والا ہے جس کے لئے وہ تیار ہیں اور اس معرکے میں بہت سارے لوگ شہید ہوں گے عبدالرشید غازی نے کہا کہ حق و باطل کا معرکہ ہو گا اور ہم لوگ حق پر ہیں اور اس معرکے میں یقیناً ہمارے کچھ اہداف ہوں گے جس کو ہم پورا کریں گے انہوں نے کہا کہ وصیتیں لکھنا سنت نبویؐ ہے اور اس پر طلباء و طالبات عمل کر رہے ہیں۔ اور ان

وصیتوں میں طلباء وطالبات حکومت کے سسٹم کے حوالے سے، اسلامی نظام نفاذ، اور طاغوتی نظام کے خاتمے سمیت دیگر امور کو شامل کیا گیا ہے انہوں نے مزید بتایا کہ ساڑھے چار سو سے زائد طلباء وطالبات نے اپنی وصیتیں لکھ لی ہیں جنہیں لال مسجد کے منبر کے پاس رکھ دیا جائے گا انہوں نے مزید کہا کہ ہم اپنے دفاع کے لئے ہر ممکن اقدامات کریں گے کیونکہ ہم حق پر ہیں اور یہاں سے ہمارا باہر نکلنا اب ممکن نظر نہیں آتا جبکہ حکومت سمجھتی ہے کہ وہ ہمیں قوت سے دبالے گی تو یہ ان کی خوش فہمی ہوگی۔

لال مسجد کے نائب خطیب مولانا عبدالرشید نے دعویٰ کیا ہے کہ آدھے گھنٹے کے دوران 100 گولے مسجد کے کا حاطے میں گرے، لچک کے مظاہرے کو حکومت اسے ہماری کمزوری سمجھتی ہے۔ نجی ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جمعہ کو سیکورٹی اہلکاروں کی فائرنگ سے لال مسجد کی شمالی، جنوبی اور مغربی محرابیں منہدم ہو چکی ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں عبدالرشید غازی نے کہا کہ لال مسجد سے کوئی راکٹ نہیں چلائے گئے۔ انہوں نے کہا کہ سیکورٹی اہلکاروں کے آپریشن کے دوران تقریباً آدھے گھنٹے میں 100 راکٹ مسجد کے احاطے میں گرے تاہم اس دوران کسی جانی و مالی نقصان کے حوالے سے انہوں نے نہیں بتایا۔ عبدالرشید غازی نے کہا کہ انہوں نے نہیں بتایا۔ عبدالرشید غازی نے کہا کہ انہوں نے لچک کا مظاہرہ کیا لیکن لگتا ہے کہ حکومت اسے ہماری کمزوری سمجھتی ہے۔ ادھر بی بی سی کے مطابق مدرسے کے اندر اب کتنی طالبات رہ گئی ہیں اور وہ کس حال میں ہیں۔ اس بارے میں بھی زیادہ تفصیل دستیاب نہیں تاہم لال مسجد میں محصور نائب خطیب مولانا عبدالرشید غازی کا کہنا ہے کہ جامعہ حفصہ میں اب بھی اٹھارہ سو طلباء اور طالبات موجود ہیں۔ لال مسجد کے خلاف جاری آپریشن کے دوران گزشتہ روز چھ بج کر تیس منٹ پر اسلام آباد ایک زوردار دھماکے سے لرز اٹھا۔ دھماکہ سیکورٹی فورسز کی جانب سے جامعہ حفصہ کی عقبی دیوار کو گرانے کے لئے کیا گیا جس کے بعد جامعہ حفصہ سے آگ کا گولہ آسمان کی جانب بلند ہوا اور دھوئیں کے بادل اٹھنے لگے جو دور دور سے دیکھے گئے۔ اس دھماکے کے بعد یکے بعد دیگرے تین دھماکے ہوئے جس کے بعد دھماکوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تاہم انکی شدت پہلے ہونے والے دھماکے کے مقابلے میں کم تھی۔ چھ بج کر تیس منٹ پر ہونے والے پہلے دھماکے کی شدت لال مسجد کی حدود میں ہونے والے اب تک کے دھماکوں میں سے سب سے زیادہ تھی اور یہ G-8 اور F-8 سیکٹرز تک قابل ذکر شدت سے سنا گیا۔ دھماکے کے باعث لال

مسجد کے سیکٹر G-6 سے ملحقہ دو قریبی سیکٹر G-7 اور G-6 میں مکانات اور دفاتروں کے شیشے لرز اٹھے جس کے باعث لوگوں میں مزید خوف و ہراس پھیل گیا۔ ادھر وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات محمد علی درانی نے کہا ہے جامعہ حفصہ میں چھپے جنگجوؤں نے بھاری آرٹلری ہتھیاروں کا استعمال شروع کر دیا ہے جس سے قریبی گنجان آبادی کو شدید خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ وہ جمعہ کو ایک نجی ٹی وی سے گفتگو کر رہے تھے۔ محمد علی درانی کا کہنا تھا جنگجو راکٹ لانچرز اور مارٹر گولوں کا بھی استعمال کر رہے ہیں۔ وفاقی وزیر کا کہنا تھا کہ حکومت زیادہ سے زیادہ صبر کی پالیسی پر عمل پیرا ہے تا کہ آپریشن کے نتیجے میں کم سے کم نقصان ہو۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ حکومت کے مولانا عبدالرشید غازی کے ساتھ کسی قسم کے کوئی مذاکرات نہیں ہو رہے۔ انہیں خود کو غیر مشروط طور پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے حوالے کرنا ہوگا۔ وفاقی وزیر نے کہا کہ مولانا برادران نے جو طریقہ کار اپنا رکھا تھا۔ اس سے نہ صرف پاکستان بلکہ اسلام کو بھی زبردست نقصان پہنچ رہا تھا۔ مولانا عبدالعزیز نے برقعہ اوڑھ کر جس طرح راہ فرار اختیار کی اس سے علمائے کرام کی بھی تذلیل ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام امن، برداشت اور رواداری کا دین ہے۔ اس میں تشدد کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ جہاد اور اسلام کا نفاذ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ افراد کی نہیں۔ محمد علی درانی کا کہنا تھا لال مسجد کے واقعات سے صدر جنرل پرویز مشرف کا موقف بالکل درست ثابت ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ قومی اور عالمی سطح پر شدت پسندوں کے خلاف صدر مشرف کی پالیسی کو درست تسلیم کیا جا رہا ہے۔

راولپنڈی اسلام آباد کے علمائے کرام کی طرف سے لال مسجد جامعہ حفصہ پر آپریشن اور مدارس کو شہر سے باہر منتقل کرنے کے خلاف علماء کنونشن بلائے جانے کے فیصلے کے ایک گھنٹہ بعد اسلام آباد پولیس نے جامعہ فریدیہ کا قبضہ واپس لے گا اور علماء کنونشن کرے گا۔ گزشتہ رات تقریباً ڈیڑھ بجے راولپنڈی اسلام آباد کے علمائے کرام کا اجلاس جامعہ محمدیہ میں ہوا۔ جس میں فیصلہ کیا گیا کہ لال مسجد جامعہ حفصہ پر آپریشن اور جامعہ فریدیہ کو شہر سے منتقل کرنے اور دیگر مدارس کو بھی منتقل کرنے کے حکومتی ارادوں کے خلاف علماء کنونشن اتوار کو طلب کر لیا۔ اس کی اطلاع ملتے ہی پولیس نے دو بجے جامعہ فریدیہ پر بھاری نفری سے چڑھائی کر کے قبضہ کر لیا۔ جس اس سلسلے میں اسلام آباد کے وفاق المدارس سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے پولیس قبضے کی تصدیق کی اور کہا کہ وفاق المدارس قبضہ واپس لے گا اور اتوار کو کنونشن بھی وہیں ہوگا۔

(روزنامہ اسلام لاہور۔ 7 جولائی 2007ء)

اس سانحے کا شدید ردِعمل ملک کے مختلف حصوں میں دیکھنے میں آیا۔ گزشتہ روز دو اہم اور افسوسناک واقعات ہوئے۔ تخریب کاری کے لئے راستے میں نصب کئے گئے ایک بم کے پھٹنے سے ایک میجر اور لفٹیننٹ سمیت چار سیکورٹی فورسز کے جوان جاں بحق ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بم تھانہ مالاکنڈ ایجنسی اور پُل چوکی چکدرہ کے درمیان سڑک کنارے کھڑا ایک سائیکل میں نصب تھا۔ پاک فوج کا قریباً 65 گاڑیوں پر مشتمل کانوائے جو سوات جا رہا تھا کا قافلے میں شامل پہلی جانے والی جیپ سائیکل کے قریب پہنچی تو بم کو ریموٹ کنٹرول سے اڑا دیا گیا۔ جیپ میں سوار کشمیر سے تعلق رکھنے والے میجر آفاق چارسدہ سے تعلق رکھنے والا لیفٹیننٹ ضیاء گجر خان سے تعلق رکھنے والا سپاہی تنویر اور ساہیوال کے سپاہی برکت موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ جیب کا ڈرائیور گلگت کا انور شدید زخمی ہوئے دھماکہ عین اس وقت کیا گیا جب آس پاس کی مساجد میں نماز جمعہ کا خطبہ دیا جا رہا تھا۔ یہ اتنا شدید اور زوردار دھماکہ تھا کہ اس کی آواز دور دور تک سنی گئی۔ دھماکے کے فوراً بعد مرنے والوں کی نعشیں اور زخمی سپاہی کو بٹ خیلہ ہسپتال لایا گیا جبکہ دھماکے کی اطلاع ملتے ہی چکدرہ چھاؤنی میں مقیم چترال سکاؤٹس اور مالاکنڈ لیویز کی بھاری نفری جائے حادثہ پر پہنچ گئی اوے انہوں نے چکدرہ پل سے لے کر تھانہ ملاکنڈ تک ہائی وے ہر قسم کی ٹریفک اور پیدل چلنے والے لوگوں کیلئے چار گھنٹے تک بند کر دی۔ مقامی صحافیوں کو بھی جائے حادثہ پر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ ذرائع نے دعویٰ کیا ہے کہ آس پاس کے کھیتوں میں کام کرنے والے دس کاشتکاروں کو ابتدائی پوچھ گچھ کیلئے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ادھر سوات میں پولیس اور ایف سی کے قافلے پر ریموٹ کنٹرول بم دھماکہ اور فائرنگ سے ڈی ایس پی سمیت چار اہلکار شدید زخمی ہو گئے۔ پولیس کی جوابی فائرنگ سے حملہ آور فرار ہو گئے۔ مٹہ پولیس کو اطلاع ملی تھی کہ مٹہ کے موضع برہم پٹی میں نامعلوم افراد نے بم نصب کر دیئے ہیں۔ جس کی تحقیق کے لئے ڈی ایس پی مٹہ عبدالرشید کی قیادت میں پولیس اور ایف سی پر مشتمل پارٹی روانہ ہو گئی جونہی یہ پارٹی بریم پل کے قریب پہنچی تو نامعلوم افراد نے قافلے پر ریموٹ کنٹرول بم دھماکہ کیا۔ جو ایک موٹر کار میں سوار تھے اور غیر ملکی معلوم ہو رہے تھے بعد ازاں انہوں نے پولیس اور ایف سی پر فائر بھی کھول دیا۔ جس کے نتیجے میں ڈی ایس پی عبدالرشید، ایڈیشنل ایس ایچ او شیر زادہ خان، ایف سی اہلکار طارق جاوید اور ڈی ایس پی کے ڈرائیور عظیم شدید زخمی ہو گئے۔ زخمی ڈی ایس پی عبدالرشید کو سیدو ہسپتال جبکہ دیگر تینوں اہلکاروں کو

مٹہ ہسپتال پہنچایا گیا۔ جن کی حالت خطرے سے باہر بتائی جاتی ہے۔ ادھر پاکستان کی فوج کے ترجمان میجر جنرل وحید ارشد نے بی بی سی کو بتایا کہ یہ حملہ جمعہ کی دوپہر چکدرہ کے مقام پر ایک فوجی قافلے پر کیا گیا جس میں چار فوجی جاں بحق اور ایک زخمی ہو گیا ہے۔ ملاکنڈ ڈویژن لیویز کے صوبیدار میجر مکرم خان نے بی بی سی کو بتایا کہ ایک فوجی قافلہ سوات جارہا تھا کہ سڑک کے کنارے کھڑی سائیکل میں نصب بم کو ریموٹ کنٹرول کے ذریعے اڑادیا گیا۔ فوج کے ایک ذمہ دار افسر اور ملاکنڈ ڈویژن کے اعلیٰ حکومتی اہلکار نے بی بی سی کو بتایا کہ یہ ایک خودکش حملہ تھا۔ مقامی افراد کا بھی کہنا ہے کہ ایک سائیکل پر سوار ایک خودکش حملہ آور نے قافلے کی پہلی گاڑی کے ساتھ اپنی سائیکل ٹکرادی تاہم میجر جنرل وحید ارشد نے اس بات کی تردید کی ہے۔ اسی روز اخبارات نے صدر جنرل پرویز مشرف کے جہاز پر حملے کی خبر بھی شائع کی اخباری اطلاعات کے مطابق ایک سینئر سیکورٹی اہلکار نے نام خفیہ رکھے جانے کی شرط پر بتایا کہ یہ دہشت گردوں کی جانب سے صدر کے طیارے کو نشانہ بنانے کی کوشش تھی جو ناکام ہو گئی۔ وہ لوگ جلد ہی فرار ہو گئے لیکن ہمارے سیکورٹی ادارے واقعہ کی تفتیش کر رہے ہیں۔ مذکورہ سینئر سیکورٹی افسر کا کہنا تھا کہ جنرل پرویز مشرف طیارے میں تھے لیکن افسر کا اصرار تھا کہ طیارہ گولیوں کی پہنچ سے باہر تھا۔ بی بی سی کے مطابق چکلالہ کے فوجی ہوائی اڈے سے چند میل کے فاصلے پر واقع اصغر مال کے علاقے میں قانون نافذ کرنے والے اداروں نے ایک گھر کی چھت سے ایک طیارہ شکن توپ اور 7.76 ملی میٹر کی ایک مشین گن برآمد کی ہے جسے طیارہ شکن بنانے کے لئے اس میں ترمیم کی ہوئی تھی۔ سیکٹری داخلہ کے مطابق ان ہتھیاروں میں سے صرف مشین گن استعمال کی گئی تھی اور پولیس کو صرف دیوار پر گولیوں کے نشانات ملے ہیں، جس سے لگتا ہے کہ شین گن اتفاقیہ چل گئی تھی جس کے بعد چلانے والا وہاں سے فرار ہو گیا، کمال شاہ کا مزید کہنا تھا کہ مشین گن کی گولیوں کا نشانہ صدر مشرف کا طیارہ نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ گولیوں کی آوازیں طیارے کی روانگی کے بہت دیر بعد سنی گئیں۔ تاہم واقعہ کی تفتیش کرنے والے ایک سینئر سیکورٹی اہلکار کا کہنا تھا کہ گولیوں کا نشانہ صدر مشرف کا طیارہ ہی تھا۔ ایک بلند عمارت سے بنائی گئی ایک ٹی وی رپورٹ میں سیکورٹی اہلکاروں کو ایک مکان کی چھت پر دکھایا گیا ہے جہاں ایک سیٹلائٹ ڈش کے ساتھ ایک گن دکھائی دیتی ہے جس کا رُخ آسمان کی طرف تھا، تاہم اس سے یہ نہیں بتایا جاسکتا تھا کہ اس گن سے فائر ہوا ہے یا نہیں۔ پاکستانی فوج کے ترجمان میجر جنرل ارشد وحید نے اس خبر کی تردید کی ہے کہ صدر مشرف

کے طیارے کو راکٹ کا نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی تھی تاہم انہوں نے اس سلسلے میں کوئی تفصیلات فراہم نہیں کیں۔ صبح گیارہ بجے کے قریب ہونے والے اس واقعہ کے بعد پولیس اور دیگر اداروں کے اہلکاروں نے اصغر مال کے علاقے کو گھیرے میں لے لیا اور وہاں سے نکلنے والے افراد کی جانچ پڑتال کی جارہی ہے۔ مقامی لوگوں کے مطابق جس مکان سے طیارہ شکن توپ اور دیگر اسلحہ برآمد ہوا ہے وہ محمد شریف نامی شخص کی ملکیت ہے جو انہوں نے ایک ہفتہ پہلے ہی کرایہ پر دیا تھا۔ کرایہ دار اپنی بیوی اور دو چھوٹے بچوں کے ساتھ وہاں رہائش پذیر تھا۔ مبینہ واقعہ کے فوراً بعد وہ باریش شخص اپنے بیوی بچوں سمیت وہاں سے غائب ہو گیا۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے مالک مکان کو حراست میں لے لیا ہے اور اسے فرار ہونے والے کرایہ دار کے بارے میں پوچھ گچھ کی جا رہی ہے۔ ایک عینی شاہد کے مطابق قانون نافذ کرنے والے ادارے کے اہلکار ایک اور عمر رسیدہ شخص کو بھی اپنے ساتھ لے گئے ہیں جن کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ انہوں نے کرایہ دار کو اپنے بیوی بچوں سمیت صبح وہاں سے فرار ہوتے دیکھا تھا۔

8/جولائی

8/جولائی کی اخباری اطلاعات کے مطابق سیکورٹی فورسز کی شدید فائرنگ اور دھماکوں سے جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے بڑے حصے کو شدید نقصان پہنچا۔ آپریشن کے دوران چھ زوردار دھماکے ہوئے جن کی آواز سات کلومیٹر کے فاصلے پر سنی گئی۔ دھماکے سے قریبی عمارتوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔ ذرائع کے مطابق کارروائی میں سپیشل فورسز بکتر بند گاڑیوں نے حصہ لیا۔ ذرائع کے مطابق دھمکوں کی وجہ سے جامعہ حفصہ میں آگ لگ چکی ہے۔ فائرنگ اتنی شدید تھی کہ اطراف کی عمارتوں سے بھی گولیاں ٹکرائی ہیں۔ کارروائی سے پہلے علاقے کی بجلی منقطع کر دی گئی۔ مولانا عبدالرشید غازی نے ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ سیکورٹی فورسز مدرسے پر مارٹر گولے فائر کئے گئے ہیں اور ایک شیل میرے قریب آ کر گرا۔ اور مدرسے کو کھنڈر میں تبدیل کیا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت ہمارے ساتھ معاملے کو ختم نہیں کرنا چاہتی بلکہ ہمیں جھکانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ میں اور میرے ساتھی جھکنے کے لئے تیار نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ شہید ہونے والے اور ہیں۔ قیامت کے دن ان حکمرانوں کے گریبان پکڑیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس بھاری ہتھیار نہیں ہیں اگر ہوتے تو سیکورٹی فورسز کو تباہ کر کے رکھ دیتے۔ ہمارے پاس صرف کلاشنکوفیں ہیں۔ حکومت ہمارے سروں پر تلوار رکھ کر بات کرنا چاہتی ہے لیکن ہم طاقت

کے سامنے جھکنے کے فلسفے کو نہیں مانتے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت ہمیں شہید کرنے کے بعد یہاں پر ہتھیاروں کے برآمد ہونے کا ڈرامہ کرے گی۔ ہوسکتا ہے وہ یہاں سے ایٹم بم بھی برآمد کروا دیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت طاقت استعمال کرنے کی بجائے عزت کے ساتھ ہمارے ساتھ معاملے کرے۔ مشرف چاہتے ہیں جس طرح وہ امریکہ کے سامنے جھکے ہوئے ہیں ہم بھی اسی طرح مشرف کے سامنے جھک جائیں۔ دریں اثناء حکومت دو بارلیش کمانڈوز کو لال مسجد بھجوانے میں کامیاب ہوگئی ہے۔ انتہائی اعلیٰ سطحی ذرائع کے مطابق مذکورہ دونوں کمانڈوز جمعۃ المبارک کی رات علماء کے وفد کے ہمراہ لال مسجد کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوئے۔ مسجد میں تاریکی کے باعث دونوں کمانڈو وہاں پہلے سے موجود باریش طلباء میں گھل مل گئے ہیں۔ دونوں کمانڈوز نے ابتدائی طور پر حکومت کو اطلاع دی ہے کہ مسجد کے اندر ایک سے ڈیڑھ سو تک طلباء جبکہ تین سو کے لگ بھگ طالبات موجود ہیں۔ ذرائع کے مطابق کمانڈوز کی طرف سے فراہم کردہ اطلاعات کے مطابق لال مسجد کے خطیب علامہ عبدالرشید غازی نے مسجد کے اندر موجود افراد کے ساتھ براہ راست بات چیت بند کی دی ہے۔ پانچ مخصوص افراد ان کے لئے رابطے کا کام کررہے ہیں۔ لال مسجد کے اندر سے موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق علامہ عبدالرشید غازی کی اہلیہ اور ان کے بچے لال مسجد یا جامعہ حفصہ میں موجود نہیں ہیں۔ موصولہ اطلاعات کے مطابق حکومت کو لال مسجد اور جامعہ حفصہ کلیئر کرنے کے لئے مزید 72 گھنٹے درکار ہوں گے۔ ذرائع کے مطابق وہاں عام لوگوں کی زندگیاں بچانے کے لئے کلیئرنس کے لئے اضافی وقت بھی لگ سکتا ہے۔ ذرائع نے اس نامہ نگار کو بتایا ہے کہ ابتدائی معلومات کے مطابق لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں بارودی سرنگیں بچھائے جانے کی اطلاعات میں صداقت نہیں ہے۔ اس نامہ نگار کے استفسار پر ذرائع نے اس امر کا اظہار کیا کہ آپریشن کا دورانیہ بڑھ سکتا ہے تاہم مطلوبہ نتائج کے حصول تک فورسز کو واپس نہیں لایا جائے گا۔ دریں اثناء حکومت نے لال مسجد کے نائب خطیب عبدالرشید غازی کی یہ پیشکش مسترد کردی ہے کہ اگر وہ جوڈیشنل انکوائری میں مجرم ثابت ہوجائیں تو گرفتاری دے دیں گے۔ انہوں نے یہ پیشکش حکمران مسلم لیگ کے صدر چودھری شجاعت حسین کو کی تھی جنہوں نے ہفتے کی رات خود ٹیلی فون کرکے اپنی گزشتہ روز کی اس پیشکش کا اعادہ کیا تھا کہ اگر وہ سرنڈر کردیں تو حکومت انہیں جیل بھجوانے کی بجائے والدہ کے ساتھ کسی ریسٹ ہاؤس میں نظر بند رکھنے کو تیار ہے۔ چودھری شجاعت کے قریبی ذرائع کے مطابق انہوں نے دن میں چار مرتبہ غازی

عبدالرشید سے بات کرنے کے لئے ٹیلی فون پر رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوسکی۔ تاہم رات کے وقت ان کی بات ممکن ہوئی جس میں انہوں نے ایک مرتبہ اپنی اس تجویز کو دہرایا کہ وہ ریسٹ ہاؤس میں نظر بندی کے لئے آمادہ ہوجائیں جس کے جواب میں عبدالرشید غازی نے کہا کہ اس بارے میں ماپنے موقف سے وہ کل ہی آگاہ کرچکے ہیں۔انہوں نے کہا کہ مجھ سے جن مقدمات کی بناء پر گرفتاری مانگی جارہی ہے وہ سراسر بے بنیاد ہے اور بدنیتی پر مبنی ہیں تاہم اگر جوڈیشل انکوائری میں ان میں ملوث پایا جاؤں تو میں کسی مزاحمت کے بغیر گرفتاری دینے کو تیار ہوں۔ چودھری شجاعت نے ان سے کہا کہ میں نے گزشتہ روز ایک متوازن تجویز پیش کی تھی جس پر میں عملدرآمد کرانے کی پوزیشن میں تھا۔انہوں نے کہا کہ مروجہ طریقہ یہی ہے کہ قائم مقدمات میں پہلے گرفتاری ہوتی ہے پھر اس فرد کی موجودگی میں تحقیقات ہوتی ہے۔لہٰذا آپ کی جانب سے پہلے انکوائری اور بعد میں گرفتاری کی جو تجویز پیش کررہے ہیں اس کا جواز نہیں بنتا۔اس کے باوجود میں تمام متعلقہ مشاورت کے بعد ہی آپ کو اس کا کوئی جواب دے سکوں گا۔انتہائی باخبر ذرائع کے مطابق چودھری شجاعت نے اگرچہ اس حوالے سے غازی عبدالرشید کو براہ راست کوئی جواب نہیں دیا لیکن حکومت میں اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ مولانا غازی کی یہ تجویز قطعی قابل قبول نہیں۔ پہلے سے درج مقدمات کے علاوہ حالیہ خونریزی میں ان کا کردار انہیں مجرم ٹھہرائے جانے کے لئے کافی ہے۔ ادھر غازی عبدالرشید نے ہفتے کے روز ہی ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کے ایک گروپ سے کانفرنس ٹیلی فون پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اگر حکومت رکاوٹ نہ بنے تو وہ میڈیا کے نمائندوں کا لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں خیر مقدم کرنے کو تیار ہیں۔انہوں نے کہا اگرچہ حکومت گھیراتنگ کرنے کے لئے ہماری بجلی، پانی اور گیس منقطع کررہی ہے لیکن ایسے اقدامات سے ہماری ثابت قدمی میں لغزش نہیں آئے گی۔انہوں نے کہا گیس نہ ہونے کی وجہ سے ہماری طالبات تلاوت قرآن پاک کے لئے مختص ڈیسک جلا کر کھانا پکا رہی ہیں۔ پانی ختم ہوگیا ہے طلبہ وطالبات تیمم کرکے نماز ادا کررہے ہیں بارش سے برسنے والا پانی ہم نے دستیاب خالی برتنوں میں جمع کیا ہے جسے پینے اور کھانا پکانے کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔لیکن اس آزمائش کے باوجود ہم اللہ کے شکرگزار ہیں کہ ہمارے تمام لوگ حوصلے میں ہیں۔انہوں نے کہا کہ انسانی حقوق کے علمبردار حکومت نے ہمیں اکیسویں صدی کی کربلا میں لاکھڑا کیا ہے۔لال مسجد کا معاملہ انسانی المیے کی طرف بڑھ رہا ہے۔انہوں نے واضح کیا کہ متحدہ مجلس عمل کے وفد کی آمد کے موقع پر

فائرنگ ہم نے نہیں بلکہ سیکورٹی فورسز نے کی اور یہ بات میں نے بروقت شاہ عبدالعزیز کو بتا دی تھی اس وفد کو یہاں آنے سے روکا گیا کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کی تباہی دنیا کی نظروں سے اوجھل رکھی جا سکے۔ ایک سوال پر انہوں نے کہا الحمد اللہ ہمارے پاس ایک ماہ سے زائد وقت کا راشن موجود ہے۔ اسلحہ بھی کافی ہے کیونکہ ہم اسے صرف دفاع کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ یہ تو حکومت ہے جس نے اسلام آباد کو عراق اور افغانستان کے شہروں جیسا بنا رکھا ہے اور ایک مسجد پر گولہ باری کر رہی ہے۔ کلال مسجد میں محصور طلباء اور رینجرز کے درمیان پانچویں روز بھی شدید فائرنگ کا سلسلہ جاری رہا جبکہ شہریوں کو سہولت فراہم کرنے کے لئے دو مرتبہ کرفیو میں نرمی کی گئی۔ ایک سیکورٹی عہدیدار نے بتایا کہ لال مسجد سے فورسز پر فائرنگ کی جا رہی ہے اور ہم جوابی فائرنگ کر رہے ہیں۔ گزشتہ روز فائرنگ سے ایک طالب علم جاں بحق ہوا۔ مسجد میں موجود محمد شہزاد نامی طالب علم نے بتایا کہ فورسز کی فائرنگ سے مدرسے کا ایک طالب علم جاں بحق ہو گیا ہے اور ہمیں دستی بموں اور بھاری ہتھیاروں سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں جبکہ سیکورٹی حکام کا کہنا ہے کہ مسجد میں بچوں اور خواتین کی موجودگی کے سبب فورسز صبر و تحمل کا مظاہرہ کر رہی ہیں لیکن ہم مسجد میں موجود شدت پسندوں کو سیکورٹی فورسز کے اہلکاروں کو نشانہ بنانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ادھر مزید 7 طالبات نے خود کو حکام کے حوالے کیا جبکہ ایک بچہ بھی مسجد سے باہر نکلنے میں کامیاب رہا۔ دوسری طرف متحدہ مجلس عمل کے وفد کی لال مسجد انتظامیہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ مسجد سے باہر آنے والے طلباء و طالبات کا کہنا ہے کہ انہیں قتل کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ کرفیو میں نرمی کے دوران بھی فائرنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ دوسری طرف حکومت نے مولانا عبدالرشید غازی کی سرگرمیاں محدود کرنے کے لئے ان کے فون نمبر بند کر دیئے ہیں۔ ادھر جماعت اسلامی اسلام آباد کے امیر محمد بلال کو سیکورٹی فورسز نے گرفتار کر لیا۔ وہ لال مسجد انتظامیہ سے ملنے گئے تھے جہاں سیکورٹی فورسز نے کہا نہیں روکا کہ اندر سے فائرنگ ہو رہی ہے اس لئے ہم آپ کو جانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ جس پر ان کا کہنا تھا کہ اندر سے تو فائرنگ نہیں ہو رہی۔ اس موقع پر ان کی فورسز کے اہلکاروں سے تلخ کلامی ہو گئی۔ حکام کا کہنا ہے کہ وہ لال مسجد والوں کو کھانا وغیرہ فراہم کرنا چاہتے تھے۔ کلال مسجد کے قریبی علاقوں کے لوگوں کی بڑی اکثریت علاقہ چھوڑ کر عزیز و اقارب کے پاس جا چکے ہیں۔ ادھر جناح کنونشن سنٹر میں ایک مزدور بھی گولی لگنے سے زخمی ہو گیا۔ حکام کے مطابق اب تک مجموعی طور پر 23 افراد مارے گئے ہیں۔ ہفتے کے روز بھی لال مسجد سے

اذان کی آواز سنائی نہیں دی۔ دوسری طرف سیکورٹی فورسز نے صحافیوں کو کورڈ مارکیٹ کے علاقے سے نکال دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ فوج مزید آگے نہیں جا رہی اور بچوں اور خواتین کی وجہ سے وہ آپریشن نہیں کر رہے۔ ادھر مولانا عبدالرشید غازی نے الزام لگایا ہے کہ فورسز کی فائرنگ سے 70 طلباء جاں بحق ہوئے ہیں۔ مسجد کے قریبی علاقے سے زوردار دھماکوں کی آوازیں سنائی دی ہیں۔ جبکہ ممکنہ آپریشن کے لئے فورسز کی تعداد میں بھی کافی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ مولانا عبدالرشید غازی نے اے ایف پی کو ٹیلی فون پر بتایا کہ ہمارے پاس 25 سے 30 دِن کا راشن موجود ہے جبکہ ان کے پیروکاروں کے پاس اتنا اسلحہ بھی موجود ہے کہ وہ ایک ماہ تک مقابلہ کر سکیں۔ انہوں نے کہا اللہ ہماری مدد کر رہا ہے اور مسجد میں 1800 طلباء اب بھی موجود ہیں۔ انہوں نے ایک بار پھر کہا کہ ہم ہتھیار نہیں ڈالیں گے حکومت کو ہمیں محفوظ راستہ دینا ہوگا اور ہم اپنے آبائی علاقوں میں چلے جائیں گے۔ آن لائن کے مطابق متحدہ مجلس عمل کا مصالحتی وفد ہفتہ کو ملانا عبدالرشید غازی سے ملاقات کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا اور سیکورٹی فورسز نے مصالحتی پارلیمانی وفد کو واپس بھجوا دیا جس پر وفد نے سخت احتجاج کیا۔ ہفتہ کی صبح سات بجے عبدالرشید غازی سے مجلس عمل کے پارلیمانی وفد کی ملاقات ہونا تھی اس حوالے سے پالیمانی وفد کے ارکان، شاہ عبدالعزیز، سمیعہ راحیل قاضی، سینیٹر کوثر فردوس، جمیلہ احمد اور مجلس عمل اسلام آباد کے رہنما سید بلال نے اسلام آباد انتظامیہ سے مذاکرات کئے۔ مذاکرات کے بعد ہفتے کی دوپہر جب وفد لال مسجد کے قریب سرنڈر پوائنٹ پر پہنچا جہاں سے انہیں آگے مدرسے کے اندر جانا تھا مگر اس دوران مختلف اطراف س شدید فائرنگ شروع ہوگئی جبکہ بارہ دھماکے بھی ہوئے جس پر سیکورٹی فورسز نے مجلس عمل کے وفد کو مدرسے کے اندر جانے سے روک دیا اور انہیں کہا کہ وہ فوری واپس چلے جائیں ان حالات میں وہ ملاقات نہیں کرا سکتے کیونکہ اندر سے فائرنگ ہو رہی ہے۔ اس پر سید بلال نے عبدالرشید غازی سے فون پر رابطہ کیا تو رشید غازی نے کہا کہ ان کی طرف سے فائرنگ بند ہے وہ خود بھی اس وفد سے ملنا چاہتے ہیں تا کہ مسئلہ حل ہو اور سیکورٹی فورسز خود شدید فائرنگ کر رہی ہیں۔ سید بلال نے بعد میں میڈیا کو بتایا کہ فائرنگ کی ذمہ دار سیکورٹی فورسز ہیں اور یہ ہم سے غلط بیانی کر رہی ہیں کہ فائرنگ اندر سے ہو رہی ہے۔ اصل میں ہمیں ملاقات سے روکنے کے لئے سیکورٹی فورسز نے خود فائرنگ کی جس کی ہم مذمت کرتے ہیں مگر ہم اپنی کوششیں ترک نہیں کریں گے بلکہ انہیں جاری رکھتے ہوئے مسئلہ کے حل کی طرف بڑھیں گے تا کہ امن ہو۔ بے گناہ انسانی جانیں

ضائع نہ ہوں اور ملک کی بدنامی بھی نہ ہو۔ مگر رینجرز اور فوج کے اعلیٰ حکام نے ہمیں زبردستی واپس بھجوادیا اور ملاقات نہیں کرنے دی۔ انہوں نے کہا کہ غازی عبدالرشید نے ہمیں خود دعوت دی ہے اور کہا ہے کہ غازی عبدالرشید نے ہمیں خود دعوت دی ہے اور کہا کہ وہ خود بھی ان سے ملنا چاہتے ہیں۔ انہیں مکمل سیکورٹی اور زندگی کی ضمانت دی جائے گی مگر انتظامیہ نے مصالحت کا یہ موقع گنوادیا مگر اس کے باوجود ہم اپنی کوششیں جاری رکھیں گے۔

اسی روز یہ خبر بھی شائع ہوئی کہ جنرل پرویز مشرف نے لال مسجد والوں سے کہا ہے کہ وہ ہتھیار ڈال دیں ورنہ مارے جائیں گے۔ جنرل مشرف نے یہ بیان جسے تمام چینلو نے بطور خاص بار بار دکھایا۔ سیلاب زدہ علاقوں کا دورہ کرتے ہوئے دیا وہ اپنی فوجی یونیفارم میں یہ بیان دیتے ہوئے خاصے پُر جوش دکھائی دے رہے تھے۔

اسی روز اخبارات نے عبدالرشید غازی کا ایک خط بھی شائع کیا جس میں انہوں نے کہا کہ بارود کی بارش ثابت کر رہی ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑ رہے ہیں۔ مولانا عبدالعزیز گہری سازش کا شکار ہوئے۔ انہوں نے مشکل وقت میں بعض لوگوں پر اعتماد کیا جو ان کی غلطی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا عبدالعزیز موت سے گھبرائے نہ راہ فرار اختیار کی بلکہ وہ وصیت لکھ کر شہادت کے منتظر تھے۔ آنے والا وقت حقیقت واضح کر دے گا۔ ذرائع ابلاغ کے نام اپنے خط میں عبدالرشید غازی نے کہا ہے کہ ممکن ہے ان سطور کی اشاعت تک ہم محصورین لال مسجد شہادت کا اعلیٰ مرتبہ پا چکے ہوں۔ پندرہ ہزار کے قریب سکورٹی اہلکار، نیم فوجی دستے ٹینکوں کا لاؤ لشکر نہتے اور معصوم طلبہ و طالبات کو روندتے ہوئے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کو فتح کر چکے ہوں اگرچہ اس وقت لال مسجد کربلا کا منظر پیش کر رہی ہے۔ شہداء کی بکھری نعشیں، زخمیوں کی آہ و بکا مسجد کے شہید مینار اور چاردیواری زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ سب کچھ چھ لاکھ انسانوں کی قربانی جس مطالبے پر دی گئی اسے دہرانے کی سزا ہے۔ تاہم اس سارے منظرنامے میں خطیب لال مسجد و بانی تحریک طلبہ و طالبات مولانا عبدالعزیز کی غیر متوقع گرفتاری اور بعدازاں ان کا ٹی وی انٹرویو اسلام پسند عوام کے لئے یقیناً مایوسی کا سبب بنا۔ عام لوگ جو اصل صورتحال سے واقف نہیں ان کا خیال ہے اور میڈیا کے بعض ادارے بھی حقیقت جانے بغیر یہ باور کرانے میں مصروف ہیں کہ مولانا عبدالعزیز نے موت کے خوف سے فرار کا راستہ اختیار کیا اور اپنے رفقاء اور طلبہ و طالبات کو تنہا چھوڑ نکل پڑے۔ تجزیاتی صلاحیت سے بے بہرہ لوگ اس پہلو پر غور نہیں کرتے کہ اگر واقعی مولانا عبدالعزیز موت سے خوف

زدہ ہوکر زندگی کی طرف بھاگے تو پھر اپنے بیٹے بیٹی، ماں اور بیوی کو کیوں چھوڑ گئے، پھر میں ان کا چھوٹا بھائی، ان کے دیگر ساتھی اور رہ جانے والے طلبہ و طالبات سرنڈر کا راستہ کیوں اختیار نہیں کرتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت مخالفین کو سمجھانے کے بجائے ہمدرد لوگوں کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو یہ بتانا ضروری ہے کہ مولانا عبدالعزیز گہری سازش کا شکار ہوئے اگرچہ فی الوقت ان کی گرفتاری پر اسرار کا پردہ پڑا ہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یہ پردہ اٹھ جائے گا اور حقائق سامنے آئیں گے۔ ہم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ مولانا عبدالعزیز راہ جہاد کے مسافر اور شوق شہادت سے لبریز ہیں ان کے خلاف صرف ایک بات کہی جاسکتی ہے کہ انہوں نے کڑے وقت میں بعض لوگوں پر اعتماد کیا جو ان کی غلطی تھی جس کی سزا بہر حال بھگتنا ہوگی سچ اور حقیقت یہ ہے کہ مولانا عبدالعزیز نہ موت سے گھبرائے اور نہ راہ فرار اختیار کی بلکہ وہ وصیت لکھ کر غسل کر کے شہادت کے منتظر تھے کہ دیگر لوگوں کی جانیں بچانے کے لئے امید کی ایک کرن سارے فسانے کا باعث بنی، بہر حال حقیقت ثاب اور واضح کرنا وقت کا کام ہے اور وہ ایسا ہی کرے گا۔ میں اتنا کہوں گا کہ مولانا عبدالعزیز اور ان کے جانثار ساتھیوں نے تحریک صرف اللہ کی رضا اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے شروع کی۔ حدود اللہ میں ترمیم، مساجد کی شہادتیں، فحاشی اور عریانی فروغ، اسلامی عقائد کی نفس پسند تشریحات، جہاد کا نام لینے والوں پر فوج کشی، مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر بھیڑ بکریوں کی طرح کفار کے حوالے کرنا اور سیکولرازم کے فروغ کے اقدامات قابل برداشت نہیں تھے جس وجہ سے نفاذ اسلام کی فیصلہ کن تحریک چلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آپریشن کے دوران جامعہ حفصہ میں کسی طالبہ یا طالب علم کو زبردستی نہیں روکا گیا۔ یہاں صرف وہی لوگ اپنی مرضی سے ٹھہرے جن کے دلوں کی دنیا مولانا عبدالعزیز کے بیانات کی وجہ سے بدل چکی تھی میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اس ملک میں اسلام کا نظام عدل چاہتے ہیں۔ ہم عدالتوں میں شرعی قوانین کے نفاذ کے خواہاں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ غریب عوام کو انصاف ملے، روٹی ملے، ملاوٹ، رشوت، ظلم، فحاشی، اقرباء پروری کا نظام ختم ہو۔ ان سب مسائل کے حل کے لئے اسلامی نظام کا عملی نفاذ واحد ذریعہ ہے یہ اللہ تعالی کا حکم بھی ہے اور آئین پاکستان کا تقاضا بھی۔ ہم نے دنیاوی فوائد مسترد کر کے راستے کی تلخیوں کو پہچانتے ہوئے شعوری طور پر آخرت کی زندگی کو دنیا کی زندگی پر ترجیح دی ہے، میرے ساتھ موجود طلبہ و طالبات کے عزائم انتہائی بلند ہیں بلکہ میں یہ کہوں تو غلط نہیں ہوگا کہ ان طلبہ و طالبات کے عزائم دیکھ کر میرے جذبوں کو بھی جلا ملتی ہے۔ میں پوچھتا ہوں ان طلبہ و

طالبات کا قصور کیا ہے؟ کیا کچھ غلط کار لوگوں کو اصلاح کی نیت سے اٹھا کر لانے کی یہ سزا ہے کہ ان گنت معصوم جانوں کو بارود کی نذر کر دیا جائے۔ ریاست کی رٹ کی برتری کی بات کرنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رٹ کو قدم قدم پر پامال کیوں کیا؟ جن لوگوں نے گزشتہ پانچ دنوں میں قرآن کے حافظ اور حدیث کا علم حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کو گولیوں سے چھلنی کیا وہ یقیناً ظالم ہیں۔ اس موقع پر میڈیا کے چند چینلو نے بھی جانب داری کا مظاہرہ کیا ہم اس مسئلے کو بھی اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ میں آخر میں وصیت کے طور پر اسلام پسند عوام، تحریک سے وابستہ لوگوں، طلبہ و طالبات ان کے لواحقین اور ذرائع ابلاغ کے سامنے اپنی بات دہراؤں گا کہ ہماری تحریک نیک مقاصد کیلئے شروع کی گئی۔ ہم اسلامی نظام کے نفاذ کے مطالبے پر قائم ہیں۔ ہم اس بات پر مطمئن ہیں کہ ہم نے ایثار، وفا اور قربانی کی راہ کا انتخاب کیا۔ ہم نفاذ اسلام کے مطالبے پر جان دینا سعادت سمجھتے ہیں۔ ہمیں اللہ کر رحمت سے یقین ہے کہ ہمارا لہو انقلاب کی نوید بنے گا۔ دنیا والوں نے کبھی ہمیں ایجنسیوں کا کارندہ کہا اور کبھی پاگل کہا۔ آج بارود کی بارش ثابت کر رہی ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑ رہے ہیں۔ بے شک اہل حق پر مصائب آنا حقیقت ہے۔ اگر ہمارے امیر حضرت حسینؓ بے بسی میں شہید ہوئے تو ہم بھی اس قافلے کے راہ رو ہیں۔ انشاءاللہ اسلامی انقلاب اس ملک کا مقدر بنے گا۔ (انشاءاللہ)

چمن میں آئے کی فصل بہاراں ہم نہیں ہوں گے

اسی روز مولانا عبدالرشید غازی کا بیان شائع ہوا کہ حکومت آپریشن تین ہفتوں کے لئے ملتوی کر دے۔ اس دوران میں مسجد کے اندر رہوں گا۔ اس دوران جو طلباء و طالبات حکومت کو مطلوب ہیں ان کی تحقیقات کرائی جائیں، میرے خلاف جو مقدمات پولیس نے قائم کئے ہیں ان کی جوڈیشنل انکوائری کروائی جائے۔ اگر عدالت یہ کہے کہ میں قصور وار ہوں تو میں گرفتاری دے دوں گا، اگر عدالت مجھے قصوروار نہ ٹھہرائے تو مجھے چھوڑ دیا جائے۔ یہ بات انہوں نے مسلم لیگ (ق) کے سربراہ چودھری شجاعت حسین سے ٹیلیفون رابطے میں کہی۔ نجی ٹی وی کے مطابق عبدالرشید غازی کے تمام ٹیلی فون بند کر دیئے گئے ہیں۔ انہوں نے چودھری شجاعت حسین سے اپنے ایک ساتھی کے موبائل فون سے رابطہ کیا جس میں انہوں نے چودھری شجاعت حسین سے کہا کہ لال مسجد کے گیٹ پر جمعہ کے روز سے ایک لاش پڑی ہوئی ہے جس سے تعفن اٹھ رہا ہے، بارش کی وجہ سے لاش کی حالت مزید خراب ہو چکی ہے، حکومت ایمبولینس بھیج کر اسے اٹھانے کا

بندوبست کرے، لاش کی بے حرمتی ہو رہی ہے اور اس میں پڑے کیڑے نظر آ رہے ہیں جس پر مسلم لیگ کے صدر چودھری شجاعت حسین نے انہیں ایمبولینس بھیجنے کی یقین دہانی کراتے ہوئے کہا کہ آپ اس بات کا انتظام کریں کہ ایمبولینس پر لال مسجد سے فائرنگ نہ ہو۔ انہوں نے عبدالرشید غازی سے ایک بار پھر کہا کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ سے بچے اور بچیوں کو زندہ نکالنے کا کوئی راستہ نکالیں۔ تاہم تجویز کے بارے میں انہوں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا البتہ یہ ضرور کہا کہ وہ حکومت سے اس سلسلے میں بات کریں گے۔

اس افسوسناک صورتحال نے ملک بھر میں سوگواری طاری کردی تھی۔ مختلف طبقہ ہائے زندگی کے لوگ کوشاں تھے کہ کسی بھی طرح یہ مسئلہ حل ہوتا کہ بے گناہ بچے اور بچیاں بے موت مرنے سے بچ جائیں۔ اس ضمن میں علمائے کرام بھی سرگرم تھے۔ جملہ علمائے کرام کے ایک وفد نے حکومت سے اپیل کی کہ مولانا عبدالرشید غازی اور لال مسجد میں موجود افراد کو عام معافی دے دی جائے جبکہ وزیراعظم نے کہا ہے کہ عام معافی دینا ممکن نہیں ہے۔ قانون سب کے لئے برابر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب علماء، سماجی یا سیاسی شخصیات سمیت کسی بھی وفد کو جامعہ حفصہ یا لال مسجد میں نہیں جانے دیا جائے گا۔ انٹیلی جنس اداروں کی رپورٹ ہے کہ ان وفود کو یرغمال بنا کر لال مسجد سے نکلنے کا محفوظ راستہ دینے کا مطالبہ کیا جائے گا۔ گزشتہ روز مجلس عمل کے ایک وفد نے چیف کمشنر کے ساتھ سرکاری گاڑیوں پر لال مسجد جانے کی کوشش کی تاہم سیکورٹی فورسز نے مبینہ طور پر انہیں واپس بھیج دیا جبکہ امیر جماعت اسلامی اسلام آباد سید بلال کو تین ساتھیوں سمیت گرفتار کرکے تھانہ آبپارہ میں بھیج دیا، جس پر اسی وفد نے بعدازاں پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر مظاہرہ کیا۔ تفصیلات کے مطابق متحدہ مجلس عمل کے ارکان قومی اسمبلی شاہ عبدالعزیز مجاہد، سمیعہ راحیل قاضی، جمیلہ کاحمد سینٹر کوثر فردوس، سید بلال اور دیگر پر مشتمل وفد اسلام آباد انتظامیہ کی گاڑیوں میں جونہی کورڈ مارکیٹ سے آگے پہنچا تو رینجرز نے روک لیا۔ اس دوران شدید فائرنگ شروع ہوگئی جو کافی دیر تک جاری رہی۔ جب فائرنگ رکی تو ان لوگوں نے لال مسجد جانے کی کوشش کی مگر سیکورٹی اہلکاروں نے انہیں واپس بھجوا دیا۔ واپسی پر اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے شاہ عبدالعزیز نے کہا کہ ہم حکومتی اپیل پر یہاں آئے تھے۔ چیف کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور دیگر حکام بھی ہمارے ہمراہ تھے لیکن ہمیں آگے نہیں جانے دیا گیا جبکہ فائرنگ بھی عبدالرشید غازی کی طرف سے نہیں کی جا رہی تھی۔ محسوس ہوتا ہے وزیر اطلاعات کی پیشکش جھوٹی ہے۔ حکومت خود خون بہانا چاہتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہم ایم ایم اے کی طرف سے کوئی سیاسی کردار ادا کرنے نہیں آئے تھے۔ سمیعہ راحیل قاضی نے نجی ٹی وی سے بات چیت کرتے ہوئے الزام لگایا کہ فائرنگ اور دھما کے اندر سے نہیں باہر سے کئے گئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے خود مصالحتی کردار کی اپیل کی تھی مگر اب اس کا رویہ قابل کافسوس ہوگیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ زندہ قومیں اور بہنوں کی درخواست پر قتل بھی معاف کر دیتی ہیں۔ سمیعہ راحیل قاضی نے کہا ہے کہ ہمیں مصالحتی کردار ادا کرنے سے روکا جا رہا ہے۔ بعد ازاں مجلس عمل کے اس وفد نے پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے ایک احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ لال مسجد کے بحران کو کسی المیہ اختتام سے بچانے کے لئے راولپنڈی واسلام آباد کے جید علماء کی کوششیں اس وقت نقطہ عروج پر پہنچ گئی جب ان کے ایک 13 رکنی وفد نے وزیر اعظم شوکت عزیز سے ملاقات کی۔ ملاقات میں لال مسجد کے بحران پر تفصیلی تبادلہ خیال ہوا۔ علماء نے وزیر اعظم کو تجویز دی کہ لال مسجد کے اندر موجود لوگوں کو عام معافی دے دی جائے اور انہیں وہاں جا کر بات کرنے دی جائے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ عام معافی دینا ممکن نہیں ہے تاہم باہر آنے کے خواہشمندوں کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ انہوں نے ملاقات کی اجازت دینے سے بھی انکار کر دیا۔ ملاقات میں جامعہ فریدیہ کو بند کرنے پر تشویش ظاہر کی گئی جس پر وزیر اعظم نے کہا کہ اس کو وقتی طور پر بند کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں لال مسجد آپریشن اور ملک میں امن وامان کے حوالے سے اعلیٰ سطحی جائزہ اجلاس میں شوکت عزیز نے سیکورٹی اداروں کو ہدایت کی کہ زیادہ سے زیادہ صبر وتحمل کا مظاہرہ کر کے لال مسجد آپریشن کو کم سے کم جانی نقصان کے ساتھ مکمل کیا جائے۔ اجلاس میں وفاقی وزیر داخلہ آفتاب شیر پاؤ اور سیکرٹری داخلہ کمال شاہ نے لال مسجد آپریشن پر بریفنگ دی۔ وزیر اعظم نے حکم دیا کہ لال مسجد کے اندر یرغمال بنائے جانے والے بچوں اور بچیوں کے جو والدین اسلام آباد آئے ہیں ان کے لئے کیمپ بنایا جائے اور انہیں تمام سہولیات فراہم کی جائیں۔ وزیر اعظم نے اجلاس کے بعد ذرائع ابلاغ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ انٹیلی جنس حکام کی رپورٹ کی روشنی میں کسی بھی وفد کو لال مسجد کے اندر جانے کی اجازت نہ دینے کا فیصلہ کیا گیا کیونکہ ایسے کسی وفد کو یرغمال بنا کر محفوظ راستے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ تاہم علماء فون پر عبدالرشید سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسی ذریعے سے دینی وسماجی جماعتیں ملال مسجد انتظامیہ کو یرغمال بچوں اور عورتوں کو رہا کرنے پر آمادہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کوئی ایسا ایکشن نہیں لینا چاہتی جس سے ان لوگوں کو نقصان

پہنچے۔ اجلاس میں وزیر اطلاعات، وزیر دفاع، وزیر ریلوے اور دیگر حکام نے بھی شرکت کی۔ شوکت عزیز نے کہا کہ لال مسجد آپریشن میں حکومت کم سے کم جانی ضیاع کی پالیسی پر عمل کرے گی تاہم قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت کسی کو دیں گے نہ ہی رشید غازی سے دوبارہ مذاکرات ہوں گے۔ وہ عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دیں اور اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دیں۔ وزیراعظم نے آپریشن کی بناء پر جی سکس کے مکینوں کو درپیش مشکلات کے حل کیلئے یوٹیلٹی سٹورز کی تعداد دگنی کرنے، کرفیو میں نرمی کے اوقات بڑھانے اور بینکوں کو کرفیو میں نرمی کے دوران کھولنے کی بھی ہدایت کی۔ انہوں نے کہا کہ شمالی علاقہ جات میں دہشت گردی کی روک تھام یقینی بنائی جائے۔ اجلاس میں وفاقی وزراء آفتاب شیر پاؤ، محمد علی درانی، اور اعجاز الحق پر مشتمل تین رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جو لال مسجد آپریشن کے حوالے سے میڈیا کو صورتحال سے آگاہ رکھے گی۔ ادھر کراچی میں اعجاز الحق کی اپیل پر لال مسجد کے مسئلہ پر علماء کا اجلاس ختم ہو گیا ہے۔ جس میں حکومت سے عبدالرشید غازی کو معافی دے کر اپنی والدہ کے ساتھ گاؤں جانے کی اجازت دینے کی اپیل کی گئی ہے۔ مفتی رفیع عثمانی کے مطابق اجلاس میں کہا گیا کہ لال مسجد میں موجود بچے اور بچیوں کی جان کو بچانے کے لئے حکومت معافی کی اجازت دے کر انہیں گاؤں جانے دے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں بارہا بڑے مجرموں، قاتلوں، باغیوں کو عام معافی دی گئی ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ 8/جولائی 2007ء)

اسی روز بی بی سی نے خبر جاری کی کہ مولانا عبدالرشید غازی نے ان سے فون پر بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرے ساتھ اٹھارہ سو طلباء و طالبات موجود ہیں۔ جنہوں نے اپنی وصیتیں لکھ دی ہیں اور ہم سب نے مرنے کا عزم کر لیا ہے۔ میں نے تیس طالبات کی اجتماعی تدفین کی ہے اور یہ بات غلط ہے کہ میں نے انہیں ڈھال بنا رکھا ہے۔ انہوں نے کہا اگر مجھے مارا گیا تو اسلام آباد بغداد بن جائے گا۔

9 جولائی

ہر گزرتے لمحے کے ساتھ صورتِ حال گمبھیر ہو رہی تھی۔ تناؤ بڑھ رہا تھا اور یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے ایک بڑی بدقسمتی اس ملک کا مقدر بننے والی ہے۔ 8 جولائی کو میں نے اس صورتِ حال کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔

ہر گزرتے لمحے کے ساتھ وفاقی دارالحکومت میں خوف کے سائے گہرے ہو رہے ہیں اور نہ صرف اسلام آباد بلکہ پورے ملک میں یہ اضطراب بڑھتا جا رہا ہے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ اس سال اکیس جنوری کو اسلام آباد میں میں چلڈرن لائبریری پر قبضے سے حکومت اور لال مسجد انتظامیہ کے مابین جس کشیدگی کا آغاز ہوا تھا وہ آخری حدود کو چھو رہی ہے۔ عین ممکن ہے کہ جب یہ سطور قارئین کے زیر مطالعہ ہوں تو لال مسجد تنازعہ کا ڈراپ سین ہو چکا ہو۔ نتیجے کا علم سب کو ہے سب جانتے ہیں کہ حکومت ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھی ہے اب وہی ہوگا جو حکومت چاہے گی کیونکہ ہر دو صورتوں میں لال مسجد کے اندر موجود لوگوں سمیت ایسے کسی بھی گروہ کے لئے ریاست کے ساتھ ٹکراؤ ممکن نہیں ہوتا۔ اس حقیقت کو نظر انداز کر کے ٹکراؤ کی پالیسی پر عمل کرنے والوں کو دوراندیش یا دانشمند کبھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ غازی برادران کے حوالے سے اس سارے کھیل میں دیکھنے کی بات صرف یہ رہ گئی ہے کہ آیا غازی عبدالرشید زندہ گرفتار کئے جاتے ہیں یا معاملہ اس کے برخلاف ہوگا جو بھی ہو آپریشن مکمل ہونے کے بعد بہت سارے سوالات سامنے آن کھڑے ہوں گے کیونکہ سیکورٹی فورسز کی شدید بمباری نے انسانوں کو تو موت کی نیند سلا دیا، مسجد اور مدرسے کی عمارتیں بھی منہدم ہونے کی اطلاعات ہیں لیکن مسجد کے آس پاس لکھے ہوئے یہ نعرے اب تک سلامت ہیں جن میں غازی برادران نے اپنے پیروکاروں کے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم ملک میں نفاذِ شریعت کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے۔ نعرے کی نسبت زمینی حقیقت قطعی مختلف انداز میں سامنے آئی ہے۔ لال مسجد کے خطیب اور نفاذِ شریعت کی اس مبینہ تحریک کے سربراہ مولانا عبدالعزیز نے جس انداز میں گرفتاری دی ہے وہ کسی بھی طور پر قابل ستائش نہیں

ہے۔ایک سے زیادہ مواقع پر وہ فرماتے رہے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے خواب میں تشریف لاتے ہیں اور مجھے نفاذِ شریعت کے لئے ڈٹے رہنے کا حکم دیتے ہیں اپنی اس بات کے بعد مولانا عبدالعزیز برقع پہن کر منظر سے غائب ہونے کی کوشش کرتے ہوئے گرفتار کر لئے گئے تو بلاشبہ ان کے پیروکاروں سے ہٹ کر عام مسلمانوں کو یہ سمجھنے میں کوئی دُشواری نہیں ہو رہی کہ اگر واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفاذِ شریعت کے لئے مولانا عبدالعزیز کو ڈٹ جانے کا حکم دیا تھا تو برقعے میں منظر سے غائب ہونے کی کوشش کر کے مولانا محترم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ برقعے میں منظر سے غائب ہونے کی کوشش میں گرفتاری کو عوامی حلقوں میں بلاشبہ ایک ناپسندیدہ عمل کے طور پر لیا گیا ہے اور معاشرے میں مولانا عبدالعزیز کا مقام و مرتبہ بری طرح متاثر ہوا ہے۔سوچنے کی بات ہے کہ کہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبینہ حکم کی خلاف ورزی کا نتیجہ تو نہیں ہے یا اگر خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری والی بات حقیقت پر مبنی ہے تو کیا مولانا عبدالعزیز کا انجام ملک بھر کے ان جید علماء کی ناقدری کا نتیجہ قرار نہیں دیا جا سکتا جنہوں نے اکیس جنوری کو لائبریری پر قبضے سے لے کر تین جولائی کو آپریشن کا فیصلہ ہونے سے چند لمحے پہلے تک غازی برادران کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن مولانا عبدالعزیز اور علامہ عبدالرشید غازی نے کسی کی ایک نہ سنی۔لال مسجد انتظامیہ کی طرف سے نفاذِ شریعت کا مطالبہ بلاشبہ کوئی ناجائز مطالبہ نہیں تھا لیکن ملک بھر کے علماء کرام سمیت زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کو مطالبہ منوانے کے لئے اختیار کئے گئے طریقہ کار پر اعتراض تھا بالخصوص ملک بھر کے علماء کرام نے طریقہ کار پر اعتراض کیا تو غازی برادران نے ان کا موقف مسترد کر دیا ان علماء میں کچھ غازی برادران کے اساتذہ بھی ہیں ظاہر ہے کہ جب ان اساتذہ کی بات کو وزن نہیں دیا گیا تھا تو ان کا دل تو ضرور دُکھا ہو گا کیوں نہ یہ سمجھا جائے کہ غازی برادران کا انجام اساتذہ کے دل دکھانے کا نتیجہ بھی ہے۔مولانا عبدالعزیز کے بارے میں اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ وہ ایک سیدھے سادے مسلمان ہیں اہم پہلو یہ ہے کہ گرفتاری سے قبل کئی سال تک مولانا عبدالعزیز لال مسجد سے باہر بھی نہیں گئے تھے اس اعتبار سے انہیں بہت کم علم تھا کہ بیرونِ مسجد کیا ہو رہا ہے؟ مولانا عبدالعزیز کی نسبت علامہ عبدالرشید غازی غیر معمولی طور پر متحرک اور قومی و بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کے ساتھ رابطوں میں تھے اور ایک دُنیا دار آدمی تھے۔مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری سے قبل تک یہ تاثر عام تھا کہ کہ مولانا عبدالعزیز تو سخت گیر موقف کے حامل ہیں جبکہ غازی

عبدالرشید بڑی حد تک معتدل مزاج شخص ہیں لیکن مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری کے بعد علامہ عبدالرشید غازی کے سخت گیر رویے نے تمام حلقوں کو چونکا دیا۔ گرفتاری کے دو روز بعد تک تو غازی عبدالرشید حکومت کے ساتھ مفاہمت کی باتیں کرتے رہے لیکن اچانک انہوں نے یوٹرن لیا اور انتہائی سخت رویہ اختیار کرتے ہوئے خود کو صرف ایک نکاتی ایجنڈے تک محدود کر دیا۔ یہ سطور رقم کرنے تک غازی عبدالرشید کے رویے میں کسی قسم کی تبدیلی کی اطلاع نہیں ملی تھی اور ان کا ایک نکاتی ایجنڈا یہ ہے کہ حکومت ان کے اور ان کے ساتھیوں کے خلاف قائم تمام مقدمات ختم کر کے ان کے لئے عام معافی کا اعلان کرے۔ بصورتِ دیگر وہ ہتھیار نہیں پھینکیں گے۔ حکومت کے لئے مشکل یہ ہے کہ بعض اطلاعات کے مطابق لال مسجد کے اندر ابھی بھی خواتین اور معصوم بچوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے اور مبینہ طور پر مسجد کی انتظامیہ ان لوگوں کو باہر آنے سے روک رہی ہے غازی عبدالرشید کی سخت گیر رویے کے حوالے سے یہ تاثر مضبوط ہوتا جا رہا ہے کہ غازی عبدالرشید بنیادی طور پر ابھی بھی ایک مصلحت پسند شخص ہیں لیکن شاید اب وہ اپنے فیصلے کرنے میں آزاد نہیں رہ گئے مبینہ طور پر مسجد میں موجود کچھ عسکریت پسندوں نے عبدالرشید غازی کو پابند کر دیا ہے کہ عام معافی تک سرنڈر نہیں کیا جائے گا بصورتِ دیگر جو کام سیکورٹی فورسز کریں گی وہ اندر بھی ہو سکتا ہے۔ غازی عبدالرشید نے چھ جولائی کی رات اپنے ایک ٹی وی پروگرام میں اشارتاً اس معاملے پر ان الفاظ میں بات بھی کی کہ آپ لوگ (میڈیا والے) تو باہر بیٹھے ہیں میں اندر ہوں مجھے اندر کی صورتِ حال کا ادراک ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ گرفتاری نہ دینے سے متعلق فیصلے کو تبدیل کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ لال مسجد آپریشن کی تاریخ لکھی جائے گی تو عبدالرشید غازی کے حوالے سے یقیناً یہ بھی لکھا جائے گا کہ جہاں مبینہ عسکریت پسندوں نے انہیں سخت موقف اپنانے پر مجبور کیا وہاں حکومت بھی بری الذمہ نہیں ہے کیونکہ حکومت نے مولانا عبدالعزیز کو گرفتار کرنے کے بعد ان کی تذلیل کی کوشش کی اس صورت میں ممکن ہے کہ عبدالرشید غازی نے ذلت کی زندگی کی بجائے عزت کی موت کا فیصلہ کر لیا ہو۔ مولانا عبدالعزیز کی مجبوریاں تھیں وہ برقع پہن کر منظر سے غائب ہونے کی کوشش میں گرفتار ہو گئے۔ علامہ عبدالرشید غازی کی مجبوریاں مختلف ہیں بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ وہ گرفتاری تو دینا چاہتے ہیں لیکن انہیں کوئی ایسا کرنے نہیں دے گا ہر دو صورتوں میں اس ملک کے کروڑوں مسلمانوں کو نظر نہیں آ رہا۔ صرف تذلیل اور گرفتاری سے بچنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس بات پر بات ہو رہی ہے کہ عبدالرشید غازی سمیت کچھ دیگر

بندوق والوں کے خلاف مقدمات کو ختم کر کے انہیں عام معافی دے دی جائے بلاشبہ اس طرزِ عمل سے نہ صرف پاکستان بلکہ اسلام کا تشخص بری طرح مجروح ہو رہا ہے اور ذاتیات کی اس لڑائی میں مسجد کے اندر محصور سینکڑوں خواتین اور بچے موت اور زندگی کے درمیان کھڑے ہیں آج نہیں تو کل آپریشن کا اونٹ کسی کروٹ بیٹھ ہی جائے گا کہ اگر لال مسجد کے اندر موجود لوگ ضد پر ہیں تو آپریشن میں مصروف قوتیں بھی بے رحم ہونے کا تعارف رکھتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اپنے رویوں سے ہم دُنیا کو کیا پیغام دے رہے ہیں۔

اس روز کی خبروں کے مطابق غازی رشید نے لال مسجد میں پریس کانفرس کا اعلان کیا۔ لیکن حکومت نے میڈیا کو وہاں جانے سے روک دیا۔ حکومت نے دعویٰ کیا کہ مولانا عبدالعزیز کا اپنی اہلیہ ام حسان اور بھائی عبدالرشید غازی سے رابطہ ہوا ہے اور انہوں نے دونوں کو ہتھیار ڈالنے کی تلقین کی ہے۔ جبکہ فنڈز کی فراہمی میں اہم شخصیات کے نام شامل ہیں۔ دوسری طرف مولانا عبدالعزیز نے ایک مرتبہ پھر عبدالرشید غازی اور اہلیہ ام حسان کو سرنڈر کرنے کی ہدایت کی ہے جو کہ انہوں نے رد کر دی۔ دوسری طرف مولانا عبدالعزیز نے اپنے بھائی عبدالرشید اور اہلیہ ام حسان سے دوبارہ رابطہ کیا ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ وہ سرنڈر کر دیں، تاہم ان کے بھائی اور اہلیہ دونوں نے عبدالعزیز پر واضح کر دیا کہ وہ سرنڈر نہیں کریں گے بلکہ آخری دم تک لڑیں گے اور جان دے دیں گے ذرائع نے مزید بتایا کہ مولانا عبدالعزیز اپنی بیٹی کے کہنے پر لال مسجد سے باہر آئے دوران تفتیش انہوں نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کو فنڈز فراہم کرنے والوں کے نام بھی سیکرٹی اداروں کو بتائے اور یہ بتایا کہ طلباء و طالبات کا ایک دن کا کھانے کا خرچہ ایک لاکھ روپے سے زائد ہوتا ہے۔ لال مسجد کو فنڈز فراہم کرنے والوں میں انہوں نے سینیٹر طلحہ محمود کا نام بھی سیکورٹی اداروں کو بتایا ہے جو کہ اس وقت سینیٹ کی قائمہ کمیٹی کے امور داخلہ کے چیئرمین ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ تفتیش مکمل ہونے پر ان لوگوں سے خفیہ ادارے تحقیقات کریں گے جو کہ فنڈز فراہم کر رہے ہیں۔

اسی سند خبر ملی کہ 8 جولائی کو باجوڑ ایجنسی میں لیویز کی گاڑی اور چیک پوسٹ پر حملوں میں ایک اہلکار جاں بحق اور سات شدید زخمی ہو گئے ہیں اور پشاور میں چارسدہ روڈ پر نامعلوم افراد نے حملہ کر کے تین چینی باشندوں کو ہلاک کر دیا۔ اسی روز روزنامہ نوائے وقت کو انٹرویو دیتے ہوئے ریٹائرڈ جنرل اسلم بیگ نے کہا کہ وزیرستان میں 700 فوجی شہید ور کر امن معاہدہ پر مجبور

ہونے والے اپنا سارا غصہ لال مسجد پر نکال رہے ہیں جہاں 99 فیصد بے قصور لوگ محبوس ہیں۔ اگر ریاست نے کوئی چکر کیا تو اس کا ردِعمل بہت خطرناک ہوگا۔ مشرف اور ان کی حکومت کا انجام

9 جولائی کے اخبارات نے یہ افسوس ناک خبر شائع کی کہ ایس ایس جی کے کمانڈر لیفٹیننٹ کرنل ہارون اسلام دوران آپریشن جاں بحق ہوگئے ہیں۔ جبکہ ان کے ساتھ میجر طارق شدید زخمی ہیں۔ یہ لوگ دیوار میں سوراخ کرنے کے لئے لگائے گئے تھے کہ اندر موجود عسکریت پسندوں کا نشانہ بن گئے۔ کرنل ہارون قتل کا مقدمہ غازی رشید کے خلاف درج کرلیا گیا۔ آپریشن ساتویں روز میں داخل ہوگیا تھا۔ ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب ہونے والی فائرنگ کے فوجی آپریشن انچارج لیفٹیننٹ کرنل ہارون الاسلام شہید اور میجر طارق کے زخمی ہونے کے بعد سیکورٹی فورسز نے جی سکس علاقے میں حفاظتی انتظامات مزید سخت کردیئے۔ ریڈ زون کی گلیوں کو مکمل طور پر سیل کردیا گیا، ہسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ کردی گئی، نیچی پرواز کرنے والے ہیلی کاپٹر پر لال مسجد پر فائرنگ بھی کی گئی، رات گئے پاک فوج کے مزید دستے جی سکس اور لال مسجد کے قریب پہنچ گئے، ان میں بکتر بند گاڑیاں، فوجی ٹرک شامل ہیں، دس گاڑیوں پر مشتمل نئی فورس جامعہ حفصہ کے گرد تعینات کردی گئی، مسجد سے فرار ہونے والے 6 افراد گرفتار کرلیا گیا، ثناء نیوز کے مطابق صدر مشرف نے لال مسجد کے خلاف حتمی آپریشن کی منظوری دے دی۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ اس حوالے سے ایک اعلیٰ سطح کا اجلاس ہوا تاہم وزیر مملکت برائے اطلاعات بے بنیاد ہیں، اتوار کو کرفیو میں دو گھنٹے 10 سے 12 بجے دن تک نرمی رہی، دریں اثنا لال مسجد سے مزید دو افراد نے سرینڈر کردیا۔ ایک کا نام نور حیات اور دوسرے کا نام شاہ اکبر ہے جو مردان اور گلگت کے رہائشی ہیں، ادھر لال مسجد کے نائب خطیب مولانا عبدالرشید غازی نے موبائل فون پر ایک نجی ٹی وی کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب سیکورٹی فورسز کی فائرنگ کے نتیجے میں 335 طلباء و طالبات جاں بحق جبکہ متعدد زخمی ہوگئے۔ جاں بحق ہونے والوں میں 310 طالبات اور 25 طالب علم شامل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ حفصہ کی عقبی دیواریں گر چکی ہیں، دو کمرے بھی منہدم ہوگئے ہیں، طلباء و طالبات نے عہد کرلیا کہ وہ جابر کے سامنے سر نہیں جھکائیں گے بلکہ شہادت کو ترجیح دیں گے۔ دریں اثنا لال مسجد کے ترجمان نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ گزشتہ رات سیکورٹی فورسز کے آپریشن کے دوران تین سو سے زائد طلبا و طالبات جاں بحق ہوگئے۔ ثناء نیوز کے مطابق آپریشن میں عبدالرشید غازی کے قریبی ساتھی مقصود کے ہلاک ہوجانے کی اطلاع ہے۔ سدا نیوز

کے مطابق لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے اندر پراسرار خاموشی ہے، مسجد کے اندر کچھ مخصوص سگنلز دیکھے گئے، ایک اطلاع کے مطابق لال مسجد میں وزیراعظم شوکت عزیز پر قاتلانہ حملے میں ملوث ابومنصور گروپ کا سرغنہ ہلاک ہوگیا جبکہ اس گروپ کے دیگر کارکن اور دہشت گردی کی کارروائیوں میں مطلوب ابوذر گروپ کے ارکان وہاں موجود ہیں۔ سیکورٹی فورسز نے اتوار کو لال مسجد آپریشن کے دوران وقفے وقفے سے کارروائی جاری رکھی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں بعض ایسے گروپوں کے سرکردہ ارکان موجود ہیں جو ملکی اور غیر ملکی دہشت گردی کے واقعات میں مطلوب ہیں، کالعدم تنظیم کے رضوان یوسف نامی کارکن کی لال مسجد میں موجودگی کا انکشاف کیا گیا، القاعدہ کے کمانڈر ماجد فاروقی کے نائب ابوذر اور غیر ملکی دہشت گردوں کی موجودگی کی بھی اطلاعات آئی ہیں، ابوذر صدر جنرل پرویز مشرف پر حملے کے ماسٹر مائنڈ بھی ہے، دو درجن سے زائد دہشت گردوں کو خودکش حملوں میں استعمال ہونے والی خصوصی جیکٹیں فراہم کردی گئیں۔ جبکہ بعض دیگر کالعدم تنظیموں کے ارکان بھی لال مسجد کے اندر موجود ہیں اور ذرائع نے تصدیق کی حرکت جہاد اسلامی اور جیش محمد کے ارکان لال مسجد میں موجود ہیں۔ مولانا عبدالعزیز سے گرفتاری کے وقت دو لاکھ روپے اور بیس سعودی ریال بھی برآمد ہوئے تھے۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کی رپورٹ کے مطابق جامعہ حفصہ میں موجود امریکی صحافی ڈینیل پرل کے قتل میں ملوث کالعدم تنظیم کے دو کمانڈرز نے عسکریت پسندوں کی کمان سنبھال رکھی ہے۔ ادھر وزیراعظم شوکت عزیز نے نجی ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ جامعہ حفصہ میں موجود عسکریت پسند جلد سے جلد اپنے آپ کو قانون کے حوالے کردیں۔ دینی تعلیم کی آڑ میں انتہا پسندی پھیلانے والوں کو نہیں چھوڑیں گے۔ صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جن لوگوں نے قانون ہاتھ میں لیا انہیں اپنے آپ کو ہر صورت قانون کے حوالے کرنا ہوگا۔ بچوں کو والدین کے حوالے کرنے کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جامعہ حفصہ کے تہہ خانے میں انتہائی مطلوب دہشت گرد ہیں۔ غازی عبدالرشید سے کوئی مذاکرات نہیں کریں گے۔ انتہا پسند یرغمالی خواتین، بچے رہا کر کے گرفتاری دے دیں۔ انصاف کریں گے۔ چند گھروں کو چھوڑ کر سیکٹر جی سکس کے مکینوں کی گیس بحال کردی گئی۔ دریں اثناء وزیراعظم شوکت عزیز کی زیر صدارت اعلیٰ سطح کا اجلاس ہوا۔ چوہدری شجاعت نے علماء کے جذبات سے آگاہ کیا۔ علاوہ ازیں وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات محمد علی درانی نے کہا لال مسجد میں موجود مسلح افراد بچوں کو نکالنے والوں کو گولیوں کو نشانہ بنارہے ہیں، آئندہ

آپریشن زمینی حقائق کی روشنی میں کیا جائے گا۔ حکومت کی پہلی ترجیح لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے اندر موجود خواتین اور بچوں کی جانیں بچانا ہے۔ وزیر مملکت برائے اطلاعات ونشریات طارق عظیم نے کہا کہ لال مسجد انتظامیہ کے رویے وطرز عمل کی وجہ سے مذاکرات کے امکانات ختم ہو گئے، حالات کے پیش نظر پالیسی میں تبدیلی بھی آسکتی ہے۔ وفاقی وزیر داخلہ آفتاب احمد خان شیر پاؤ نے پریس کانفرنس میں کہا کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں انتہائی خطرناک انتہا پسند موجود ہیں جو اپنے آپ کو بچانے کے لئے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ اس موقع پر وزارت داخلہ کے ترجمان اور نیشنل کرائسز مینجمنٹ سیل کے سربراہ بریگیڈیئر (ر) جاوید اقبال چیمہ نے کہا کہ مولانا عبدالرشید غازی کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ گزشتہ رات کے آپریشن میں 335 طلباء وطالبات جاں بحق ہوئے ہیں اور دعوی کیا ہے کہ اس آپریشن میں کوئی بھاری ہتھیار استعمال کئے گئے اور نہ ہی جامعہ حفصہ کی چھت اڑائی گئی۔ آئی ایس پی آر کے ڈائریکٹر جنرل میجر جنرل وحید ارشد نے نجی ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ لال مسجد میں ہلاکتوں کے حوالے سے عبدالرشید غازی کے دعوے بے بنیاد ہیں۔ یہ بھی امکان ہے کہ آپریشن کے دوران لال مسجد کے اندر کوئی دھماکہ خیز مواد پھٹ گیا ہو۔ اگر کچھ ہلاکتیں ہوئی بھی ہوں تو انتظامیہ لاشیں اٹھانے کے لئے ایمبولینس بھیجنے کے لئے تیار ہے۔

دنوں کی بات نہیں۔ تبدیلی ناگزیر ہے روکے نہیں رکے گی امریکہ نے پہلی مرتبہ غیر جمہوری تبدیلی کی بجائے جمہوری تبدیلی کا فیصلہ کیا ہے اور روشن خیال اسٹیبلشمنٹ سے مل کر اقتدار میں آئیں گے غیر سیاسی تحریک کے نتیجہ میں ڈکٹیٹر سیاست دانوں کی مرضی سے آیا اب جب عدلیہ آزاد ہو رہی ہے کوئی فوجی جرنیل اقتدار پر قبضہ کی جرات نہیں کرے گا بار اور بنچ کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکے گا اور متوسط طبقہ اپنا بھرپور کردار ادا کرے گا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے گزشتہ روز نوائے وقت سے ایک خصوصی انٹرویو میں کیا۔ جنرل اسلم بیگ نے کہا کہ اے پی سی نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی اس لئے کہ قراردادوں اور مطالبات کے پیچھے عوام کی قوت نہیں میں نے اس سے پہلے اس دور میں پانچ آل پارٹیز کانفرس اٹینڈ کیں لیکن بات مطالبات سے آگے نہ بڑھی اس لئے کہ عملاً اقدام نہیں تھا اب یہ مقدمہ بار اور بنچ نے پورا کیا۔ انہوں نے تحریک چلائی حکومت کو پریشان کر کے رکھ دیا جب تک سیاسی جماعتیں اپنا اعتماد بحال نہیں کریں گی ان کا کردار نہیں بنے گا۔ انہوں نے آنے والے عدالتی فیصلہ کو ملک کے مستقبل کے حوالہ سے اہم قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس کے نتیجہ میں تبدیلی کی راہیں کھلیں گی مڈل کلاس کا کردار بنے گا اور مستقبل کی حکومت سازی

میں بار، بنچ اور میڈیا کو نظر انداز نہیں کیا جا سکے گا۔ عدالتی آزاد ہوں گی تو کوئی ونڈ نا نہیں سکے گا حملوں کی دھمکیاں نہیں دے سکے گا۔ انہوں نے لال مسجد کے آپریشن کو آقاؤں کی خوشی کا اقدام قرار دیتے ہوئے کہا کہ پہلے 2002ء میں انتہا پسندوں کو قابو رکھنے کے لئے متحدہ مجلس عمل بنائی انہیں دوصوبوں میں حکومتیں دیں اور اب نئی صورتِ حال میں فضل الرحمٰن، قاضی حسین اور سمیع الحق کو علیحدہ علیحدہ کروا دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ کو دکھانے اور اپنی ضرورت کے لئے مسجد، مدرسہ، برقعہ اور ہتھیار دکھائے گئے اور بتایا گیا کہ ہم دہشت گردی پر قابو پا سکتے ہیں یہ سب کچھ دارالخلافہ میں اپنی ناک کے نیچے کیا جا رہا ہے لوگوں کو پتہ نہیں کہ یہ مدرسہ کس کا ہے اس کو قائم کرنے میں مولوی عزیز اور مولوی رشید کے والد کی مدد چوہدری ظہور الٰہی نے کی تھی اور پھر جنرل ضیاء الحق نے اپنا کردار ادا کیا تھا اس لئے آج ان کے بیٹے یہ اعلان کرتے ہیں کہ ان سے مفاہمت ہوگی لیکن اسٹیبلشمنٹ آڑے آگئی۔ جنرل اسلم بیگ نے کہا کہ وزیرستان میں اپنے سات سو فوجی جوانوں کی قربانی کے باوجود قلعہ فتح نہ کر سکنے والوں کو بالآخر سیز فائر کرنا پڑا۔ گورنر بدلنا پڑا اور امن کا معاہدہ کرنا پڑا وہاں سرنڈر کرنے کے بعد نئے قلعہ کو فتح کرنے کی تیاری کی گئی اور اب نہتے اور معصوموں کو مار کر امریکہ، برطانیہ اور یورپین یونین کی مبارکبادیں وصول کی جا رہی ہیں اور خوش ہیں کہ پیغام مل گیا ہے اپنے لوگوں کو مارنا ان پر گولیاں چلانا دانشمندی نہیں گمراہی اور گناہ ہے آخر ہم کر کیا رہے ہیں غیروں کی خوشی کے لئے قیامت برپا کرنا یہ کہاں کی دانشمندی ہے۔ مولوی عزیز اور ان کے ساتھیوں کو بے عزت کر کے کیا عزت کما رہے ہیں۔ کیا ہم اپنی رُسوائی اور جگ ہنسائی کا سامان کر رہے ہیں اگر وہ کہہ رہے ہیں کہ انہیں نکل جانے دیں تو جانے دیں لیکن کہا جاتا ہے کہ سرنڈر کریں ورنہ مار دیں گے۔ وزیرستان میں معاہدہ ہو سکتا ہے تو پھر یہاں کیوں مفاہمت نہیں ہو سکتی چونکہ مقصد قلعہ فتح کر کے دکھانا تھا دکھا دیا لیکن مرنے والوں کو جواب دہی کون کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ جب آگ اور خون کھیل شروع ہوگا تو پھر ردِ عمل بھی ہوگا۔ بلوچستان وانا اور سوات میں حملے بھی ہوں گے ریاستی دہشت گردی بڑھے گی تو ردِ عمل بھی ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ کی خوشی کے لئے قتل و غارت اور لاشوں کا سلسلہ آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یقین سے کہتا ہوں کہ یہ سلسلہ چلنے والا نہیں صدر مشرف اور ان کی حکومت کے دن گنے جا چکے ہیں تبدیلی ناگزیر ہے روکے نہیں رُکے گی۔ رچرڈ باؤچر آ کر کہہ چکے ہیں کہ فوجی عہدہ چھوڑ دیں یہ چھوڑنا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ ملک کے اندر آنے والا انقلاب بار اور بنچ اور مڈل کلاس کا کارنامہ ہے۔ نیا آرمی

چیف آئے گا تو جنرل مشرف شلوار قمیص میں ملبوس ہوں گے فوج ہمیشہ کے لئے واپس بیرکوں میں جائے گی۔ انہوں نے واضح کیا کہ موجود اسمبلیوں سے صدر کا انتخاب پرانی بات ہو چکی اب تو نظر آ رہا ہے نئی اسمبلیوں سے بھی ان کا انتخاب نہیں ہو گا انہیں اب رُخصت ہونا ہے اور اس کا انحصار فی الوقت خود ان پر ہے کہ انہیں کیسے جانا ہے۔ انہوں نے ایک سوال پر کہا کہ 9 مارچ سے قبل صدر مشرف اور بے نظیر بھٹو کے درمیان معاہدہ طے پا چکا تھا روشن خیالوں کو گرین سگنل دے دیا گیا تھا۔ پھر یہ معاہدہ 9 مارچ اور 12 مئی کے بعد ٹوٹتے ٹوٹتے رہ گیا لیکن بالآخر پیپلز پارٹی، ایم کیو ایم، اے این پی اور ق لیگ کو باہم جوڑ دیا گیا ہے۔ ق لیگ بیچاری اتنی بھی گئی گزری نہیں بیس پچیس تیس سیٹیں تو نکال ہی لے گی۔ فی الوقت اس کے مقابلہ میں نواز شریف قاضی کا اتحاد کمزور نظر آ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسٹیبلشمنٹ اور روشن خیالوں کے اتحاد سے کم از کم جمہوریت تو بحال ہو گی۔ فوج کا مستقبل کی سیاست میں کردار نہیں ہو گا آنے والے انتخابات آزادانہ اور شفاف ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ فوج کے کردار میں جرنیلوں سے زیادہ قصور سیاست دانوں کا ہے جو انہیں بلاتے ہیں۔ انہوں نے پاکستان میں تبدیلی کے لئے امریکہ کے کردار کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ ایوب بھٹو اور نواز شریف کے خلاف تحریکیں امریکی اشیر باد پر چلیں لیکن اس مرحلہ پر امریکہ نے غیر جمہوری تبدیلی کی بجائے جمہوری تبدیلی کا فیصلہ کیا ہے اور نئی صورتِ حال میں بار اور بنچ کا کردار اہم ہو گا۔ متوسط طبقہ آڑے آئے گا۔ انہوں نے کہا اب شفاف انتخاب سے ملک نہیں ٹوٹتا بلکہ نتائج تسلیم نہ کر کے ملک ٹوٹا۔ اقتدار اکثریتی پارٹی کو ملتا تو آج پاکستان مستحکم متحد اور خوشحال ہوتا۔ انہوں نے کہا کہ 1970ء کے بعد 1988ء میں انتخابات شفاف ہوئے تو جمہوریت دس سال تک چلی لیکن نواز شریف اور بے نظیر بھٹو نے ایک دوسرے پر اتنا گند اُچھالا کہ عوام پریشان ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ آنے والے حالات میں عدلیہ آزاد ہو گی تو جرنیل مارشل لاء کے لئے پر نہیں مار سکے گا سب کو حدود و قیود کا پابند ہونا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ فی الوقت نواز شریف اور بے نظیر بھٹو دونوں نہیں آئیں گے البتہ ان کی جماعتوں کو سازگار ماحول ملے گا انتخابات آزادانہ ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ فوج کے خلاف نفرت کا خاتمہ ہو سکتا ہے یہ کام کوئی بھی بے وقوف آ کر کر سکتا ہے۔

10 جولائی

9 جولائی کو آپریشن زیادہ شدت اختیار کر گیا اس دوران علمائے کرام نے اپنی جدوجہد تیز کر دی وہ کسی بھی صورت اس مسئلے کا حل نکالنے کے لئے کوشاں تھے جو ساری قوم کے اعصاب پر سوار تھا۔ 10 جولائی کے اخبارات نے یہ خبر سنائی کہ مذاکرات کی کوشش ناکام ہوگئی ہے۔ پیر اور منگل تو تمام رات مذاکرات کے بعد منگل کو علی الصباح چوہدری شجاعت نے پریس کانفرنس میں عبدالرشید غازی کے رویے پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ انہوں نے معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی لال مسجد کے اطراف سے زوردار دھماکوں کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں۔

چوہدری شجاعت حسین نے پریس کانفرنس میں بتایا کہ گیارہ گھنٹے کے طویل مذاکرات کے دوران ہم نے لال مسجد میں محصور خواتین اور بچوں کی رہائی کے لئے عبدالرشید غازی کو ہر قسم کی پیش کش کی۔ ہم نے خدا کا واسطہ دیا لیکن عبدالرشید غازی کوئی بات ماننے کو تیار نہیں ہوئے وہ بار بار کہتے رہے کہ میں دوستوں سے مشورہ کر رہا ہوں۔ چوہدری شجاعت نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ وہ کون سے دوستوں سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ چوہدری شجاعت نے بار بار کہا کہ میں آخری بار کوشش کرنے گیا تھا لیکن ہماری بات نہیں بن سکی۔ غازی عبدالرشید نے یہی کہا کہ آئندہ دیکھا جائے گا۔ واضح رہے کہ چوہدری شجاعت کے ہمراہ پریس کانفرنس میں وفاقی وزیر اطلاعات محمد علی درانی، وفاقی وزیر مذہبی امور اعجاز الحق، اطلاعات کے وزیر مملکت طارق عظیم خان اور قومی اسمبلی کے رُکن چوہدری وجاہت بھی موجود تھے۔ چوہدری شجاعت نے کسی سوال کا جواب نہیں دیا تاہم پریس کانفرنس کے بعد طارق عظیم نے بعض سوالوں کے جواب دیتے ہوئے بتایا کہ غازی عبدالرشید مسجد میں موجود غیر ملکیوں کے لئے بھی بہت کچھ مانگ رہے ہیں۔ پریس کانفرنس کے بعد چوہدری شجاعت حسین نے اس نامہ نگار سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ مسئلہ کو حل کرنے سے زیادہ عبدالرشید غازی کا زور اس بات پر تھا کہ مذاکرات مسجد کے اندر آکر کئے جائیں۔

چوہدری شجاعت نے کہا کہ اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ جو مسجد کے اندر جائے گا وہ

واپس بھی آئے گا کہ نہیں معلوم ہوا ہے کہ حکومت نے غازی عبدالرشید سے یہ کہا تھا کہ ابتدائی طور پر دس بیس یرغمالی بھی رہا کردیں لیکن عبدالرشید غازی نہیں مانے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ علی الصبح شدید فائرنگ سے لال مسجد میں آگ بھڑک اُٹھی۔ لال مسجد میں موجود افراد نے جوابی فائرنگ بھی شروع کردی ہے۔ اس سے قبل اتوار کو ملک کے بیشتر علمائے کرام نے اس امر کا اظہار کیا تھا کہ حکومت کو لال مسجد کا معاملہ مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ بصورتِ دیگر آپریشن سے بے گناہوں کی ہلاکت پر ملک گیر سطح پر ردعمل کا مظاہرہ کیا جائے گا اس صورت میں پیر کو پہلے صدر جنرل پرویز مشرف کی سربراہی میں ایک اجلاس ہوا جس میں وزیر اعظم شوکت عزیز سمیت دیگر اہم سول و فوجی شخصیات نے شرکت کے بعد ازاں وزیر اعظم ہاؤس میں علماء کے ایک وفد کے علاوہ سماجی شخصیات نے بھی وزیر اعظم کے ساتھ ملاقات کی اس کے علاوہ وزیر اعظم حکومت کی حلیف شخصیات کے ساتھ بھی تمام دن مشاورت کرتے رہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ مسلم لیگ ق کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین کم وبیش تمام مشاورتی نشستوں میں موجود تھے اس مشاورت کی روشنی میں پیر کی شام ایک اعلیٰ سطحی وفد چوہدری شجاعت حسین کی قیادت میں لال مسجد انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات کے لئے بھجوایا گیا۔ اس وفد میں بارہ علمائے کرام سمیت اطلاعات و نشریات کے وفاقی وزیر محمد علی درانی، مذہبی امور کے وفاقی وزیر محمد اعجاز الحق، امور خواتین کی وفاقی وزیر سمیرا ملک، اطلاعات کے وزیر مملکت طارق عظیم خان، قومی اسمبلی کے رکن چوہدری وجاہت حسین، معروف سماجی کارکن عبدالستار ایدھی اور ان کی اہلیہ بلقیس ایدھی بھی شامل تھیں۔ مذاکرات کے لئے جاتے ہوئے بریفنڈر پوائنٹ پر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے چوہدری شجاعت نے بتایا کہ غازی عبدالرشید کو ملک بدری، نظر بندی اور انہیں ان کے آبائی علاقے میں جانے کی اجازت دینے سمیت مختلف آپشنز دیئے جائیں گے بعد ازاں لال مسجد کے قریب جا کر مذاکراتی وفد نے لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اپنی آمد کا اعلان کیا اس کے جواب میں غازی عبدالرشید نے مطالبہ کیا کہ انہوں نے فوری طور پر ایک موبائل فراہم کیا جائے وزیر اطلاعات کے مطابق ایک موبائل فون ایک ایمبولینس گاڑی کے ڈرائیور کو دے کر مسجد کے سامنے بھجوایا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نقاب پوش آیا اور موبائل لے کر چلا گیا بعد ازاں فریقین کے مابین مذاکرات کے مقام کا تعین نہ ہونے کی وجہ سے وفد نے لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اعلان کیا کہ غازی عبدالرشید مذاکرات کے لئے باہر آجائیں جبکہ لال مسجد کے اندر سے ٹیلی فون پر یہ پیغام دیا جاتا رہا کہ مذاکراتی وفد مسجد کے اندر

آجائے سیکورٹی کی وجہ سے عبدالرشید غازی باہر نہیں آسکتے۔ دوسری طرف مذاکراتی وفد میں شامل بیشتر اراکین کو اس حوالے سے تحفظات تھے کہ اگر وہ مذاکرات کے لئے اندر گئے تو یرغمال بنا لئے جائیں گے ڈیڈلاک کی یہ کیفیت کم وبیش پانچ گھنٹے جاری رہی بعدازاں مذاکراتی وفد کے اراکین نے فرداً فرداً واپس آنا شروع کر دیا سب سے پہل امور خواتین کی وفاقی وزیر سمیرا ملک واپس آئیں۔ ذرائع ابلاغ کے نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حکومت سے موبائل لے کر غازی عبدالرشید نے مذاکراتی وفد کی بجائے ذرائع ابلاغ کے نمائندوں سے بات چیت شروع کر دی ہے غازی عبدالرشید نے مذاکرات کے حوالے سے ہمیں کوئی مثبت جواب نہیں دیا سمیرا ملک کے بعد اطلاعات ونشریات کے وفاقی وزیر محمد علی درانی نے میڈیا پوائنٹ پر ایک پریس کانفرنس میں صحافیوں کو بتایا کہ مذاکرات کے لئے مسجد کے اندر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم نے فون کے ذریعے اور لاؤڈ سپیکر پر مذاکرات کی کوشش کی ہے۔ مذاکرات کا فیصلہ صدر جنرل پرویز مشرف کی سربراہی میں اجلاس کے دوران کیا گیا تھا تاکہ یرغمال بنائی گئی خواتین اور بچوں کو رہا کرایا جاسکے۔ ہم مسجد کے احترام میں اور معصوم زندگیوں کو بچانے کے لئے آخری حد تک جانے کو تیار ہیں پاکستان کے عوام بھی یہی چاہتے ہیں۔ وزیر اطلاعات نے بتایا کہ ایک ایڈیشنل جج صاحب نے بھی لاؤڈ سپیکر کے ذریعے بچوں اور خواتین کی رہائی کے لئے کہا لیکن کوئی مثبت جواب نہیں آیا۔ حکومت نے سپریم کورٹ کی ہدایت پر علماء کو لال مسجد انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات کی سہولت فراہم کی ہم دوسری طرف سے بھی اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ وہ انسانیت کے احترام میں خواتین اور بچوں کو رہا کر دیں گے واضح رہے کہ وزیر اطلاعات کی پریس کانفرنس کم وبیش نو بجے رات ہوئی۔ اس دوران مذاکراتی وفد کے دیگر اراکین مذاکرات کے لئے انتظار کر رہے تھے تاہم وزیر اطلاعات نے کہا کہ لاؤڈ سپیکر پر مذاکرات تو جاری ہیں لیکن کوئی بڑا بریک تھرو نہیں ہوا۔ کم وبیش پون گھنٹہ بعد چوہدری شجاعت حسین ایوان صدر چلے گئے اطلاع ہے کہ انہوں نے صورتِ حال سے صدر کو آگاہ کیا اور صدر سے کہا کہ نئی صورتِ حال میں اب کیا ہونا چاہئے۔ رات دو بجے تک صدر اور چوہدری شجاعب حسین کے مابین بات چیت جاری رہی اور اس دوران ٹیلی فون پر چوہدری شجاعت حسین نے علماء کے وفد کو پابند کیا کہ وہ سرینڈر پوائنٹ پر رکیں میں واپس وہاں آؤں گا۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مذاکراتی وفد میں مولانا رفیع عثمانی، مولانا سلیم اللہ خان، مولانا رحمت اللہ خلیل، مفتی عبدالحمید ربانی، قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا زاہد الراشدی،

قاری سعید الرحمٰن، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، ڈاکٹر مولانا محمد عادل خان، مفتی محمد نعیم، مفتی محمد امداداللہ اور فضل الرحمٰن خلیل شامل تھے۔ چوہدری شجاعت حسین کی ایوان صدر روانگی کے بعد بعض علمائے کرام نے صحافیوں کے ساتھ غیر رسمی گفتگو کے دوران اس امر کا بھی اظہار کیا کہ معاملہ حل ہونے کے قریب پہنچ گیا ہے۔ بعض علماء نے اس امر کا اظہار کیا کہ تہجد کی نماز سے قبل معاملہ حل ہو جائے گا۔ ادھر سرکاری ذریعوں کے مطابق بات چیت کا آخری موقع ضائع ہونے کی صورت میں فیصلہ کن آپریشن کرنے کے لئے راستے بنالئے گئے ہیں۔ لال مسجد سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق خوراک کے ذخیرے میں غیر معمولی کمی کے بعد مسجد انتظامیہ نے خواتین اور بچوں کو نفلی روزے رکھنے اور مسلسل تلاوت کرنے کی ہدایت کردی ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ محصور خواتین اور بچوں کے ورثاء نے پیر کو بھی تمام دن روتے ہوئے سرینڈر پوائنٹ پر گزارا بعض ورثاء اس قدر دلبرداشتہ تھے کہ انہوں نے حکومتی شخصیات سے کہا کہ ہمیں آپ مسجد کے اندر بھجوادیں کم از کم ہم اپنے بچوں کو مرنے سے قبل ایک مرتبہ مل لیں اور اگر ہم اپنے بچوں کے ساتھ مر گئے تو بھی کوئی بات نہیں فائرنگ کے حوالے سے پیر کو قدرے سکون رہا، دن بارہ بجے کے قریب غیر معمولی شیلنگ کے بعد پندرہ بیس منٹ کے لئے دوطرفہ فائرنگ ہوئی اس کے بعد تمام دن فائرنگ کی آوازیں نہیں سنی گئیں۔

اس روز اخبارات نے سب سے اہم خبر یہ دی کہ سپریم کورٹ نے لال مسجد آپریشن کا نوٹس لیتے ہوئے اپنے آپ کو حکام کے حوالے کرنے والے تمام طلبہ و طالبات کی تفصیلی رپورٹ طلب کر لی اور کہا کہ کس قانون کے تحت اور کس مقصد کے لئے فورسز کو طلب کیا گیا۔ کس قانون کے تحت طلباء کو حراست میں رکھا۔ کیا انہیں والدین سے ملنے کی اجازت نہیں دی جارہی۔ کس قانون کے تحت جی سکس کے لوگوں کی نقل و حرکت روک دی گئی اور ہدایت کی کہ لال مسجد لوگوں نے ریاست میں ریاست بنالی۔ اس پر جسٹس نواز عباسی نے کہا کہ دارالحکومت میں یہ حال ہے تو دوسرے علاقوں کا کیا حال ہوگا؟ جسٹس کھوکھر نے استفسار کیا کہ کتنے طلباء نے سرنڈر کیا ہے؟ تو سیکرٹری داخلہ نے ان کی تعداد 1200 بتائی اور کہا کہ ہم ان کا مکمل خیال رکھ رہے ہیں۔ جسٹس فقیر محمد کھوکھر نے کہا کہ ٹی وی پر والدین رو رہے ہیں ان کی ملاقات کیوں نہیں کرائی جارہی؟ جسٹس نواز عباسی نے کہا کہ کس قانون کے تحت ان لوگوں کو حراست میں رکھا گیا ہے۔ وہ آزاد شہری ہیں آپ انہیں قید نہیں رکھ سکتے۔ جسٹس کھوکر نے کہا کہ اس میں دیر کیوں لگ رہی ہے۔ سیکرٹری

داخلہ نے کہا کہ وزیراعظم نے ان بچوں کے والدین سے ملاقات کی ہے تو جسٹس کھوکھر نے کہا کہ یہ لوگ وزیراعظم سے نہیں بلکہ اپنے بچوں سے ملنا چاہتے ہیں۔ جسٹس نواز عباسی نے کہا کہ یہ بے گناہ شہریوں کی زندگیوں کا سوال ہے، بچوں کے بارے میں تشویش ہے۔ جی سکس میں لوگوں کی نقل وحرکت روک دی گئی ہے کس قانون کے تحت ایسا کیا گیا ہے۔ جسٹس فقیر محمد کھوکھر کے استفسار پر سیکرٹری داخلہ نے بتایا کہ تمام 341 طالبات کو رہا کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ ہماری ذمہ داری تھی۔ جسٹس نواز عباسی نے دریافت کیا کہ لال مسجد میں کتنے لوگ ہیں تو سیکرٹری داخلہ نے کہا کہ اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ہم نے والدین کو اندر بھیجنے کی کوشش کی لیکن ایک شخص کو گولی ماردی گئی۔ گزشتہ روز تین لڑکیوں نے نکلنے کی کوشش کی تو انہیں بھی زخمی کر دیا گیا۔ ہم وفد بھیجنا چاہتے ہیں لیکن لال مسجد والے مشتعل ہیں وہ ہم پر اعتماد نہیں کرتے۔ جسٹس فقیر محمد کھوکھر نے کہا کہ ارکان قومی اسمبلی عبدالرشید غازی سے کیوں ملاقات نہیں کر سکتے؟ تو سیکرٹری داخلہ نے کہا کہ ہم ان کی سیکورٹی کی گارنٹی نہیں دے سکتے۔ ہم انہیں ایک مقام پر لے جا سکتے ہیں جہاں سپیکر پر بات ہو سکتی ہے جسٹس نواز عباسی نے کہا کہ عبدالرشید غازی میڈیا سے بات کر سکتے ہیں تو حکام کیوں بات نہیں کر سکتے۔ یہ انا کا مسئلہ نہیں۔ سیکرٹری داخلہ نے کہا کہ انا کا مسئلہ ہوتا تو ہم اسے طول نہ دیتے ہمارے بچے اور بہنیں اندر ہیں اور ان کے تحفظ کے لئے ہر ممکن کوششیں کر رہے ہیں۔ اندر والے انہیں باہر نہیں آنے دیتے۔ سیکرٹری داخلہ نے بتایا کہ اٹھارہ سال سے کم عمر 204 بچے باہر آئے تھے جن میں سے 150 کو رہا کر دیا گیا ہے جبکہ مجموعی طور پر چار سو کے قریب بچوں نے خود کو حکام کے حوالے کیا۔ اس پر جسٹس فقیر محمد کھوکھر نے سوال کیا کہ ان طلباء کو سیکورٹی میں کتنا وقت لگے گا؟ تو سیکرٹری داخلہ نے کہا کہ تین دن دے دیں۔ اس پر جسٹس نواز عباسی نے ہدایت کی کہ زیر حراست اور رہا کئے جانے والے طلباء وطالبات کے حوالے سے تفصیلی رپورٹ (آج) منگل کو عدالت میں پیش کی جائے۔ جسٹس فقیر محمد کھوکھر نے کہا کہ زیر حراست افراد کا تحفظ یقینی بنایا جائے۔ دونوں فریقوں کے درمیان اعتماد کا فقدان ہے۔ اس صورت حال میں زبانی یقین دہانیاں کافی نہیں۔ جسٹس فقیر محمد کھوکھر نے اٹارنی جنرل سے استفسار کیا کہ وہ صدر چیف آف سٹاف کے پاس یہ معاملہ لے کر کیوں نہیں جاتے انہوں نے کہا کہ عدالت کوئی تجویز دے میں انہیں پہنچادوں گا۔ جسٹس فقیر محمد کھوکھر نے کہا کہ عبدالرشید غازی ان کی والدہ اور اہل خانہ کو یقین دلایا جائے کہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ سیکرٹری داخلہ نے بتایا کہ حکومت نے مذاکرات کے لئے ایک ماہر

ٹیم بنائی ہے جس میں ہوم سیکرٹری پنجاب، چیف کمشنر اسلام آباد، آئی جی اسلام آباد اور تین چار دیگر ماہر افسر شامل ہیں۔ اس پر جسٹس نواز عباسی نے کہا کہ آپ یقین دلائیں ورنہ دوسرا فریق اعتبار نہیں کرے گا۔ جسٹس فقیر محمد کھوکھر نے کہا کہ اگر عبدالرشید غازی باہر آ جائیں تو کیا ضمانت ہے کہ آپ انہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے؟ جس پر سیکرٹری داخلہ نے کہا کہ میں گارنٹی دیتا ہوں کہ قانون کے مطابق ان کا ٹرائل ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ عدالت رجسٹرار کو ہدایت کرے کہ وہ انہیں سرنڈر کا کہیں۔ جس پر جسٹس کھوکھر نے کہا کہ جو جانا چاہتے ہیں آپ انہیں جانے نہیں دیتے۔ اس موقع پر خالد خواجہ کی اہلیہ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ اگر ان کے خاوند کو لایا جائے تو وہ مسئلہ حل کرا سکتے ہیں۔ عدالت نے کہا کہ زیر حراست ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ مجھے ملاقات کی اجازت نہیں دی جا رہی عدالت نے ان کی ملاقات کرانے کا حکم دیا۔ سیکرٹری داخلہ نے کہا کہ وہ عدالت میں نہیں بتا سکتے کہ خالد خواجہ کو کیوں نہیں لایا جا سکتا۔ اس سوموٹو نوٹس پر مزید سماعت آج (منگل کو) دو بجے سہ پہر ہوگی۔

اس روز اخبارات نے مجلس عمل اور وفاق المدارس کے حوالے کہ کہا کہ آپریشن کے نام پر پاکستان کی سلامی وقار اور اس کے تحفظ کو داؤ پر نہ لگایا جائے۔ علمائے کرام کے ترجمان نے کہا کہ ہم جنرل مشرف سے ملاقات کی کوشش کر رہے ہیں اور ایوان صدر سے جواب کے منتظر ہیں۔

بندوق کی نالی اور طاقت سے مسائل کا حل تلاش نہ کیا جائے۔ مذہبی جماعتوں علماء اور مدارس کے خلاف مذاکرات کو ناکام کرنے والے خفیہ ہاتھ کو بے نقاب کیا جائے ان خیالات کا اظہار ایم ایم اے کے پارلیمانی وفد اور وفاق المدارس کے علماء نے پارلیمنٹ لاجز میں مشترکہ ہنگامی اجلاس کے بعد صحافیوں سے گفتگو میں کیا اجلاس میں جماعت اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل وایم ایم اے کے مرکزی رہنما ڈاکٹر فرید پراچہ وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ حنیف جالندھری، اراکین پارلیمنٹ شبیر احمد خان، اسد اللہ بھٹو، سید بختیار مانی، ڈاکٹر عطا الرحمٰن، شجاع الملک، مولانا عبدالمالک، شاہ عبدالعزیز، قاری گل رحمٰن، رحمت اللہ، پروفیسر سلیم، سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، جمیلہ احمد، سمیعہ راحیل قاضی اور دیگر نے شرکت کی۔ اجلاس کی تفصیلات بتاتے ہوئے ڈاکٹر فرید پراچہ نے بتایا کہ وفاق المدارس کے علماء اور ایم ایم اے نے اس کی تائید کی ہے۔ امن قائم ہو انسانی جانوں کا ضیاع رو کنا چاہئے سیز فائر ہو سپریم کورٹ نے جو سوموٹو ایکشن لیا ہے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے یہ خوش آئند اقدام ہے معاملے کو حل کرنے کے لئے علماء وفاق المدارس اور ایم ایم

اے ای نقطہ پر متفق ہے۔ مولانا حفیظ جالندھری نے کہا کہ دینی مدارس نے ملکی تحفظ ملکی سلامتی امن وامان کے قیام، نظریہ پاکستان کے تحفظ کے لئے ایم ایم اے اور وفاق المدارس میں ہم آہنگی رہی ہے۔ لال مسجد کی سنگین صورتِ حال سے ملک اضطرابی صورتِ حال سے دوچار ہے فی الفور فریقین سیز فائر کریں حکومت سیکورٹی فورسز ہٹائے اور آپریشن بند کرے مذاکرات کے بند دروازے کو کھولا جائے۔ صدر مشرف سے ملاقات کی کوشش کر رہے ہیں ایوان صدر سے جواب کا انتظار ہے طاقت سے مسائل کا حل تلاش نہیں ہوسکتا۔ زخمیوں کو ہسپتال جبکہ شہداء کی تدفین کی جائے۔ میڈیا کو لال مسجد کے اندر جانے کی اجازت دی جائے وفاق المدارس اور ایم ایم اے کو مولانا رشید غازی سے ملاقات کی اجازت دی جائے۔ سپریم کورٹ آپریشن بند کرنے کا آرڈر جاری کرے خونی تصادم روکنا سب سے اہم ہے پاکستان خوفناک صورتِ حال سے گزر رہا ہے۔ ایک فرد فیصلے نہ کرے طاقت کا استعمال نہ ہو مسئلے کے حل کے لئے مشترکہ کمیٹی بنائی جائے جس میں وفاق المدارس اور ایم ایم اے کے اراکین شامل ہوں مدارس کے خلاف کارروائیاں اشتعال انگیز کارروائیاں ہیں چوہدری شجاعت بتا چکے ہیں کہ مذاکرات کو خفیہ ہاتھ نے سبوتاژ کیا خفیہ ہاتھ ہماری محنت کو ضائع کرتے ہیں۔

اور کھیل ختم ہو گیا

11 جولائی کے اخبارات نے 10 جولائی کی وہ دردناک کہانی سنا دی جس نے ساری قوم کو سوگوار کر دیا۔ بتایا گیا کہ دس جولائی کو صبح ساڑھے تین بجے آپریشن سائلنس نے نیا رُخ اختیار کر لیا اور فوج لال مسجد میں داخل ہو گئی۔ جہاں ایک طویل اور صبر آزما مقابلے کے بعد عبدالرشید غازی، ان کی والدہ اور 15 سیکورٹی اہلکاروں سمیت سو سے زائد افراد جاں بحق ہو گئے۔ حکومت مرنے والوں کی تعداد یہی بتاتی تھی جب کہ آزاد ذرائع نے اسے سینکڑوں میں بتایا۔ عبدالستار ایدھی نے میڈیا کو بیان دیا کہ انہیں سات سو کفن تیار کرنے کا حکم ملا ہے۔ تین سو سفید چادریں مانگی گئی ہیں جن میں جاں بحق ہونے والوں کے جسموں کے اعضاء اکٹھے کئے جانا مقصود تھا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق آپریشن کی کمانڈ لیفٹیننٹ کرنل رضوان نے کی۔ قبل ازیں تمام ہسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ رہی جب کہ درجنوں ایمبولینسوں کو لال مسجد طلب کر لیا گیا۔ کمانڈو تین اطراف سے جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں داخل ہوئے تاہم اندر موجود مسلح مزاحمت کاروں نے شدید مزاحمت کی۔ کچھ کمانڈوز کو چھت پر بھی اُتارا گیا۔ کمانڈو آپریشن سے قبل زوردار دھماکے کئے گئے۔ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کی دیواریں توڑ دیں گئیں۔ آپریشن کے پہلے گھنٹے میں ہی 100 دھماکے کئے گئے۔ دھماکوں سے اسلام آباد کے شہری جاگ اُٹھے۔ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کا علاقہ دھوئیں سے اٹ گیا۔ اس دوران اسلام آباد شہر سیل کر دیا گیا اور کسی کو شہر میں داخل یا باہر جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ آپریشن سے قبل عمارت میں اعصاب شکن گیس پھینکی گئی۔ آپریشن کے آغاز پر کہا گیا کہ آپریشن ایک گھنٹے میں مکمل ہو جائے گا پھر سرکاری حکام نے تین گھنٹے کا وقت دیا۔ جامعہ حفصہ میں 75 کمرے اور تہہ خانے ہیں سیکورٹی فورسز کو ہر کمرے، برآمدے اور تہہ خانے میں مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ لڑائی میں دونوں اطراف سے شدید فائرنگ کی گئی۔ فائرنگ سے جامعہ حفصہ کو آگ لگ گئی۔ مسجد کے میناروں پر موجود مسلح افراد پر بھی سیکورٹی اہلکاروں نے قابو پا لیا جبکہ زوردار دھماکوں کی آوازیں آئیں۔ جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں ہر طرف لاشیں بکھری

پڑی تھیں۔آپریشن کے دوران ہیلی کاپٹر بھی پرواز کرتے رہے۔باخبر ذرائع کے مطابق آپریشن طویل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جامعہ حفصہ کے اندر بہت سی چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں تھیں، مزاحمت کاران کوٹھڑیوں سے شدید مزاحمت کرتے رہے۔آپریشن کے تقریباً چار گھنٹے بعد صبح 8 بجے فائرنگ بند کرکے یہ اعلانات کئے گئے کہ اندر موجود افراد خود کو سیکورٹی فورسز کے حوالے کردیں۔یہ اعلانات پاک فوج کی طرف سے میگافون پر کئے گئے۔مسلح افراد سے کہا گیا کہ انہیں آخری موقع ہے کہ وہ ہاتھ اُٹھا کر باہر آجائیں۔آپریشن سائلنس کے آغاز کے ساتھ ہی بیس بچے بھاگتے ہوئے باہر آگئے جنہیں سیکورٹی فورسز کے اہلکاروں نے تحویل میں لے کر حفاظتی مقام تک پہنچادیا۔ محکمہ داخلہ کے حکام نے بتایا مولانا عبدالرشید غازی کو جامعہ حفصہ کے ایک تہہ خانے کے بنکر میں فائرنگ کر کے ہلاک کردیا گیا ہے۔مولانا عبدالرشید غازی نے خود کو اپنے ساتھیوں سمیت ایک تہہ خانے میں محصور کرلیا تھا جہاں پر سیکورٹی فورسز کی کارروائی میں وہ جاں بحق ہوگئے۔ذرائع نے یہ بھی بتایا کہ پہلے ان کی ٹانگ میں گولی لگی جس کے بعد انہیں زخمی حالت میں ہتھیار ڈالنے کے لئے کہا گیا مگر انہوں نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کردیا جس پر سیکورٹی فورسز نے کارروائی کردی۔ غیر سرکاری اطلاعات کے مطابق 85 مزاحمت کار جاں بحق جبکہ 45 زخمی ہوئے اور آپریشن میں ایک کیپٹن سمیت 15 سیکورٹی اہلکار جاں بحق ہوئے جبکہ سرکاری ذرائع نے 50 مزاحمت کاروں اور کیپٹن سمیت 8 سیکورٹی اہلکاروں کے جاں بحق ہونے کی تصدیق کی ہے۔اطلاعات کے مطابق سیکورٹی فورسز نے صبح ساڑھے آٹھ بجے لال مسجد و جامعہ حفصہ کا ابتدائی کنٹرول سنبھال لیا تھا۔ سیکورٹی فورسز نے کنٹرول سنبھالنے کے بعد جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں سرچ آپریشن شروع کیا۔ جامعہ حفصہ کا کنٹرول سنبھالنے میں سیکورٹی فورسز کو چار گھنٹے سے زائد کا وقت لگا۔سیکورٹی فورسز نے جامعہ حفصہ میں سرچ آپریشن کے دوران جامعہ حفصہ کی پرنسپل اور مولانا عبدالعزیز کی اہلیہ ام حسان اور ان کی بیٹی اسما کو بچالیا ہے انہیں سیف ہاؤس منتقل کردیا گیا۔اس کے علاوہ دیگر 30 خواتین اور 20 بچوں کو بھی جامعہ حفصہ سے نکالا گیا ہے اور 55 افراد کو گرفتار کیا گیا جنہوں نے گزشتہ روز سرنڈر کیا تھا، 2 مزاحمت کار زخمی حالت میں فرار ہوتے گرفتار ہوئے۔ان لوگوں کو وہاں سے مختلف مقامات پر منتقل کردیا گیا۔"آپریشن سائلنس" کے دوران مجموعی طور پر چار بچوں سمیت 81 زخمیوں کو راولپنڈی منتقل کیا گیا جن میں سے 10 افراد جاں بحق ہوگئے۔جس میں 3 طالبات بھی شامل ہیں۔پاک فوج سے تعلق رکھنے والے 22 زخمیوں کو سی ایم ایچ ٹراما سینٹر جبکہ جامعہ

حفصہ ولال مسجد کے 55 زخمی طلباء کو فوجی فاؤنڈیشن منتقل کیا گیا۔ راولپنڈی منتقل کیے جانے والے 81 زخمیوں میں سے 29 کا تعلق پاک فوج کے سپیشل سروسز گروپ اور 58 کا تعلق لال مسجد و جامعہ حفصہ سے بتایا گیا ہے۔ سی ایم ایچ لائے جانے والے 29 زخمیوں میں سے 7 جاں بحق ہو گئے جن میں ایس ایس جی کے کیپٹن سلمان فاروق لودھی، نائب صوبیدار عنایت سعید، حوالدار خان محمد، نائیک محمد صدیق، لانس نائیک افسر سیاب، لانس نائیک نصیر اور سپاہی خالد کھوکھر شامل ہیں جبکہ باقی ماندہ 22 زخمیوں میں کیپٹن سعد نسیم، صوبیدار خالد منصور، نائب صوبیدار عبدالرزاق، حوالدار آصف، حولدار روح الامین، نائیک سعید احمد، سپاہی شاہد ندیم، سپاہی شوکت ساقی، لانس نائیک گل بہار، سپاہی تنویر، لانس نائیک ارشد حسین، سپاہی راحت شاہ، لانس نائیک فیاض، سپاہی ندیم اختر، لانس نائیک یاسین، لانس نائیک محمد اقبال، لانس نائیک اللہ نواز، لانس نائیک محمد یاسین، حوالدار عمر حیات اور لانس نائیک شوکت علی شامل ہے۔ سی ایم ایچ لائے جانے والے 29 زخمیوں اور جاں بحق ہونے والوں کا تعلق پاک فوج کے سپیشل سروسز گروپ سے تھا۔ غازی عبدالرشید کی والدہ آپریشن کے آغاز میں ہی گولیاں لگنے سے جاں بحق ہو گئیں۔ غازی رشید کے اہل خانہ کے مطابق غازی کے 3 کزن بھی اس آپریشن میں جاں بحق ہوئے۔ جن میں 2 پھوپھی زاد اور ایک ماموں زاد شامل ہیں۔ ادھر اطلاعات کے مطابق آپریشن کے دوران لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے اندر موجود طلباء میں سے 58 کو فوجی فاؤنڈیشن ہسپتال لایا گیا جہاں پر تین زخمی آپریشن تھیٹر میں دوران علاج دم توڑ گئے۔ اطلاعات کے مطابق فوجی فاؤنڈیشن لائے جانے والے زخمیوں میں چار بچے بھی شامل ہیں جبکہ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ یہاں لائے جانے والے 58 میں سے متعدد مزاحمت کار بھی شامل ہیں کسی بھی ممکنہ خطرے کے پیش نظر ہسپتالوں میں سیکورٹی الرٹ کر کے ایمرجنسی نافذ کر دی گئی ہے جبکہ شہر کے تمام اہم مقامات پر بھی سخت نگرانی کے تحت پولیس کی بھاری نفری تعینات کر دی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ آپریشن کے دوران مجموعی طور پر 55 افراد کو حراست میں لیا گیا جبکہ 20 بچے اور 30 خواتین بازیاب کرا لئے گئے۔ جڑواں شہروں کے ہسپتال زخمیوں اور لاشوں سے بھر گئے۔ ذرائع کے مطابق ہلاکتوں کی تعداد کئی گناہ بڑھ سکتی ہے۔ ڈی جی آئی ایس پی آر میجر جنرل وحید ارشد کے مطابق مزاحمت کاروں نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں اور راکٹ لانچرز کا استعمال کیا اور شدید مزاحمت کی۔ مدرسے میں بوبی ٹریپ بھی بچھائے گئے تھے۔ آخری لڑائی مدرسے کے تہہ خانوں میں لڑی گئی جہاں مزاحمت کار چھپے ہوئے

تھے۔ سیکورٹی فورسز کے ذرائع نے آپریشن کے اختتام پر سرچ آپریشن کے دوران کلاشنکوفیں، راکٹ لانچراور دیگر اسلحہ برآمد کیا گیا۔ میجر جنرل وحید ارشد نے بھی غازی عبدالرشید کے جاں بحق ہونے کی تصدیق کی ہے۔ وزیر داخلہ آفتاب شیر پاؤ نے پریس کانفرنس میں بتایا کہ آپریشن کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔ سیکورٹی فورسز نے لال مسجد، جامعہ حفصہ اور چلڈرن لائبریری کا کنٹرول سنبھال لیا ہے۔ انہوں نے کہا مزاحمت کار تربیت یافتہ تھے جو فائرنگ کے لئے مسجد کے مینار بھی استعمال کرتے رہے۔ سیکورٹی فورسز نے مسجد میں مورچہ بند کئی عسکریت پسندوں کو زخمی حالت میں گرفتار بھی کیا جنہیں نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا گیا ہے۔ آپریشن کے دوران جامعہ حفصہ کے کئی حصے تباہ ہو گئے۔ سیکورٹی فورسز نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے بیشتر حصوں کا کنٹرول حاصل کرنے کے بعد چلڈرن لائبریری کے عقب میں موجود بنکر زدھماکہ خیز مواد سے اُڑا دیئے۔ ڈائریکٹر جنرل آئی ایس پی آر میجر جنرل وحید ارشد نے پریس کانفرنس میں کہا کہ آپریشن ختم نہیں ہوا۔ جامعہ حفصہ میں ابھی بھی عسکریت پسند موجود ہیں جو جدید اسلحہ کے ساتھ شدید مزاحمت کر رہے ہیں۔ لال مسجد انتظامیہ کے خلاف جاری آپریشن میں پچاس سے زائد عسکریت پسند جاں بحق ہو گئے ہیں۔ جامعہ حفصہ کے جنوبی حصہ میں کارروائی کر کے عسکریت پسندوں کا صفایا کر دیا گیا ہے تاہم جامعہ حفصہ کے ایک تہہ خانے میں کچھ عسکریت پسند ابھی موجود ہیں جو راکٹ لانچر اور سب مشین گنوں سمیت دیگر جدید اسلحہ کے ساتھ شدید مزاحمت کر رہے ہیں۔ آپریشن رات بھر جاری رہے گا۔ آپریشن طویل ہونے کی وجہ جامعہ حفصہ میں بچوں اور عورتوں کی موجودگی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ آپریشن کسی ملک کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا گیا۔ آپریشن ناگزیر ہو چکا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ منگل کے روز 86 خواتین اور مرد جامعہ حفصہ سے باہر آئے جن کو حکومت نے تحویل میں لے لیا ہے۔ تحویل میں لئے جانے والوں میں مولانا عبدالعزیز کی اہلیہ ام حسان اور ان کی بیٹی اسماء بھی شامل ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ آپریشن میں سیکورٹی فورسز کے آٹھ افراد شہید ہوئے ہیں جبکہ اُنتیس شدید زخمی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ حفصہ میں موجود عسکریت پسندوں کے غیر ملکی ہونے کے بارے میں رپورٹس موجود ہیں لیکن ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا عبدالرشید غازی کی طرف سے جامعہ حفصہ میں 300 کے قریب ہلاکتوں کے دعوے غلط ثابت ہوئے ہیں۔ اس موقع پر بریگیڈیئر جاوید اقبال چیمہ نے کہا کہ جو مدارس قانون کے مطابق چل رہے ہیں ان کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہیں ہو گی اور

حکومت ان کی مکمل سپورٹ کرے گی۔ لال مسجد انتظامیہ کے خلاف آپریشن میں سست رفتاری اور اتنا وقت لگنے کی تین وجوہات تھیں۔ مدرسے میں بچے اور خواتین تھیں، ہماری اخلاقی ذمہ داری تھی کہ ان کی زندگیوں کو بچایا جائے، مدرسے کے اندر تربیت یافتہ عسکریت پسند تھے وہ بھاری اسلحہ سے لیس تھے اور بہت زیادہ مزاحمت کر کر رہے تھے۔ تیسری وجہ مختلف نوعیت کا ماحول تھا، کمپلیکس بہت بڑا اور کثیر المنزلہ تھا اس کے اندر کئی عمارات بے ترتیبی سے تعمیر کی گئی تھیں، تہہ خانے اور دیگر قسم کی تعمیرات تھیں، اس قسم کے حالات میں آپریشن میں وقت لگا۔ ہلاکتوں کی ذمہ داری عسکریت پسندوں پر عائد ہوتی ہے۔ انہوں نے مسجد کے تقدس کا خیال نہیں رکھا۔ میڈیا کو ہسپتالوں میں جانے سے روکنے متعلق ایک سوال کے جواب میں میجر جنرل وحید ارشد نے کہا کہ ہماری طرف سے میڈیا پر ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی گئی تھی۔ بریگیڈیئر (ر) جاوید اقبال چیمہ نے کہا کہ یہ غیر معمولی صورتِ حال تھی اس قسم کی صورتِ حال میں عوام اور میڈیا رش کرتا ہے ہم چاہتے تھے کہ ڈاکٹر اور طبی عملہ زخمیوں کی بہتر انداز میں دیکھ بھال کرے۔ وحید ارشد نے کہا آج ام حسان سمیت 27 خواتین اور 3 بچوں کو بچا کر باہر نکالا گیا ہے۔ وزیر مملکت برائے اطلاعات طارق عظیم نے بتایا کہ آج شام یا کل حکومت ملکی اور غیر ملکی میڈیا کو جامعہ حفصہ کمپلیکس کا دورہ کرائے گی۔ ہم میڈیا کو دکھائیں گے کہ کس طرح سرنگیں بنائی گئی تھیں اور ان کی سرگرمیاں کیا تھیں جبکہ غیر ملکی افراد کے بارے میں بھی بتایا جائے گا۔

اس روز اخبارات نے وفاق المدارس کے حوالے سے یہ افسوس ناک بیان شائع کیا کہ خون خرابہ جنرل مشرف کے حکم پر ہوا اور مرنے والے شہید ہیں۔ معصوم انسانی جانوں کے قتل عام میں حکومت ملوث ہے حکومت اور وفاق المدارس کے علماء کے درمیان جن قانونی نکات پر اتفاق کیا گیا تھا اسے حکومتِ وزراء اور سیکورٹی فورسز نے سازش کے تحت تبدیل کر دیا۔ حکومت اسلام آباد سے برقعہ پوش خواتین اور پگڑیوں کا خاتمہ کرنا چاہتی ہے اعتدال پسندی اور روشن خیالی کے نام پر مدارس کے خلاف جنگ شروع ہو چکی ہے۔ تنخواہ اور عہدوں کے لئے قتل عام کرنے والے جہنمی ہیں جبکہ جہاد کی نیت سے لڑنے والے طلباء و طالبات شہید ہیں۔ ان خیالات کا اظہار وفاق المدارس کے صدر سلیم اللہ خان، ممبر اسمبلی رحمت اللہ خلیل اور دیگر نے پارلیمنٹ ہاؤس میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ پریس کانفرنس میں وفاق المدارس کے علماء نے کہا کہ حکومتی آپریشن کے خلاف وفاق المدارس کی مجلس عاملہ کا ہنگامی اجلاس آج اسلام آباد میں ہوگا

جہاں تک لال مسجد اور جامعہ حفصہ اسلام آباد کے منتظمین کے مطالبات کا تعلق ہے، ہم ان کی مکمل تائید کرتے ہیں۔ البتہ ان مطالبات کے منوانے کے لئے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے منتظمین نے جو طریق کار اختیار کر رکھا ہے وہ درست نہیں۔ انہوں نے کہا کہ انتہائی افسوس ہے کہ دونوں فریقوں نے اس اپیل پر کان نہیں دھرے اور جہاں لال مسجد کی انتظامیہ اپنے طریق کار پر اڑی ہوئی ہے وہاں حکومت نے بھی جائز مطالبات کو منظور کرنے میں کسی درجہ میں سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا اور نہ ہی مذاکرات کے ذریعہ مسئلہ کو حل کرنے کی معقول صورت اختیار کی بلکہ طاقت اور وحشیانہ استعمال کر کے پورے ملک کو کرب وصدمہ سے دوچار کر دیا ہے جبکہ حالات کو اس سنگینی کی طرف جانے سے روکنے کے لئے وفاق المدارس العربیہ کے وفد نے پاکستان مسلم لیگ کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین، وزیر اعظم پاکستان شوکت عزیز اور وفاقی وزیر مذہبی اُمور اعجاز الحق کے ساتھ تفصیلی گفتگو کی جبکہ اس گفتگو کے مختلف مراحل میں وفاقی وزراء محمد علی درانی، طارق عظیم اور نصیر خان انجینئر امیر مقام اور کمانڈر خلیل بھی شریک رہے اور وزیر اعظم کے ساتھ ملاقات میں تمام اہم اُمور پر اُصولی اتفاق رائے ہو گیا۔ ان طویل مذاکرات کے دوران لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے منتظم مولانا عبدالرشید غازی سے بھی ٹیلیفون پر تفصیلی گفتگو ہوتی رہی اور آخری مجلس میں مولانا عبدالرشید غازی کے اصرار پر ان کے نمائندہ کے طور پر مولانا فضل الرحمان خلیل کو بھی شامل کر لیا گیا۔ اس طویل گفتگو اور وزیر اعظم کے ساتھ اتفاق رائے کے بعد اس کی تفصیلات طے کرنے کے لئے چوہدری شجاعت حسین، محمد علی درانی، اعجاز الحق اور طارق عظیم کے ساتھ شام کو طویل ملاقات ہوئی اور ایک متفقہ فارمولا طے پایا جسے فون پر مولانا عبدالرشید غازی کو بھی سنا دیا گیا اور انہوں نے بھی اس سے اتفاق کر لیا۔ یہ مصالحتی فارمولا طارق عظیم اور مولانا زاہد الراشدی نے مشترکہ طور پر تحریر کیا جس پر فریقین کے اتفاق کے بعد جب دستخط کرنے کا مرحلہ آیا تو چوہدری شجاعت حسین اور ان کے رفقاء نے کہا کہ اس کی حتمی منظوری کے لئے اسے ایوانِ صدر لے جانا ضروری ہے، ہمیں اس پر تعجب ہوا کیونکہ اس مصالحتی فارمولے کو ان بنیادی نکات کی روشنی میں تحریر کیا گیا تھا جو وزیر اعظم کے ساتھ طویل مجلس میں اُصولی طور پر طے کئے گئے تھے اور اب چوہدری شجاعت اور ان کے رفقاء کے اتفاق سے مشترکہ طور پر لکھے گئے تھے۔ بہر حال وہ حضرات ایوانِ صدر چلے گئے اور کم و بیش دو گھنٹے کے بعد واپس آئے تو ان کے پاس ایک نیا تحریر کردہ فارمولا تھا جس میں سابقہ فارمولے کی بنیادی باتوں کو جس پر ہم نے عبدالرشید غازی کو بمشکل تیار کیا تھا، کو تبدیل کر دیا گیا تھا

اورانہوں نے آتے ہی یہ کہہ دیا کہ اب اس میں ردوبدل نہیں ہوسکتا یہ حتمی بات ہے جس کا ''ہاں'' یا ''ناں'' میں جواب مطلوب ہے اور ہمارے پاس اس مقصد کے لئے صرف نصف گھنٹہ ہے اس کے بعد ہم اس کے لئے مزید وقت نہیں دے سکتے۔ یہ نیا فارمولا مولانا عبدالرشید غازی کوفون پر سنایا گیا تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا جس کے بعد اب مزید کوئی بات جاری رہنے کا امکان نہیں تھا اس لئے علماء کی مذاکراتی ٹیم رات اڑھائی بجے مایوس ہوکر یہ کہتے ہوئے وہاں سے واپس آ گئی کہ متفقہ بنیادی نکات تسلیم نہ کئے جانے کے باعث اس نئے تحریر کردہ فارمولا کی بنیاد پر ہونے والے معاہدہ میں ہم کوئی ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ حکومت نے آخری مرحلہ میں ڈیڈلاک پیدا کر کے اور تبدیل شدہ فارمولا کا نصف گھنٹہ کے اندر ''ہاں'' یا ''ناں'' میں حتمی جواب دینے کا مطالبہ کر کے ہماری مصالحتی کوششوں کو ناکام بنا دیا ہے اور ہم مزید خون ریزی کو روکنے کے جس جذبہ کے تحت یہاں آئے تھے وہ مزید صدمہ اور رنج وغم میں بدل گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ علماء اور وزراء کے متفقہ مسودے میں تبدیلی نہ کی جاتی تو آپریشن کی نوبت نہ آتی۔ لال مسجد انتظامیہ کو مزید مہلت ملنی چاہیے تھی۔ ہم یہ وضاحت بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم کسی کے بلانے پر یہاں نہیں آئے بلکہ وفاق کی قیادت مزید خون ریزی کو روکنے کے جذبہ کے تحت یہاں پہنچی تھی۔

عبدالرشید غازی کا آخری پیغام

لال مسجد کے نائب خطیب عبدالرشید غازی نے آپریشن کے دوران ایک موقعہ پر ٹی وی چینل سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ آپریشن کے دوران ان کی والدہ شدید زخمی ہوگئی ہیں اور وہ انہیں کلمہ طیبہ پڑھا رہے ہیں۔تھوڑی دیر بعد مولانا عبدالرشید غازی نے اسی دوران کہا کہ والدہ نے جامِ شہادت نوش کرلیا ہے اور وہ خود بھی زخمی ہیں اور شہید ہونے والے ہیں اور کلمہ طیبہ پڑھ رہے ہیں۔اس کے ساتھ ہی ٹیلی فونک لائن کٹ گئی۔قبل ازیں آپریشن شروع ہونے کے بعد عبدالرشید غازی نے کہا کہ کچھ وزراء ان کو جھکانا چاہتے تھے۔انہوں نے اصرار کیا کہ میرا پیغام دُنیا کو بتا دیں، چوہدری شجاعت، طارق عظیم، اور اعجاز الحق نے انہیں جھکانے کی کوشش کی اور آپریشن کی دھمکیاں دی جاتی رہیں۔میں نے چوہدری شجاعت سے کہا آپ ہمیں مار دیں لیکن لوگ بعد میں آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔غازی رشید کا کہنا تھا کہ ہم نے اتنا بڑا جرم نہیں کیا جس کی اتنی بڑی سزا دی جارہی ہے۔حکومت اندھی طاقت کا استعمال کررہی ہے اور ننگی جارحیت پر اُتر آئی ہے۔انہوں نے بتایا کہ ان کے پاس صرف 14 کلاشنکوف ہیں جس سے انہوں نے 8 دن مزاحمت کی اور ان کے صرف 30 ساتھیوں نے سیکورٹی فورسز کو روکے رکھا اور ٹف ٹائم دیا۔انہوں نے کہا کہ ہم صرف تین لوگ ایک گھنٹے سے سیکورٹی فورسز کو روکے ہوئے ہیں۔عبدالرشید نے آخری پیغام میں کہا کہ مجاہدین پاکستان میں اسلامی نظام کے لئے کوشش کریں اور ان حکمرانوں سے میرا بدلہ لیں۔انہوں نے کہا کہ وہ علماء سے کہتے رہے کہ لال مسجد کے اندر آجائیں لیکن انہوں نے ہمت نہیں کی۔کچھ آنا چاہتے تھے لیکن حکومت نے اجازت نہیں دی کیونکہ وہ خون خرابہ ہی چاہتی تھی اور مسئلہ حل نہیں کرنا چاہتی تھی وہ اپنے موڈ کے مطابق کام کرتے رہے۔کچھ علماء ڈر گئے تاہم میڈیا نے بھرپور ساتھ دیا۔اگر کوئی تلخ بات کی ہے تو نظر انداز کردیں۔علماء نے حق کا ساتھ نہیں دیا میں کئی بار معاملہ ختم کرنے پر راضی ہوا۔الحمدللہ ہم نے 14 کلاشنکوفوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور یہ پوری دُنیا کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چیز نہیں۔انہوں نے

کہا کہ موجودہ حکومت اندھی طاقت کا استعمال کر رہی ہے اور یہ امریکہ کے ایجنٹ ہیں۔ انہیں ہٹانے کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہم نے کوئی جرم نہیں کیا۔ ہم اندھی طاقت کے سامنے جھکے نہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ چاہتے تھے کہ مذاکرات نتیجہ خیز ہوں میڈیا کو اندر بلا کر دکھانا چاہتا تھا کہ دیکھیں کتنا اسلحہ ہے اگر میں لال مسجد سے نکل جاتا تو حکومت لال مسجد میں اسلحہ خود رکھ کر میرے کھاتے میں ڈال دے گی۔ فوج کو چند لوگ اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ دُنیا کو میرا پیغام ہے کہ حق پر ڈٹ جانا چاہئے اصل طاقت اللہ کی ہے زندگی موت برحق ہے۔ انسان کو عزت کے ساتھ جینا چاہئے۔ چوہدری شجاعت، طارق عظیم، اعجاز الحق، محمد علی درانی سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا اور ان حکمرانوں سے بدلہ لے گا۔ وہ راضی ہوگئے تھے کہ مجھے گھر جانے دیں گے میں نے طریق کار کے حوالے سے کہا کہ علماء اور میڈیا کو اسلحہ دکھاؤں گا میں نے ایسا اس لئے کہا کہ یہ لوگ پہلے بھی دھوکہ دیتے رہے ہیں اور کئی مجاہدین کو مار چکے ہیں۔ غازی نے میڈیا سے کہا کہ اللہ کے لئے میرا پیغام دُنیا کو پہنچا دیں کیونکہ میری شہادت اب یقینی ہے اس فرسودہ نظام کو تبدیل کریں جو سارے مسائل کی جڑ ہے، غریبوں کے لئے مسائل ہیں، چند خاندان ملک پر حکمرانی کر کے لوگوں کا خون چوس رہے ہیں سب کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔ جب تک اسلامی نظام قائم نہیں ہوگا اس وقت تک مسائل حل نہیں ہوں گے۔ لڑائی جاری رہے گی طاقت کے سامنے جھکنا حقیقت نہیں۔ دریں اثناء عبدالرشید غازی کی طرف سے دوپہر 12 بجے آخری ایس ایم ایس بھیجا گیا جس میں کہا گیا تھا کہ ان کے صرف تین ساتھی باقی رہ گئے ہیں۔ شام سات بجے ان کی موت کا اعلان کر دیا گیا۔

خطیب لال مسجد مولانا عبدالعزیز کے خطبات

''آج ہمیں ایک سنگین صورتِ حال کا سامنا ہے اور اس سنگینی کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا یہ ملک جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا، چھ لاکھ مسلمانوں نے اس کے لئے اپنے لہو کی قربانی پیش کی تھیں، لاکھوں مسلمان بہنوں کی عزتیں داؤ پر لگیں، صرف اس اُمید پر کہ یہاں اسلام نافذ ہوگا لیکن افسوس کہ آج ساٹھ سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے مگر یہاں اسلامی نظام نہ آسکا اور دن بدن مسائل جنم لیتے چلے گئے۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے کانفرنسوں اور قراردادوں کا راستہ اختیار کیا گیا اور ایک عرصہ تک یہی محسوس ہوتا رہا کہ مسائل انہیں سے حل ہو جائیں گے لیکن گزشتہ چند سالوں سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ یہ کانفرنسیں مسائل کو مستقل طور پر حل کرنے کے لئے کچھ نہیں کر سکتیں اور قراردادیں بھی اس سلسلے میں بے اثر رہیں۔ یہ سب کوششیں اپنی جگہ درست اور بجا سہی، بلکہ اللہ تعالیٰ سے قوی اُمید ہے کہ وہ اس پر اجر عطا کرے گا مگر یہ بات واضح ہے کہ ان اقدامات نے حکومتوں پر کبھی کوئی قابل ذکر اثر نہ ہوا۔ جو علمائے کرام اسمبلیوں تک پہنچے انہوں نے وہاں آواز بلند کی، اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا اور ہر روز نئے نئے مسائل پیدا ہوتے رہے۔

اس دوران پاکستان میں علمائے کرام کی شہادتوں کا افسوس ناک سلسلہ بھی جاری رہا۔ خود میرے والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ کو اسی مسجد کے احاطے میں میری آنکھوں کے سامنے شہید کیا گیا لیکن میں نے اس صدمے کو برداشت کیا۔ پھر ہمارے اوپر جھوٹے مقدمات بنائے گئے ہم نے انہیں بھی برداشت کیا، ہماری بہنوں، بیٹیوں پر پولیس نے حملے کئے ہم نے یہ بھی برداشت کیا، اس مسجد کی ملازمت سے مجھے فارغ کر دیا گیا پھر بھی برداشت کیا۔ اس لئے کہ یہ سب مشکلات اور مسائل برداشت کئے جاسکتے تھے لیکن آج جو مسئلہ ہمیں درپیش ہے اسے قطعاً برداشت نہیں کیا جا سکتا اور وہ مسئلہ ہے اللہ کی عظمت والے گھروں گا، وہ گھر جنہیں زمین کا پسندیدہ ترین حصہ کہا گیا۔ زمین کے یہ مبارک حصے مساجد ہیں۔ آج ان مساجد کے تقدس اور تحفظ کا مسئلہ درپیش ہے، اللہ کے گھروں کو خطرہ لاحق ہے۔ یہ وہ موقع ہے جب کسی بھی مسلمان کی برداشت جواب دے جاتی

ہے اور وہ کچھ بھی کر لینے کا عزم کر لیتا ہے۔ آپ حضرات جانتے ہیں کہ ہمارے یہاں ایک مسجد شہید کی گئی تو علماء اور عوام نے مظاہرے کئے، دوسری مسجد شہید کی گئی تو پھر احتجاجی مظاہرے کئے گئے، مذمتی بیان جاری کئے گئے۔ اس کے بعد تیسری مسجد شہید ہوئی پھر چوتھی شہید ہوئی۔ مساجد کی شہادت کا یہ افسوس ناک سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ جب دو منزلہ پکی عمارت والی مسجد عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو شہید کیا جانے لگا تو علمائے کرام اور عوام کی بڑی تعداد موقع پر پہنچ گئی اور ان لوگوں نے مسجد شہید کرنے والے سرکاری اہلکاروں کو اللہ رسول کے واسطے دیئے کہ خدارا مسجد میں رکھے ہوئے قرآن مجید کے نسخے تو نکال لینے دو لیکن اتنی مہلت دینے سے بھی انکار کر دیا گیا اور مسجد کی پختہ عمارت کو بلڈوزروں کے ساتھ یوں مسمار کر دیا گیا کہ آج بھی قرآن مجید کے نسخے اس ملبے تلے دبے ہوئے ہیں اور کوئی انہیں نکالنے والا نہیں۔ یہ انتہا ہے اسلام دشمنی اور دین بیزاری کی۔ ایسا تو یہود و نصاریٰ بھی نہیں کرتے، ہندو اور سکھ بھی مسجدوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتے۔ لیکن اس پر بھی بس نہیں کی گئی بلکہ مزید دس مساجد و مدارس کے بارے میں نوٹس جاری کر دیئے گئے کہ یہ غیر قانونی ہیں اور انہیں بھی گرایا جائے گا۔ انہی میں سے ایک جامعہ حفصہ بھی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ انتظامیہ نے مزید اسی (80) مساجد کی فہرست تیار کی ہے جنہیں شہید کئے جانے کا ارادہ ہے۔

انتظامیہ کی فہرست میں شامل ایک مسجد سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں معاملات کو افہام و تفہیم سے سلجھانے کے لئے علمائے کرام کا ایک وفد حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں سے ملنے گیا اور انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ مساجد اللہ کا گھر ہیں، شریعت کی رو سے انہیں گرایا نہیں جا سکتا۔ علمائے کرام کی اس بات کے جواب میں ایک سرکاری ملازم نے یوں کہا کہ ”مولانا! ہم قرآن و حدیث اور شریعت کو نہیں جانتے۔ ہمارے لئے آرڈر ہی سب کچھ ہے۔ ہمیں جس مسجد کے بارے میں آرڈر ملے گا ہم اسے ضرور گرائیں گے۔“ یہ جواب سن کر علمائے کرام واپس آ گئے اور پھر ہفتہ کے روز 20 جنوری کو مسجد امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بے دردی کے ساتھ شہید کر دی گئی۔ مسجد امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر ہر مسلمان کا دل دکھا اور ہر طرف غم و غصہ پھیل گیا۔ جامعہ حفصہ کی طالبات بھی غمزدہ ہو گئیں اور میری بھی عجیب کیفیت ہو گئی۔ اگلے روز اتوار کو مسجد امیر حمزہ شہادت کی خبر اخبارات میں چھپ گئی تو طالبات نے حکومت کے اس اقدام کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے جامعہ حفصہ اور مسجد کے درمیان واقع ماڈل چلڈرن لائبریری پر

قبضہ کرلیا اور الحمدللہ اب تک یہ قبضہ برقرار ہے۔ سرکاری لائبریری پر طالبات کے احتجاجی قبضہ کے بعد حکومت کی طرف سے دھمکیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ہم سے کہا گیا کہ سرکاری فورسز حملہ کر کے طاقت کے زور پر لائبریری واگزار کرالیں گی۔ حکومت نے ہم سے کہا کہ طالبات نے رٹ آف دی گورنمنٹ کو چیلنج کیا ہے جسے ہم ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ یہی پیغام دینے کے لئے جب کچھ سرکاری افسران یہاں آئے تو میں نے ان سے بڑی محبت سے عرض کی کہ دیکھئے آپ لوگوں نے مساجد کو شہید کر کے رٹ آف اللہ کو چیلنج کیا۔ یعنی اللہ کی طاقت کو للکارا ہے اور جو اللہ کی طاقت کو چیلنج کرتا ہے اللہ اس کی طاقت کو ایسی جگہ سے چیلنج کرتا ہے کہ جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ ابرہہ کا لشکر جرار کعبہ کو گرانے چلا تو اللہ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں ابابیل کے ذریعے اس کو نیست و نابود کر دیا۔ ابوجہل جیسا طاقتور شخص اسلام کے خلاف میدان میں نکلا تو اللہ نے دو کمزور بچوں کے ہاتھوں اس کا غرور خاک میں ملا دیا۔ نمرود نے خدائی دعویٰ کیا تو ایک مچھر کے ذریعہ اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔

پاکستانی حکومت نے اب کی بار بھی مسجد شہید کرتے ہوئے یہی سوچا تھا کہ پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی کانفرنسیں ہوں گی، احتجاجی مظاہرے ہوں گے، قراردادیں پاس ہوں گی اور معاملہ ہمیشہ کی طرح ٹھنڈا ہو جائے گا لیکن اس مرتبہ صورتِ حال بالکل بدل گئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ صورت پیدا فرما دی کہ طالبات نے آگے بڑھ کر سرکاری لائبریری پر احتجاجاً قبضہ کرلیا۔ انتظامیہ کے افسران ہم سے یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ لائبریری پر طالبات کے قبضے کی وجہ سے ساری سرکاری مشینری پریشان ہے اور ہمیں مسلسل یہ احکامات مل رہے ہیں کہ فوری طور پر لائبریری کو طالبات کے قبضے سے واگزار کیا جائے اور اگر اس کے لئے طاقت استعمال کرنی پڑے تو اس سے بھی گریز نہ کیا جائے۔

ان مشکل حالات اور کٹھن مراحل میں بھی جامعہ حفصہ کی طالبات اور معلمات نے جس ثابت قدمی، جرأت، استقامت اور بہادری کا مظاہرہ کیا وہ واقعی قابل داد ہے اور مسلمان مردوں کے لئے قابل تقلید ہے۔ طالبات نے دوٹوک اور واضح طور پر یہ اعلان کیا ہے کہ ہم مر جائیں گی لیکن پسپائی اختیار نہیں کریں گی۔ جامعہ حفصہ اور اس کی مختلف شاخوں میں زیرِ تعلیم سات ہزار سے زائد طالبات یہ عہد کر چکی ہیں کہ مساجد کے تحفظ اور دین کی سربلندی کے لئے ہمیں جس انتہا تک جانا پڑا ہم اس سے گریز نہیں کریں گی۔ ان غیرت مند مسلمان بچیوں کے ساتھ جامعہ فریدیہ اور دیگر مدارس

اور سکول کالج اور یونیورسٹی کے ہزاروں طلباء وطالبات بھی یہی عہد کر چکے ہیں۔ان حالات میں ہمیں مختلف اعتراضات اور مشکالات کا بھی سامنا ہے۔ہم سے کہا جارہا ہے کہ آپ لوگوں نے پہلے جامعہ حفصہ کی عمارت سرکاری زمین پر بنائی اور اب سرکاری لائبریری پر بھی بلا جواز قبضہ کرلیا ہے۔ آپ کے طلباء وطالبات نے ہاتھوں میں ڈنڈے اُٹھار کھے ہیں۔

میں عرض کرتا ہوں کہ یہ تو اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اور فریضہ ہے کہ وہ ملک میں مساجد اور دینی تعلیم کے مراکز قائم کرے۔اگر حکومت اس سلسلے میں غفلت کا مظاہرہ کرے اور مساجد ومدارس کی تعمیر سے پہلوتہی برتے تو علماء اور مسلمان عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سلسلہ میں کردارادا کریں۔لہٰذا ہم نے تو جامعہ حفصہ جیسا عظیم الشان ادارہ قائم کر کے ایک فرض ادا کیا ہے کوئی جرم نہیں کیا۔باقی رہی بات لائبریری پر قبضے کی، اس سلسلے میں بہت سے نام نہاد دانشور طرح طرح کی باتیں بنارہے ہیں۔میں ان لوگوں سے صرف اتنا عرض کروں گا کہ ان روشن خیالوں اور دانشوروں کے پیشوا جنرل پرویز مشرف نے آخر کس قانون کے تحت بارہ اکتوبر 1999ء کو نواز شریف کی حکومت ختم کر کے حکومت اور ملک پر قبضہ کیا تھا؟ کیا جنرل پرویز مشرف کے پاس اپنے اس اقدام کے لئے کوئی جواز تھا یا ان کی پیروی کرنے والے روشن خیال دانشوروں کے پاس اس کی کوئی معقول دلیل موجود ہے؟ کیا آئین ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے؟ کیا ملکی قانون ایسے اقدام کو درست قرار دیتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر آخر کس قانون اور ضابطے کے تحت جنرل پرویز مشرف نے اقتدار اور ملک پر قبضہ کیا؟ اور پھر جنرل صاحب کا یہ قبضہ تو دُنیا کی خاطر تھا۔جبکہ طالبات نے سرکاری لائبریری پر قبضہ صرف اور صرف دین کے لئے کیا ہے۔آج سے پہلے یہی طالبات اپنے مدرسے کی چار دیواری میں رہتے ہوئے پڑھتی ہیں، مشکل سے مشکل حالات میں بھی انہوں نے گزر بسر کی۔یہ طالبات ای وقت کا کھانا کھا کر گزارا کرتی رہیں۔چٹائیں پر بیٹھ کر پڑھتی رہیں اور زمین پر سوتی رہیں۔لیکن انہوں نے اپنی مشکلات اور پریشانیوں کے حل کے لئے کوئی غیر قانونی قدم نہیں اُٹھایا۔حتیٰ کہ ان پر دو مرتبہ پولیس نے باقاعدہ حملہ کیا اور انہیں زدوکوب کیا لیکن اس کے باوجود انہوں نے لائبریری کی طرف میلی آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا لیکن اب جب اللہ کے عظمت والے گھروں کا مسئلہ آیا، قرآن کے تقدس کا مسئلہ آیا اور دین کے تحفظ کا معاملہ آیا تو انہوں نے مدرسے سے باہر نکل کر سرکاری لائبریری پر قبضہ کرلیا تو کیا ایسا کرنا شرعاً ناجائز تصور کیا جائے گا؟

مجاہدین کا تو یہ طریقہ رہا ہے کہ جب معاملات کسی اور طریقے سے حل نہیں ہوتے تو وہ

سرکاری عمارتوں پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ چیچن مجاہدین کو دیکھئے کہ ہر آئے دن کسی نہ کسی سرکاری عمارت پر قبضہ کر بیٹھتے ہیں اور روسی حکومت سے اپنے مطالبات تسلیم کروانے کے لئے دباؤ ڈالتے ہیں۔ جامعہ حفصہ کی طالبات بھی مجاہدات ہیں۔ جب انہوں نے مساجد کے تحفظ اور دین کے تقدس کے لئے کوئی اور طرزِ عمل کارگر نہ پایا تو بالآخر انہوں نے بھی سرکاری عمارت پر قبضہ کر کے حکومت پر دباؤ ڈالا۔ اب اگر ان کے مطالبات تسلیم کر لئے جائیں تو انہیں لائبریری سے کوئی سروکار نہیں ہوگا اور وہ اس کے قبضے سے دستبردار ہو جائیں گی۔ لہٰذا حکومت کے پاس اس معاملے کا آسان ترین حل یہی ہے کہ وہ فوری طور پر طالبات کے چاروں جائز مطالبات کو تسلیم کر لے۔

ہم سے یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ طلباء و طالبات نے ڈنڈے کیوں اُٹھا رکھے ہیں؟ میں عرض کرتا ہوں کہ سرکاری اہلکاران طلباء و طالبات پر حملہ کرنے آئیں تو ان کے پاس طرح طرح کا جدید اسلحہ موجود ہو اور ان کے مقابلے میں یہ کمزور نہتے طلباء و طالبات ہاتھوں میں لاٹھیاں اور ڈنڈے اُٹھائیں تو اسے بھی دہشت گردی کی علامت تصور کیا جائے؟ یہ کیسا انصاف ہے؟ ان طلباء و طالبات کو مسلسل حملے کی دھمکیاں مل رہی ہیں، کیا انہیں یہ حق بھی حاصل نہیں کہ وہ اپنے دفاع کے لئے کچھ کر سکیں؟

ہم حکومت سے کہتے ہیں کہ وہ طاقت کے استعمال کے بجائے معاملات کو سنجیدگی سے لے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ معاملہ صرف ان 10 ہزار طلباء و طالبات تک محدود ہے بلکہ بات آگے بڑھی تو ملک بھر کے لاکھوں طلباء اس تحریک میں شامل ہو جائیں گے اور پھر ان لاکھوں طلباء کے کروڑوں قرابت دار اور رشتہ دار اس تحریک کا حصہ بن جائیں گے۔ طالبات کے ان جائز اور برحق مطالبات منوانے کے سلسلے میں تاجر بھی پیچھے نہ رہیں گے اور نہ ہی ملازمت پیشہ طبقہ اس تحریک کی حمایت و تعاون سے پیچھے رہے گا۔ لہٰذا اس مسئلے کو معمولی اور چھوٹا نہ سمجھا جائے اور طالبات کے مطالبات کو تسلیم کر لیا جائے ورنہ یاد رکھو کہ یہ طلباء و طالبات اپنی جانوں پر کھیل جانے کے فیصلے کر چکے ہیں۔

طالبات کی طرف سے پیش کئے جانے والے مطالبات چونکہ بالکل درست اور برحق ہیں لہٰذا میں بھی ان کی مکمل تائید کرتا ہوں اور یقیناً ہر مسلمان ان کی مکمل تائید اور حمایت کرتا ہے۔ ان مطالبات کو تسلیم کروانے کے لئے اگر ہمیں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا تو اس سے دریغ نہیں کریں گے، اگر تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں تو اس کے لئے تیار رہیں گے۔"

(26 جنوری 2007ء)

4 فروری کا خطاب

"جب کوئی اچھا کام شروع ہوتا ہے تو اس کی راہ میں رکاوٹیں ہر جانب سے آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ کچھ رکاوٹیں تو وہ ہوتی ہیں جو دشمنوں کی طرف سے پیش آتی ہیں اور کچھ رکاوٹیں ایسی بھی پیدا ہونی شروع ہوتی ہیں جو اپنوں کی طرف سے اخلاص کے ساتھ ہوتی ہیں۔ یہاں بھی یہی سماں ہے۔ ہم نے جو مطالبات پیش کئے تھے وہ مطالبات سب کے سامنے ہیں۔ ہماری طرف سے چار مطالبات پیش کئے گئے تھے۔ ان مطالبات کے پیش ہونے کے بعد علماء کرام ہمارے پاس آتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ آپ اسلامی نظام کا مطالبہ اور باقی مطالبات چھوڑ دیں اور صرف مساجد کی بات کریں۔

اسی صورتِ حال میں مذاکرات چلتے رہے جبکہ ہمیں صاف دکھلائی دے رہا تھا کہ ان مذاکرات کے ذریعہ ہمیں اور علماء کو دھوکا دیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ہم مذاکرات سے پیچھے ہٹ گئے اور ہماری طرف سے انتظامیہ کو یہ کہا گیا کہ اب ہم مذاکرات نہیں کریں گے۔ لہٰذا معاملات کی درستگی کی یہی ایک صورت ہے کہ ہمارے سب مطالبات تسلیم کئے جائیں۔ ہم کسی مطالبہ سے بھی دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں۔

مذاکرات میں اس تعطل کے بعد ہمارے بزرگ علماء کرام جو ہمارے سروں کے تاج ہیں، ہم ان کا حد درجہ احترام کرتے ہیں۔ ہمارا ماضی گواہ ہے کہ جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کے اساتذہ اور طلباء و طالبات نے کبھی گستاخی کا انداز اختیار نہیں کیا۔ میرا ماضی گواہ ہے۔ حضرت والد صاحب کا ماضی گواہ ہے کہ ہم نے اپنے بزرگوں کے لئے گستاخانہ رویہ اختیار نہیں کیا۔ الحمدللہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کبھی علماء کرام کی گستاخی کی ہو، اپنے کسی بزرگ کی بے ادبی کی ہو لیکن ہماری اس روش اور طرزِ عمل کے باوجود آج جب ہم ایک مضبوط مؤقف پر کھڑے ہیں اور ہم نے بالکل جائز مطالبات پیش کئے ہیں۔ ہمیں ان مطالبات سے پیچھے ہٹنے کا کہا جا رہا ہے، پسپائی کا حکم دیا جا رہا ہے اور جب ہم پسپا نہیں ہوتے تو ہمیں گستاخ قرار دے دیا جاتا ہے بلکہ مجھے تو یہاں تک

کہا گیا کہ اس کا دماغ خراب ہوگیا ہے، یہ پاگل ہوگیا ہے، یہ ایجنسیوں کے ہاتھ میں کھیل رہا ہے، یہ مدارس کا دشمن بن چکا ہے۔ میں نے بڑے پیار ومحبت کے ساتھ اپنے بزرگوں کی ایسی سب باتیں سن لیں اور اتنا بھی نہ کہا کہ حضرت! آپ مجھے امریکی ایجنٹ کیوں کہہ رہے ہیں؟ مجھے دشمنوں کا ایجنٹ کیوں کہہ رہے ہیں؟ مجھے پاگل کیوں کہہ رہے ہیں؟ میری باتوں سے آپ کو پاگل پن نظر آ رہا ہے؟ کیا میرے موٴقف میں آپ کو کوئی کمی نظر آتی ہے یا میرے مطالبات میں کوئی خامی نظر آئی ہے؟ میں ایسے سوال کر سکتا تھا لیکن ادب مانع تھا اس لئے میں نے نہیں کئے۔

ہاں! اتنی بات ضرور ہوئی کہ وہ حضرات مجھے اپنے موٴقف سے پیچھے ہٹانا چاہتے تھے۔ کہتے تھے کہ مسجدوں کے موٴقف پر آئیے اور ہمیں یہ تحریر دیجئے کہ ہمارا جو بھی فیصلہ ہوگا آپ مانیں گے۔ میں نے کہا کہ آپ میں سے ایک ایک بزرگ ایسا ہے کہ میں ان کی پاؤں کی خاک برابر بھی نہیں ہوں لیکن جن کے پاس آپ حضرات جا رہے ہیں وہ فریبی اور دھوکا باز لوگ ہیں۔ اسلام آباد میں رہتے ہوئے ہماری زندگیاں گزر گئیں، ان کے فریب کو ہم سمجھتے ہیں، آپ ان کے فریب کو نہیں سمجھ سکتے۔ ہمیں آپ پر سو فیصد اعتماد ہے، ہم پہلے بھی آپ پر اعتماد کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں لیکن اس مسئلہ میں آپ حضرات کو دھوکا دیا جا رہا ہے، فریب دیا جا رہا ہے، اس لئے ہم معذور ہیں کہ اس مسئلہ میں آپ کو اپنا نمائندہ نہیں بنا سکتے۔

اب جو صورتِ حال سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ وفاق المدارس کے چودہ پندرہ علماء کرام اور وزیر داخلہ اور انتظامیہ کے درمیان ایک معاہدہ طے پا گیا ہے۔ اس معاہدہ کے مطابق شہید مسجد امیر حمزہ اپنی جگہ دوبارہ تعمیر کی جائے گی۔ یہ تو ایک جز ہے ہمارے جائز مطالبات کا حالانکہ اور بھی جز تھے مگر ان کا کوئی ذکر نہیں۔ ہمارے مطالبات میں یہ بھی شامل تھا کہ پہلے جو چھ مساجد شہید ہوئیں ان کو بھی تعمیر کیا جائے۔ جن دس مساجد کو نوٹس جاری کئے گئے ہیں وہ بھی واپس کئے جائیں۔ اسی (80) مسجدوں کی فہرست بھی واپس لی جائے اور صدرِ پاکستان اس پر اللہ سے اور قوم سے معافی مانگیں کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔ یہ ہمارے مطالبات کا پہلا حصہ ہے۔ ابھی تو اس کا ایک ہی جز مانا گیا ہے اور ہم سے کہا جا رہا ہے کہ آپ واپس چلے جائیں اور طالبات لائبریری چھوڑ دیں۔ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ایک تو ہمارا ایک مطالبہ بھی اُدھورا مانا گیا اور وہ بھی زبانی مانا گیا اور کہا گیا کہ اب اس سلسلہ میں سہ فریقی کمیٹی تشکیل دی جائے گی۔ یعنی تین علماء، تین انتظامیہ کے افراد اور تین سی ڈی اے کے افسران ہوں گے۔ اب ہوگا کیا؟ ہمارے ہاں

معاملات اکثریت پر طے کئے جاتے ہیں اور اگر تین علماء ایک طرف ہیں اور چھ افسران دوسری طرف تو ظاہری بات ہے کہ بات افسران کی ہی مانی جائے گی تو پھر ایسی کمیٹی کا ہمیں کیا فائدہ؟

یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ اب تک جو کچھ مانا اور تسلیم کیا گیا ہے، طالبات کی جرأت اور بہادرانہ اقدام کی وجہ سے مانا گیا ہے۔ طلباء کی جرأت پر انہوں نے مسجد امیر حمزہ کی دوبارہ تعمیر کو مانا ہے اور اس پر بھی کہہ رہے ہیں کہ حکومت نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا ہے۔ حکومت نے خاک فراخ دلی کی؟ اگر اس نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرنا ہوتا تو پہلے دن ہی مسجد امیر حمزہ کی تعمیر کا اعلان کر دیتی۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ طالبات کا قبضہ غیر شرعی ہے۔ اس سلسلہ میں مؤدبانہ عرض کروں گا کہ حضرات علماء کرام! آپ یہ بھی تو فتویٰ جاری کریں کہ جو حکومت اللہ کے گھر گراتی ہے، مسجدوں کو شہید کرتی ہے، اس حکومت کا کیا حکم ہے؟ مسجدوں کو شہید کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ اللہ کے گھروں کو شہید کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟ پہلے بھی اللہ کے چھ گھر قتل ہوئے ان کا کیا حکم ہے؟

آپ حضرات نے اس سلسلہ میں تو بات کی نہیں اور طالبات کی بحث شروع کر دی کہ یہ غیر شرعی ہے حالانکہ ''فاعتدوا علیه بمثل ماعتدوا علیکم ''(القرآن) کے تحت ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اللہ کی عظمت کے سات نشان گرے تھے تو ان کی عظمت کے بھی سات نشان گرائے جاتے اور اگر یہ قبضہ غیر شرعی ہے تو وانا وزیرستان کے اندر جو نوجوان مجاہد آگے بڑھ رہے ہیں، حکومت کی جگہوں پر قبضے کر رہے ہیں کیا وہ بھی غیر شرعی ہوگا؟ کیا وہ بھی ناجائز ہو جائے گا؟ اگر وہ جائز ہے تو یہ کیوں ناجائز ہے؟ علمائے کرام سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ وہ اس کا جواب دیں۔ اور پھر اس معاہدہ کی تحریر میں کہا گیا ہے کہ ہم طالبات کے اس اقدام کی مذمت کرتے ہیں، افسوس اور دُکھ کا مقام ہے کہ طالبات نے احتجاج ریکارڈ کرایا، قربانی دی، دن رات ایک کئے، آپ اس اقدام کی تو اتنی مذمت کرتے ہیں اور اس بارے میں اتنے دن سے بحث کر رہے ہیں لیکن حکومت کی اس درجہ مذمت نہیں کرتے۔ مجھے کیا کچھ نہیں کہا گیا۔ امریکی ایجنٹ، دیوانہ کہا گیا کہ ہم ایجنسیوں کے ہاتھ میں کھیلتے ہیں۔ میں اپنے بزرگوں سے عرض کروں گا، التجاء کروں گا۔ میری مؤدبانہ گزارش ہے کہ جو باتیں مجھے کہی گئیں ذرا یہ باتیں پرویز مشرف کو بھی کہہ دیجئے۔ اسے دیوانہ کہیں، اس کو بھی پاگل کہئے، اسے بھی امریکی ایجنٹ کہہ دیجئے اور اگر اس کو نہیں کہتے تو مجھے کیوں کہتے ہیں؟ کیا میرا مطالبہ غلط ہے؟ جب جائز مطالبات میں لے کر چلا ہوں تو مجھے پاگل کیوں کہا جا رہا ہے؟

اس صورتِ حال میں ہم یہی سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے مؤقف پر صحیح ہیں اور اس پر ڈٹے

ہوئے ہیں۔ ہمارے مطالبات اٹل ہیں اور اس سلسلہ میں پہلے بھی شرح صدر تھا اور اب الحمدللہ مزید شرح صدر ہو گیا ہے کہ ان کی باتیں اور وعدے محض فریب اور دھوکا ہیں۔ میں ایک بار پھر عرض کرتا ہوں کہ اس بارے میں بھی ابھی بھی کوئی تحریر نہیں آئی ہے اور کہا یہ جا رہا ہے کہ حکومت اعتماد دلا رہی ہے۔ مجھ سے یہ بھی کہا گیا کہ جب آپ کے بزرگ ایک بات کہہ رہے ہیں، بزرگ ایک معاہدہ کر رہے ہیں، تو پھر آپ کیوں نہیں مانتے؟ کیا آپ کو بزرگوں پر اعتماد نہیں ہے تو میں نے پہلے بھی عرض کی اور اب بھی عرض کرتا ہوں کہ ہمیں آپ کی صداقت پر، آپ کے اخلاص پر، آپ کی دیانتداری پر، آپ کی امانت پر، آپ کی قربانیوں پر سو فیصد یقین ہے، آپ ہمارے سروں کے تاج ہیں۔ آپ میں سے ایک ایک عالم ایسا ہے کہ مجھ جیسے سینکڑوں عبدالعزیز اس کے پاؤں کی خاک نہیں بن سکتے لیکن بات یہ ہے کہ ہم نے اب تک ان لوگوں سے دھوکا ہی دیکھا ہے۔

ذرا دیکھئے تو سہی! متحدہ مجلس عمل کے بزرگوں کے ساتھ صدرِ پاکستان نے ایک معاہدہ کیا تھا وردی اُتارنے کا، لیکن جب وردی اُتارنے کا وقت آیا تو کیا اُس وعدے کا پاس رکھا گیا؟ اچھا پھر علماء نے کچھ کر لیا؟ خاص طور پر وہ علماء جو آج بھی علماء قراردادوں، مظاہروں سے آگے نہیں بڑھ رہے، پریس کانفرنسوں اور کانفرنسوں سے آگے نہیں بڑھ رہے، یہ تو طالبات کی قربانی کی برکت ہے کہ حکومت اس قدر جھکی ہے۔

پہلے دن علماء نے مجھے کہا کہ آپ ایک مسجد بھی اس طرح احتجاج کر کے اپنی جگہ پر دوبارہ تعمیر نہیں کرا سکتے۔ میں نے کہا انشاءاللہ حکومت جھکے گی۔ آج ایک مسجد پر جھک گئی یا نہیں؟ کیا وہ کانفرنسوں سے جھکی؟ وہ قراردادوں سے جھکی؟ وہ مظاہروں، مذاکرات سے جھکی؟ نہیں! بلکہ اللہ کے راستے میں نکل کر جہاد کے میدان میں آنے سے جھکی ہے۔ الحمدللہ پہلے بھی اپنے اس طرزِ عمل پر مجھے شرح صدر تھا، اپنی اس محنت پر اطمینان تھا اور اس واقعہ کے بعد مزید شرح صدر ہو چکا ہے۔ رات میں نے ان حضرات سے پوچھا کہ حضرت! آپ نے میرا موقف سنا؟ میری کیسٹیں سنیں؟ کبھی کبھی چھوٹوں کی بات بھی سن لی جاتی ہے کہ شاید وہ ٹھیک کہہ رہا ہو، وہ کہنے لگے کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہم صرف ایک بات کہتے ہیں کہ ہاں یا ناں میں جواب دو۔ میں نے کہا حضرت! میں معذور ہوں، جب آپ میرا موقف ہی سننے کو تیار نہیں ہیں تو میری بات سمجھ کیسے آئے گی؟ اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ حکومت آپ کو فریب دے گی، دھوکا دے گی اور وہ حکومت نے دے دیا۔

ایسی ہی ایک اور مثال ہے کہ شرعی عدالت میں آج سے چند سال پہلے جب ہمارے

حضرت اقدس مفتی تقی عثمانی صاحب جسٹس تھے۔ وہاں شرعی عدالت میں حضرت کے ساتھ اور ججوں نے فیصلہ کرلیا کہ ربٰو احرام ہے، سود کو ختم کیا جائے۔ حکومت نے اپیل کی کہ ہمیں دو تین سال کا وقت دیا جائے۔ میں اس وقت سپریم کورٹ میں موجود تھا تو حضرت نے کہا کہ ایک سال کی مہلت دی جا سکتی ہے کہ جلد سے جلد معاملات طے کر کے ملک سے سود ختم کیا جائے اور یہ ایک سال دھوکے کے لئے مانگا گیا۔ چنانچہ سال گزرنے سے پہلے پہلے حضرت مولانا تقی عثمانی صاحبؒ کو ہٹا دیا گیا۔ ہمیں بتایا جائے کہ حکومت نے اس معاملے میں وعدہ کا پاس کیا؟ اب اگر ہم آج حکومت کی باتوں کا اعتبار کرلیں تو نتیجہ کیا نکلے گا اسی لئے ہم چاہتے ہیں کہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔ قرآن و سنت کا نفاذ ہو، عدالتوں میں قرآن وسنت کا قانون نافذ کیا جائے، ہم رہیں یا نہ رہیں کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ وعدہ کا انکار کر سکے۔ عدالتوں میں جائے گا وہاں سے انصاف ملے گا۔ ہمیں یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ حکومت سخت غصہ میں ہے، کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ساٹھ سالوں سے یہ قوم پوری اور خصوصا گزشتہ پانچ چھ سالوں سے علماء، طلباء، عوام، وکلاء، ڈاکٹر، پولیس سب تنگ ہیں۔ اسلام کی توہین کی جا رہی ہے، مساجد کی توہین کی جا رہی ہے، مجاہدین کا قتل عام کیا گیا۔ پوری قوم غصہ میں ہے، اب اگر حکومت ہم پر اٹیک کرتی ہے تو ملک میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر حکومت کو صرف ایک سرکاری لائبریری کی عمارت پر قبضہ کی شکایت ہے، اس پر غم وغصہ ہے تو ہمیں طالبان کی حکومت ختم ہونے پر غصہ ہے، ہمیں علماء کو شہید کئے جانے پر غم وغصہ ہے، ہمیں میراتھن ریس پر عورتوں کو ننگا نچانے کا غم وغصہ ہے، ہمیں مجاہدین کے اُٹھانے پر غم وغصہ ہیں، ہمیں چھ مساجد شہید کرنے پر غم و غصہ ہے، اب مسجد حمزہ کی شہادت پر غصہ ہے، ہمیں طالبات کے مدارس پر حملہ ہونے کا غصہ ہے، ہمیں پاکستان کے اندر اسلامی نظام کے نہ ہونے پر غم وغصہ ہے، ہمیں حقوق نسواں بل کے اندر غیر شرعی دفعات کے ختم نہ کرنے کا غصہ ہے، ہمیں نصاب سے آیاتِ جہاد ختم کرنے کا غصہ ہے۔ اتنے غم وغصہ جمع ہو چکے ہیں کہ اب اگر حکومت جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ پر حملہ کرے گی تو اللہ کی قسم! ہم اپنی جانیں دے دیں گے پھر تم اپنا حشر بھی دیکھنا کہ تمہارا کیا حال ہوگا۔

ہمارے بزرگ کہتے ہیں کہ ہماری مانیں۔ ماننا تو اس وقت ہوتا ہے جب وہ ہمارے سروں پر ہاتھ رکھیں، ہمارے ساتھ آگے چلیں۔ گزشتہ چودہ پندرہ دنوں سے ہماری طالبات جاگ رہی ہیں، ہم جاگ رہے ہیں اور قربانی دے رہے ہیں۔ چند گھنٹے عوام کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور راتوں کو پہرے پر کھڑے رہتے ہیں۔ یہ بزرگ بھی آتے، ہمارے ساتھ اس احتجاج میں

شریک ہو جاتے، ہمارے شانہ بشانہ چلتے، رات کو پہرے میں شامل ہوتے، اس آواز کو ہماری آواز کے ساتھ بنا دیتے لیکن یہ حضرات ہمارے ساتھ نہیں آئے اور اب تک باہر کھڑے صرف ثالثی کا کردار ادا کر رہے ہیں تو جب کوئی ثالثی کا کردار ادا کر رہا ہو تو اگر ایک فریق مطمئن نہیں ہوتا تو اس کے لئے ماننا ضروری نہیں ہے۔ ہاں! اگر وہ ہمارے ساتھی چلیں، قربانی دینے کا عزم کریں، جان دینے کا عزم کریں، پھر ہم ان کی بات مانیں تو بات ہے لیکن جب وہ کہتے ہیں کہ تمہارا اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ غلط ہے، اس مطالبے کو چھوڑ دو تو میں یہ عرض کرتا ہوں کہ کیا آج ہم لوگ اتنے پست ہو گئے، اتنے خوفزدہ ہو گئے کہ اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتے؟

ہم اپنے اس مطالبے سے ہٹ جائیں، دستبردار ہو جائیں۔ اللہ کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ اس زندگی سے موت بہتر ہے کہ مساجد کے شہید کئے جانے پر تحریک اُٹھی لیکن اسلامی نظام جو کہ اصل منزل ہے، اس کا مطالبہ بھی نہ کر سکیں۔ پتا نہیں ہم اس منزل تک پہنچیں گے یا نہیں؟ لیکن اتنا تو ہے کہ ہم مطالبہ کر رہے ہیں۔ اب اگر ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ مطالبہ بھی چھوڑ دو تو اس سے زیادہ ذلت والی زندگی کیا ہو سکتی ہے؟ ہم یہ ذلت برداشت نہیں کر سکتے۔ اب حکومت کا فیصلہ آ چکا ہے تو آپ بتائیں آپ میرا ساتھ دیں گے؟ آپ جانیں دیں گے؟ پسپا تو نہیں ہوں گے؟ ہمت تو نہیں ہاریں گے؟ ایسی دھمکیں سے ڈریں گے تو نہیں؟ اپنی جانیں دینے کا عزم کرتے ہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے جب ہم جان دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں تو انشاء اللہ وہ بچا کر دکھائے گا، وہ ہمارے ساتھ ہے، وہ ہمارا حامی و ناصر ہے۔

انتہائی معذرت کے ساتھ میں نے یہ باتیں عرض کی ہیں۔ میری باتوں سے میرے بزرگوں کے سامنے اگر کوئی گستاخی ہوئی ہو تو میں معافی چاہتا ہوں۔ بار بار معافی چاہتا ہوں لیکن جو ہمارے ساتھ کیا گیا اور جس طرح ہمیں تنہا چھوڑا گیا اس پر دُکھ تھا۔ چند علماء میں اپنا مؤقف بیان کر دیا اور حکومت سے ہم کہتے ہیں کہ حکومت والو! یاد رکھنا، یاد رکھنا، یاد رکھنا تم ہمیں تنہا سمجھتے ہو، ایسا نہیں ہے۔ یہ پوری قوم ہمارے ساتھ ہو چکی ہے۔ ایک ایک علاقے سے ہزاروں افراد نام بھجوائے ہیں اور اگر تم نے ہم پر حملہ کیا تو اسلام آباد کے اندر وہ لاوا پھٹے گا کہ حکومت کے ایوانوں کو پاش پاش کر کے رکھ دے گا۔ ہمارے مطالبات اٹل ہیں، جو لوگ ہمارے ساتھ ہیں، وہ جینے مرنے کی قسمیں کھا چکے ہیں۔ لہٰذا ہم پر حملہ آور ہونے سے پہلے سو بار سوچ لینا، سوچ لینا۔"

(4 فروری 2007ء)

دینی مدارس کے لئے پیغام

''ہر علاقے کے علمائے کرام کو چاہئے کہ وہ باہم مل کر ایک منظم گروپ تشکیل دیں اور اپنے اس گروپ کے لئے ان مقتدر علماء کرام کی سرپرستی حاصل کریں جو اس تحریک کی حمایت کریں۔ یہ گروپ ہر تھانے کی حدود میں قائم کئے جائیں۔ علمائے کرام سب سے پہلے ایک بیت المال قائم کریں اور عوام الناس کو دعوی دیں کہ وہ اپنے استعمال سے زائد از ضرورت اشیاء گھروں میں جمع کر کے رکھنے کی بجائے اسی بیت المال میں جمع کروادیں تاکہ علاقے کے مستحق اور محتاج افراد تک انہیں پہنچایا جاسکے اور ان کے ساتھ حتی الوسع تعاون کیا جاسکے۔ مگر اس بیت المال کے لئے گھر گھر، دُکان دُکان جا کر قطعاً چندہ نہ کیا جائے، ہر تھانے کی حدود میں ایک دارالصلح قائم کیا جائے، اس دارالصلح میں حضرات علماء کرام اور دیگر معززین علاقہ میں سے منتخب حضرات تشریف فرما ہوں، دارالصلح کے قیام کے بعد تھانوں میں مقدمات لے کر جانے والے لوگوں کو دعوت دی جائے کہ وہ اپنے مسائل غیر اسلامی قوانین کے حوالے کرنے کی بجائے یہاں آکر شریعت کی روشنی میں ہی حل کرانے کی کوشش کریں۔ دارالصلح میں موجود حضرات علماء کرام اور معززین علاقہ باہمی مشاورت سے قرآن وسنت کی روشنی میں ان تنازعات کا حل پیش کریں۔ ہر تھانے کے حدود میں ایک دارالشکایات قائم کیا جائے، اس میں بھی حضرات علماء کرام اور معززین علاقہ شامل ہوں، علاقے کے تمام لوگوں کو مطلع کیا جائے کہ اگر انہیں تھانے سے کوئی شکایت ہو مثلاً پولیس یا کوئی اور ان کے ساتھ ظلم وزیادتی کررہا ہے تو وہ دارالشکایات میں آکر اپنی شکایت درج کرائیں تاکہ اس کے ازالے کی کوشش کی جاسکے۔ اس کے ساتھ ساتھ تھانے والوں کو بھی بتایا جائے آئندہ وہ لوگوں کے ساتھ انصاف کا معاملہ رکھیں اور ظلم وزیادتی سے گریز کریں۔ اگر وہ اس طرزِ عمل کو اپنائیں گے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوگا ورنہ طلبہ کرام ان کے خلاف بھی مناسب کارروائی کریں گے۔ پولیس کو یہ بھی سمجھایا جائے کہ طلباء ان کے مسلمان بھائی ہیں اور علاقے میں امن وانصاف کی فضا قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر پولیس نیک کاموں میں ان کے ساتھ تعاون کرے گی تو وہ اس کے شکر گزار ہوں

گے اور اگر ان کے راستے میں رکاوٹیں ڈالی جائیں گی تو وہ دیگر طریق کار اپنانے پر مجبور ہوں گے۔ پولیس اہلکاروں اور دیگر انتظامی کارندوں کے نام طلباء و طالبات کی طرف سے تحریر کیا گیا خط بھی ان مسلمانوں بھائیوں کو پیش کیا جائے تا کہ انہیں زیادہ عمل کی ترغیب ہو۔ طلباء کرام یہ معمول بنائیں کہ چھٹی کے اوقات میں تیس، چالیس افراد یا کم و بیش کی ایک جماعت بنا کر اپنے مدرسے، اسکول، کالج کے قریب سے گزرنے والی شاہراہوں پر کھڑے ہو جائیں، یہ طلبہ مناسب انداز میں وہاں سے گزرنے والی مسافر گاڑیں کو روکیں اور معلوم کریں کہ ان گاڑیوں میں ٹیپ یا وی سی آر پر فحش گانے یا فلمیں تو نہیں چلائی جا رہیں۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہو تو شائستہ طریقے سے ڈرائیور کو اس سے منع کریں اور اسے سمجھائیں کہ وہ بھی مسلمان ہیں اور مسافر بھی مسلمان ہیں تو پھر کیوں وہ لوگوں کو غلط کام میں مبتلا کر کے خود بھی گناہگار ہو رہا ہے اور عوام کو بھی گناہگار کر رہا ہے؟ ڈرائیور حضرات سے کہا جائے کہ وہ گانے اور فلمیں بند کر دیں اور ان کے بجائے حمد و نعت، تلاوت اور دیگر خوبصورت اور دلچسپ مواد پر مشتمل کیسٹ اور سی ڈیز لائیں جو طلباء کرام فراہم کریں گے۔ مزید ترغیب کے لئے ڈرائیور کو طلباء و طالبات کی طرف سے لکھا گیا ایک ترغیبی خط بھی دیا جائے۔ طلباء کرام اپنے علاقے میں موجود ویڈیو، سی ڈی کی دُکانوں اور ہوٹل والوں پر تیس چالیس افراد کی جماعت جماعت کی صورت میں سروں پر سفید پگڑیاں باندھ کر جائیں۔ ان دُکانوں اور ہوٹل والوں کو سمجھائیں کہ ان کے اس کاروبار کی وجہ سے پورے معاشرے میں بگاڑ اور فساد پیدا ہو رہا ہے، نوجوان کے اخلاق بگڑ رہے ہیں اور ان میں جنسی انارکی پھیل رہی ہے۔ اس ماحول میں پرورش پانے والے نوجوان کثرت سے بے راہ روی کا شکار ہو کر بھیانک جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اپنی مسلمان ماؤں، بہنوں کی عزتیں لوٹ رہے ہیں۔ اس ساری صورتِ حال کی ذمہ داری بنیادی طور پر انہی دُکانداروں پر عائد ہوتی ہے جو قوم تک ایسا گندہ مواد پہنچا رہے ہیں۔ ایسے دُکانداروں اور ہوٹل والوں سے عرض کریں کہ وہ جلد کوشش کریں کہ یہ کاروبار ختم کر دیں کہ اور اس کا متبادل تلاش کریں اور اگر ضرورت ہو تو طلباء بیت المال سے ان کے ساتھ بقدرِ ضرورت تعاون کریں گے اور انہیں طلباء و طالبات کی طرف سے ترغیبی خطوط پیش کئے جائیں۔ طلباء کرام اپنے اپنے علاقے میں اگر ضرورت محسوس کریں تو گروہ بنا کر، ہاتھوں میں لاٹھیاں اور سروں پر پگڑیاں باندھ کر گشت کریں تا کہ ان کے زیر اثر علاقوں سے چوری ڈاکے کا انسداد ہو اور قتل و غارت گری کی روک تھام ہو۔

صحافی حضرات، دُکاندار حضرات اور ڈرائیور بھائیوں کے لئے مسلمان بہنوں کی طرف سے ترغیبی خطوط اور عہد نامے کے عکس اسی شمارے میں پیشِ خدمت ہیں۔ آپ ان کی نقل بھی تیار کروا سکتے ہیں اور براہِ راست مرکز سے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ ان اُمور کے ساتھ ساتھ سب دوست واحباب تہجد، تسبیحات، قرآنِ مجید کی تلاوت، ذکر اور دُعاؤں کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اپنے کمزور بندوں کے شاملِ حال ہو جائے۔"

علمائے کرام سے خصوصی خطاب

''حضرات علماء کرام! آپ اپنا قیمتی وقت لے کر یہاں تشریف لائے۔اللہ تعالیٰ آپ کو قدم قدم پر بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام کے لئے نکلنا دُنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، چھ لاکھ شہداء نے اپنے لہو سے اس کی بنیاد رکھی، صرف اس لئے کہ یہاں اسلام نافذ ہو۔کروڑوں انسان اسی مقصد کی خاطر بے گھر ہوئے۔عورتوں نے اپنے بچے قربان کئے، جوانوں نے اپنا لہو پیش کیا، معصوم بچوں کا لہو بہایا گیا، جوان لڑکیوں کو کنوؤں میں ڈال دیا گیا کہ کہیں ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھ لگ کر اپنی عزتیں نہ گنوا بیٹھیں۔ان قربانیوں کے پیش نظر اگر پہلے دن سے ہی ملک میں اسلام نافذ کر دیا جاتا تو وہ مسائل جنم نہ لیتے جو آج تک ہمارے لئے مشکلات کا باعث بن رہے ہیں۔ محرومیوں کا احساس پیدا نہ ہوتا لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا اور اللہ کے قانون کی بجائے مصنوعی نظاموں کے ذریعے کام چلانے کی کوشش کی گئی۔حالانکہ مصنوعی قوانین اور ضابطوں کی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون اور نظام کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔

اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون نافذ کرنے کا مطالبہ ہم نے آج نہیں کیا بلکہ گزشتہ برسہا برس سے یہی آواز لگائی جارہی ہے۔حضرت والد صاحب کی شہادت کے موقع پر میں نے اسی دن یہ آواز بلند کی تھی کہ میں کسی فردِ واحد کو حضرت والد صاحب کا قاتل نہیں سمجھتا بلکہ اصل قاتل وہ سامراجی نظام ہے جسے اللہ کے قانون کے مقابلے میں یہاں نافذ کر دیا گیا ہے۔لہٰذا اگر میری جنگ ہوگی تو اس نظام کے ساتھ ہوگی۔آج جو دوست یہ الزام دے رہے ہیں کہ میں ایجنسیوں کے ہاتھ میں کھیلنے لگا ہوں، وہ میری سابقہ تقریریں سن لیں، یہ سب تقریریں گواہی دیں گی کہ سامراجی نظام کے خلاف میں اسی دن سے بات کر رہا ہوں، سرکاری لائبریری پر قبضے کا معاملہ تو ابھی شروع ہوا۔جبکہ لال مسجد سے حکومت نے مجھے دو سال پہلے بے دخل کرنے کی کوشش کی لیکن الحمدللہ، اللہ نے ہماری حفاظت فرمائی۔ان تمام مشکل حالات کے باوجود بھی الحمدللہ یہاں سے حق کی آواز بلند

ہوتی رہی اور لال مسجد کے ساتھ ساتھ جامعہ سیدہ حفصہ کا احاطہ سرکاری اہلکاروں کے لئے علاقہ غیر بنا رہا۔

میں ایک بار پھر یہ حقیقت واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے تمام مسائل کی بنیاد اور جڑ یہی غلطی ہے کہ پاکستان میں اسلامی قانون کا نفاذ عمل میں نہیں لایا گیا جس کی وجہ سے ہمارے لئے مسائل ہی مسائل پیدا ہوتے چلے گئے۔ مشرقی پاکستان کا سانحہ پیش آیا، اس کی بنیاد بھی یہی غلطی تھی۔ انہوں نے تشدد کیا، انہوں نے مظاہرے کئے، انہوں نے مزید تشدد کیا، انہوں نے اور مظاہرے کئے، انہوں نے گولیاں چلائیں تب وہ مقابلے پر اُتر آئے۔ حتیٰ کہ ایک دن ایسا آیا جب ہمارا ملک دولخت ہوگیا۔ اگر اس موقع پر بھی ہم سوچ لیتے اور اللہ کا دین یہاں نافذ کر دیتے تو حالات مزید خراب نہ ہوتے۔ سانحہ مشرقی پاکستان کے حوالے سے جو تحقیقات بعد میں منظر عام پر آئیں ان میں بھی اس سانحہ کی بنیادی وجوہات غیر شرعی حرکات کو بتایا گیا۔ چنانچہ یہ تحقیقات مرتب کرنے والے لوگوں نے یہ سفارشات بھی پیش کیں کہ خدا کے واسطے آئندہ کے لئے بے راہ روی کا انسداد کیا جائے اور فوج جیسے ادارے سے فحاشی کا خاتمہ کیا جائے لیکن ان تحقیقات اور سفارشات کو نظر انداز کر کے انہیں بھلا دیا گیا۔ چنانچہ حالات مزید خراب ہوتے چلے گئے اور مزید خوفناک مسائل جنم لینے لگے۔

بلوچستان کا مسئلہ لے لیجئے۔ یہ مسئلہ پہلے حکومتی اداروں میں بھی چلتا رہا لیکن اس حکومت کے دور میں اس مسئلہ میں شدت آگئی۔ بلوچستان کے علاوہ دیگر مسائل بھی زیادہ شدت کے ساتھ اس حکومت کے دور میں اُبھر کر سامنے آئے ہیں۔ مثال کے طور پر علماء کرام کو پہلے بھی شہید کیا جاتا رہا لیکن اس حکومت کے دورِ اقتدار میں پہلے سے کئی زیادہ اور افسوس ناک واقعات پیش آئے لیکن ان تمام حالات میں ہم نے الحمدللہ یہی پیغام پھیلایا کہ ہمیں ان مسائل کا حل تلاش کرنا چاہئے اور ملک میں اسلام کے نفاذ کے لئے جدوجہد شروع کر دینی چاہئے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اس جدوجہد کے دوران ہی جامِ شہادت نوش کر جائیں لیکن ہماری شہادت انشاءاللہ پاکستان میں نفاذِ شریعت کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔

حالات کے مقابلے میں ہم ہمیشہ جلسے جلوسوں اور احتجاجی مظاہروں کا طریقہ کار اختیار کرتے رہے، بلند و بالا تقریریں کرتے رہیں، نعرے لگاتے رہے اور طرح طرح سے غم و غصے کا اظہار کرتے رہے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ آیا اس طرزِ عمل سے حکومت پر کچھ دباؤ بھی پڑا

ہے؟ کیا ہمارے اس طرزِ عمل کی وجہ سے حکومت نفاذِ شریعت کے سلسلہ میں سنجیدگی کے ساتھ سوچنے پر مجبور ہوئی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے تو پھر سوچنا چاہئے کہ آخر اس دوا کا کیا کرنا جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔

اس ملک میں حضرت مولانا حق نواز جھنگوی کو شہید کیا گیا اور اس کے بعد کئی علماء کرام شہید ہوئے۔ یہ تمام سانحات جب بھی پیش آئے میں نے ہمیشہ یہی دعوت سامنے رکھی کہ ہمیں دبنے کے بجائے ڈٹ کر آگے بڑھنا چاہئے اور اس ظالمانہ نظام کے خلاف ہمیں از خود اقدام کرنا چاہئے جس کے تحت اس قدر ستم روا رکھا جا رہا ہے۔ لیکن میں پہلے بھی چھوٹا تھا اب بھی چھوٹا ہوں۔ اس لئے میری ایسی باتوں کو نظر انداز کیا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ جب حضرت مولانا حبیب مختار کو کراچی میں شہید کیا گیا تو جامعہ فرقانیہ راولپنڈی میں علمائے کرام کی ایک مجلس مشاورت ہوئی۔ اس موقع پر بھی جب میں نے یہی بات کہی تو مجھے کہا گیا کہ کوئی کام کی بات کرو، یہ کیا بات ہوئی کہ ہمیں آگے بڑھنا چاہئے؟ یہ تو تم مروانے والی باتیں کرتے ہو۔

ان کے بعد حضرت والد شہید ہوئے تب بھی میں نے یہی بات کہی۔ افغانستان پر حملے ہوئے تب بھی میں نے یہی بات عرض کی۔ عراق کا مسئلہ پیش آیا تب بھی میں نے یہی آواز بلند کی۔ پاکستانی فوجیں جس وقت وزیستان پر حملے کے لئے بڑھتی چلی جا رہی تھیں اور طالبان القاعدہ اور باقی تمام مجاہدین سخت خطرے میں تھے تو اس وقت یہ بحث چل رہی تھی کہ آیا فوج کے خلاف لڑنا جائز بھی ہے یا نہیں۔ ایک طرف یہ کشمکش جاری تھی اور دوسری طرف فوج کی پیش قدمی جاری تھی۔ مسلسل اس طرح کی اطلاعات مل رہی تھیں کہ مجاہدین میں سخت بے چینی پائی جاتی ہے کیونکہ ان کے مقابلے میں پاکستانی فوج آ رہی ہے جس کے اہلکار بھی مسلمان ہیں۔ ان نازک حالات میں الحمدللہ ہم نے کسی بھی ممکنہ مشکل اور پریشانی کو خاطر میں لائے بغیر صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے یہاں لال مسجد سے جہاد کا فتویٰ جاری کیا۔ اس فتویٰ میں کسی بھی دوسرے ادارے نے ہماری معاونت نہیں کی لیکن اس کے باوجود یہ فتویٰ جاری کیا گیا اور پھر جب یہ فتویٰ وزیرستان میں پہنچا تو مجاہدین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ سب نے ہمیں اپنی دُعاؤں سے نوازا اور آج تک نواز رہے ہیں۔ الحمدللہ جس وقت یہ فتویٰ جاری کیا گیا تب کسی دوسرے ادارے نے اس کی حمایت نہیں کی، نہ ہی کسی نے دستخط کئے۔ اب بالفرض اگر ہم انتظار کرتے ہوئے کہتے کہ باقی حضرات کی تائید اور حمایت حاصل کرنے کے بعد فتویٰ جاری کیا جائے تو یقیناً مجاہدین سخت

خطرات سے دوچار ہو جاتے۔ یہاں یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ ابتدائی طور پر طالبان بھی اس حق میں نہیں تھے، فوج کا مقابلہ کیا جائے اور نہ ہی القاعدہ اس کی حامی تھی۔ ان حضرات کا کہنا تھا کہ پاکستانی فوج کے خلاف لڑنا مشکل ہو جائے گا لیکن ان سب باتوں کے باوجود میں نے الحمد للہ شرح صدر، استخارہ اور مشورہ کے بعد یہ فتویٰ جاری کر دیا اور بہت جلد اس کے مثبت نتائج سامنے آئے۔ مجاہدین اس فتویٰ کے بعد فوج کے سامنے ڈٹ گئے۔ جم کر مقابلہ کیا اور خوب کامیابیاں حاصل کیں۔ اب یہ سب حضرات اس فتویٰ کو سراہتے ہیں اور ہمیں دعائیں دیتے ہیں۔

ایسی کاوشوں کے نتیجے میں حالات ہم پر ہمیشہ سخت آتے رہے۔ حکومتی اداروں کی طرف سے مسلسل دھمکیاں، گرفتاریوں کے لئے پے در پے چھاپے اور مختلف طریقوں سے تنگ کرتے رہے۔ ان حالات نے ہمیں خوف کے میدان میں رہنے کا عادی بنا دیا ہے۔

آج جو صورتِ حال درپیش ہے آپ حضرات اس سلسلے میں پریشان ہیں لیکن یقین جانیے ہمارے ہاں کوئی پریشانی نہیں۔ ہماری خواتین بھی الحمد للہ بالکل خوفزدہ نہیں۔ کیونکہ وہ بھی خوف کے میدان میں وقت گزارنے کی عادی ہو چکی ہیں۔ چنانچہ آج بھی ڈٹی ہوئی ہیں بلکہ وہ تو مجھ سے یہ کہتی ہیں کہ پولیس کیوں نہیں آتی؟ ہمیں تو اس سے مقابلہ کر کے بڑا مزہ آتا ہے۔ سبحان اللہ! ہم لوگ تو گھبرا رہے ہیں اور وہ بچیاں جو لائبریری پر قبضہ کر کے اس کے اندر بیٹھی ہوئی ہیں وہ انتظار کر رہی ہیں کہ پولیس اور فورسز آئیں گے کب؟ نہ صرف مدرسے کی طالبات بلکہ باہر سے بھی بہت ساری بچیاں یہاں مدرسے میں آ کر ٹھہری ہوئی ہیں۔ کراچی اور دیگر دور دراز کے علاقوں سے فون آ رہے ہیں کہ ہماری بچیاں یہاں آ کر داخلہ لینا چاہتی ہیں لیکن ہم نے ان سے کہا ہے کہ ہمارے ہاں پہلے ہی بڑی تعداد موجود ہے، دورہ حدیث میں ساڑھے پانچ سو طالبات ہیں اور درجہ عالیہ میں سات سو طالبات زیرِ تعلیم ہیں۔ مجھے تو یہ سب کچھ دیکھ کر رشک آنے لگتا ہے۔

میں سوچتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بسا اوقات اپنی کمزور مخلوق سے بھی ایسے بڑے بڑے کام لے لیتا ہے کہ دنیا والے دنگ رہ جاتے ہیں۔ دیکھیے میدانِ بدر میں ابوجہل اسلام کے مقابلے کے لئے آیا تو اس کا سامنا کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ جیسے قوی اور دیگر بہادر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دو کمسن بچوں معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں قتل کروایا۔ ابرہہ کا لشکر کعبہ پر حملہ کے لئے آیا۔ اللہ تعالیٰ چاہتے تو اس کو تباہ و برباد کرنے کے لئے فرشتوں کو بھیج سکتے تھے لیکن ان کے بجائے چھوٹے

چھوٹے ابابیل کو بھیجا جنہوں نے ابرہہ کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ نمرود خدائی کا دعویدار تھا۔ اللہ چاہتے تو اسے اپنے فرشتوں کے ذریعے قتل کروا دیتے لیکن ایک حقیر سے مچھر کے ذریعے اس کی طاقت کو پاش پاش کر دیا۔ روم اور فارس اپنے وقت کی سب سے بڑی طاقتیں تھیں لیکن اللہ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے ان طاقتوں کا غرور خاک میں ملایا جن کے پاس تلواریں بھی صحیح سلامت نہ تھیں۔ سوویت یونین اپنے وقت کا سپر پاور تھا، اس کے مقابلے میں وہ مجاہدین اُٹھے جن کے پاس ڈھنگ کا اسلحہ بھی نہ تھا اور ان کمزور مجاہدین نے اس سپر پاور کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ افغان مجاہد کی پشت پناہی امریکہ کر رہا تھا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم امریکہ کو طاقتور سمجھتے ہیں لیکن اللہ کی طاقت کو نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اللہ کی طاقت تو سب سے عظیم طاقت ہے، باقی تو سب مکڑی کے جالے ہیں۔ پھر امریکہ سامنے آیا، امریکی طاقت دیکھ کر لوگوں میں مایوسی پھیل گئی۔ سب یہ کہنے لگے کہ بس اب جہاد کا خاتمہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ ایک بہت بڑے عالم سے میں نے ان دنوں جہاد کی بات کی تو انہوں نے فرمایا کہ اب چھوڑو جہاد، کوئی اور بات کرو۔ آج کل کیسے ہو سکتا ہے جہاد؟ مایوسی کی اس فضا میں الحمدللہ ہمارے ہاں جہاد کی باتیں ہوتی رہیں۔ میں ہر جمعے میں پورے تسلسل کے ساتھ جہاد بیان کرتا رہا۔ یہ سوچ کر کہ اس وقت جہاد سب سے مظلوم شعبہ ہے۔ لہٰذا اسے زندہ رکھنے کے لئے سب سے زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔ چنانچہ یہاں جہادی اجتماعات بھی ہوئے، مجاہدین کے لئے خدمات پیش کی گئیں اور یہ سب کچھ ان حالات میں ہوا جب ہمارے آس پاس خوف و ہراس کے سائے منڈلا رہے تھے۔ دو مرتبہ مدرسے پر حملہ ہوا۔ بچیوں نے مقابلہ کیا اور زخمی ہوئیں لیکن اس کے باوجود ان کا حوصلہ بلند رہا ہے اور اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ جس سے کام لینا چاہتا ہے اس کے حوصلے بلند کر دیتا ہے۔

آج ہم لوگوں نے امریکہ کو طاقتور سمجھ لیا، بش کو خدا مان لیا۔ حالانکہ امریکہ تو مٹتا چلا جا رہا ہے۔ چند مجاہدین نے ایسے عالم میں جب لوگ کہتے تھے کہ زمینی حقائق امریکہ کے غلبے کا پتا دے رہے ہیں، ان مجاہدین نے آسمانی حقائق پر بھروسہ کر کے امریکہ کا راستہ روک رکھا ہے۔ ہمیں بھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس کیا ہے کہ آپ باطل کا للکار رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ اللہ کے نبیوں کے پاس کیا طاقت تھی کہ انہوں نے فرعون اور نمرود جیسے طاقتور حکمرانوں کو للکارا؟ ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پاس افرادی طاقت نہیں ہے لڑو گے کیسے؟ میں نے عرض کیا کہ دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تن تنہا چلے جا رہے ہیں، کوئی ساتھ نہیں ہے۔ اسی حالت میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام بت خانے میں پہنچے ہیں، ہاتھ میں کلہاڑا ہے، سب سے بڑے بت پر حملہ آور ہو جاتے ہیں اور یہ بھی نہیں سوچا کہ قوم کیا کہے گی؟ روشن خیال کیا کہیں گے اور نہ ہی خیال آیا کہ کہیں یہ غیر شرعی مسئلہ نہ بن جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ آگ میں جلا دیں گے۔ ہم سے بھی یونہی کہا گیا۔ پہلے دن ہمیں پیغام دیا گیا کہ آپ لوگوں کے پاس صرف دس منٹ ہیں، ہماری فورسز تیار ہیں، ہمیں کمزور مت سمجھو، فوراً لائبریری خالی کر دو۔ میں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! یہ بچیاں پہلے بھی دو مرتبہ تمہاری فورسز کو شکست دے چکی ہیں اور اب تو یہاں الحمدللہ ان کے مجاہد بھائی بھی آ کر پہرہ دے رہے ہیں۔ ایک بار پھر اپنی فورسز کو لے آؤ، ہم تو ویسے بھی مرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا خون گرے اور ہمارے ہزاروں شاگرد اور پھر ان کے لاکھوں شاگرد اور باقی اُمت مسلمہ بیدار ہو جائے تو یقیناً ہمارا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ یہ ساری صورتِ حال ان لوگوں کو بھی نظر آ رہی تھی۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ جانوں پر کھیل جانے کے بعد جو تیار بیٹھے ہیں ان سے مقابلہ آسان نہیں۔ اسی لئے ان کو ہمت نہ ہوئی اور پھر لاکھوں مسلمانوں کی دُعائیں ہمارے ساتھ تھیں۔ ملک بھر میں بلکہ بیرونِ ملک بھی ہمارے لئے دُعائیں ہو رہی تھیں۔ پھر ہمیں کہا گیا کہ ہم اپنی فورسز پیچھے کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ کوئی احسان نہیں، اگر چاہو تو دوبارہ آگے لے آؤ۔ ہم تمہاری فورسز سے نہیں ڈرتے۔ پھر ایک رات وہ فورسز لے بھی آئے مگر اللہ جزائے خیر دے یہاں کے مسلمانوں کو کہ جب رات ایک بجے مسجد کے سپیکروں پر حی علی الجہاد کی آواز لگی تو چند لمحوں میں سارا محلہ یہاں مسجد میں آ پہنچا۔ ایسے ایسے لوگ جو خود دل کے مریض ہیں، یہاں مسجد کی حفاظت کے لئے آ گئے۔ دوسری مرتبہ فورسز نے حملے کا منصوبہ بنایا تو ہمارے ٹیلی فون کاٹ دیئے گئے، پانی بند کر دیا گیا، ہمیں اس سے پہلے ہی ایک پولیس افسر یہ خبر دے چکا تھا کہ آج حملے کا منصوبہ پکا ہے۔ چنانچہ جونہی آثار نظر آئے مسجد کے سپیکروں سے حی علی الجہاد کی صدائیں بلند ہوئیں تو سارا محلہ مسجد کے گرد آ پہنچا۔ نہ صرف اسلام آباد بلکہ بہارہ کہو اور راولپنڈی کے دور دراز علاقوں سے غیرت مند مسلمان بھیں پیدل قافلوں کی صورت میں چل پڑیں اور ہاتھوں میں ڈنڈے اُٹھائے رات کو ہی پہنچنا شروع ہو گئیں۔ ان باحوصلہ مسلمانوں کی ہمت اور جرأت نے رینجرز کا حملہ پسپا کر کے ان کا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔

اس صورتِ حال میں آخر مایوس ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ہم ذرا حوصلہ تو کریں،

قوم ہمیں کبھی مایوس نہیں کرے گی۔ مایوس ہم خود ہو جاتے ہیں اگر ہم مایوسیوں کو جگہ نہ دیں اور اللہ کے راستے میں نکلیں تو آپ دیکھیں گے یہ قوم ہم سے زیادہ دین چاہتی ہے۔ یہ ہم سے زیادہ ملک میں اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے تڑپ رکھتے ہیں لیکن ہم خود ہی ہمت نہیں کرتے کیونکہ خود آرام اور راحت میں ہیں، ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو سرِ عام کوئی رُسوا کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا لیکن غریب عوام تو اس ظالمانہ نظام اور ستم گری کے سامنے بے بس ہیں۔ عزتیں لٹتی ہیں تو انہیں غریب عوام کی۔ ہمارے سامنے اس حوالے سے ایسے ایسے افسوس ناک واقعات پیش آتے ہیں کہ ان کا برسرِ عام تذکرہ نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں لال مسجد کے دارالافتاء میں کچھ عرصہ پہلے ایک بچی کا فون آتا تھا۔ وہ فون پر بات کرتے ہوئے مسلسل روتے ہوئے کہتی تھی کہ میں خودکشی کرنا چاہتی ہوں۔ مفتی حضرات کہتے کہ خودکشی جائز نہیں مگر وہ اصرار کرتی تھی۔ بالآخر اس سے پوچھا گیا کہ تم ایسا کیوں کرنا چاہتی ہو؟ تب اس نے بتایا کہ میرے والد نے مجھے زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ وہ بڑا سنگدل انسان ہے۔ مجھ سے کہتا ہے کہ میرے ساتھ غلط کام کرو۔ پھر ہمارا رابطہ اس لڑکی کی والدہ سے ہوا۔ اس نے تصدیق کی کہ واقعی اس کا والد ایک ایسا غلط انسان ہے۔ والدہ نے بتایا کہ یہ بچی نمازی اور تہجد گزار ہے لیکن اس کا باپ بڑا کمینہ انسان ہے۔ ٹی وی کے محکمے میں بہت بڑا افسر ہے مگر انتہائی ذلیل شخص ہے۔ اپنی بیٹی کے ساتھ غلط کام کرنا چاہتا ہے۔ اس کی بچی کی ماں نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ یہ شخص بچی کو کھانا کھانے کے لئے بھی نہیں کھولتا، کہتا ہے کہ یہ باپ کی باغی کتیا ہے۔ لہٰذا اسے زمین پر کھانا ڈال دو یہ منہ سے کھائے۔ یہ صورتِ حال جان کر ہمیں سخت صدمہ ہوا۔ چنانچہ میں نے انتظامیہ اور پولیس کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا۔ ان سے درخواست کی کہ اس مظلوم بچی کی دادرسی کی جائے لیکن ہر طرف خاموشی ہی خاموشی تھی۔ ہم سے کہا گیا کہ بغیر کسی جواز کے ہم کسی کے گھر پر کیسے چھاپہ مار سکتے ہیں۔ میں نے ان سرکاری افسران سے کہا کہ آپ لوگ بے گناہوں کے گھروں میں تو کود سکتے ہیں، ہمارے گھروں میں بلا جواز گھس سکتے ہیں، بچیوں کے مدرسے پر حملہ کر سکتے ہیں لیکن ایک دُکھی اور مجبور کی دادرسی کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ اس کے باوجود جب کچھ نہ ہوا تو ہم نے ایک شخص کو اس بچی کے بتائے ہوئے پتے پر روانہ کیا۔ اس شخص نے اس کے حالات کی سن گن لی اور گھر کا پتہ وغیرہ بھی اچھی طرح سمجھ لیا۔ پھر اس نے آ کر ہمیں سب کچھ بتا دیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے ساتھ اپنی اہلیہ اور چار برقع پوش طالبات کو لیا۔ ہم سب اس بچی کے گھر پہنچے جو راولپنڈی

صادق آباد کے علاقے میں تھا۔ میں نے باقی سب سے کہہ دیا تھا کہ جیسے ہی گھر کا دروازہ کھلے آپ سب لوگ فوراً اندر چلی جانا۔ بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، اس بچی کے باپ نے فوراً خود دروازہ کھولا۔ خواتین فوراً اندر چلی گئی اور پہلے سے حاصل شدہ معلومات کے مطابق ہماری خواتین فوراً اوپر کی منزل پر پہنچ گئیں۔ وہاں وہ بچی ایک چارپائی کے نیچے رسیوں میں جکڑی بندھی پڑی تھی۔ خواتین نے اسے کھول دیا۔ اس کا باپ یہ صورتِ حال دیکھ کر طیش میں آ گیا اور کہنے لگا کہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ میں نے اس سے کہا کہ بھئی ہم تو اس انتظار میں ہیں کہ کب اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں۔ لہٰذا قتل کی دھمکیاں مت دو۔ یہ بتاؤ تم نے اس بیچاری پر یہ ظلم کیوں ڈھا رکھا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میری بیٹی ہے میں اس کے ساتھ جو چاہوں کروں۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں! شریعت اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ باپ بے غیرت اور دیوث بن کر اپنی ہی بیٹی کی عزت لوٹنے لگے۔ ایسی صورتِ حال میں ہمیں حکم ہے کہ ایسے کمینے انسان کے سامنے ڈٹ جائیں اور اسے ایسی کمینگی سے باز رکھیں۔ پھر جب میں نے اس سے کہا کہ بچی کو کھول دو تو اس نے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ میں نہیں کھولتا۔ ہم نے اس کے سامنے بچی سے پوچھا کہ تم کیا چاہتی ہو؟ اس نے کہا کہ آپ کے ساتھ جانا چاہتی ہوں اور مدرسے میں پڑھنا چاہتی ہوں۔ یہ سن کر باپ کو اور بھی غصہ آ گیا۔ اس نے بیٹی کو انتہائی فحش گالیاں دینی شروع کریں۔ میں نے اس شخص کا گریبان پکڑ لیا اور جھنجوڑ کر کہا کہ بچی سے کیا کہتے ہو، مجھ سے بات کرو۔ بہرحال قصہ طویل ہے مختصر یہ کہ ہم نے الحمدللہ اس بچی کو ظالم باپ سے پنجہ ستم سے آزاد کروا لیا اور یہاں لا کر مدرسہ میں داخل کر دیا۔

ایسا ہی ایک اور واقعہ پیش آیا۔ ہمارے مدرسے کی حافظہ قرآن بچی جمعرات کی چھٹی پر اپنے گھر گئی۔ واپس آئی تو پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اسے چپ کرانے کی بہت کوشش کی گئی لیکن قرار نہیں آ رہا تھا۔ بالآخر جب میری اہلیہ نے پوچھا تو پتہ چلا کہ جب وہ گھر گئی تو والد وغیرہ سب باہر گئے ہوئے تھے۔ گھر میں صرف سگا ماموں موجود تھا، اس نے اس بیچاری کو باندھ کر اس کی عزت لوٹ لی۔

یہ صرف دو واقعے میں نے عرض کر دیئے ورنہ ایسے بے شمار واقعات ہیں جو ہر روز پیش آتے ہیں۔ بہنوں کی عزتیں لٹ رہی ہیں، بیٹیوں کی عصمتیں تارتار ہو رہی ہیں، دین لٹ رہا ہے، مساجد شہید کی جا رہی ہیں۔ اب اگر ان حالات میں بھی ہم اپنی جانوں کو بچانے کی فکر میں لگے

رہے تو قیامت کے دن اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ اب یہ ضروری ہو چکا ہے کہ ہم وقت کی نزاکت کو سمجھیں۔ حالات کے تقاضے جاننے کی کوشش کریں۔ ہم سے بہت تاخیر ہو چکی ہے، ہمیں تو بہت پہلے ہی اللہ کے دین کو نافذ کرنے کے لئے کھڑا ہو جانا چاہئے تھا۔ ہم یہی کہتے رہے کہ ہم مکی دور گزار رہے ہیں، حالانکہ مکی دور تو صرف تیرہ سال کا تھا جبکہ ہم ساٹھ سال یونہی گزار بیٹھے۔

ہم نے اپنے گاؤں میں جب ڈاکوؤں کا راج ختم کرنے کی کوشش کی تو سب لوگ ہمارے مخالف ہو گئے۔ کئی مقامات سے فتوے حاصل کر لئے گئے کہ ڈاکوؤں کو قتل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایک حکومت کے اندر رہتے ہوئے قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیا جا سکتا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہاں قانون ہے ہی کہاں؟ ظلم و ستم ہے، اندھیر نگری ہے، ڈاکوؤں کا راج ہے، وہ جب چاہتے ہیں جسے چاہتے ہیں اُٹھا کر لے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ بچوں والی ماؤں کو اغواء کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ پولیس کی بھاری نفری کئی بار ان سے مقابلہ کر کے پسپا ہو چکی تھی۔ کسی سپاہی میں ہمت نہ تھی کہ وہ اس علاقے میں قدم رکھے۔ ان حالات میں ہم نے پہلے ڈاکوؤں کو بہت سمجھایا لیکن وہ باز نہ آئے۔ تب ہم نے ان کے قتل کا فیصلہ کر لیا اور پھر صرف دو ڈاکوؤں کے قتل کے بعد پورے علاقے میں مثالی امن قائم ہو گیا۔

مساجد گرنا شروع ہوئیں تو ہم نے کانفرنسیں کیں، قراردادیں پیش کیں، مظاہرے کئے لیکن ان سب کاموں کا کیا اثر ہوا۔ ہر مسجد کی شہادت پر ہم یونہی کرتے رہے۔ افغانستان پر حملہ ہوا ہم نے مظاہرے کئے، احتجاج کیا اور قراردادیں پیش کیں۔ عراق پر حملہ ہوا تب بھی ہم نے یہی کیا۔ سودی نظام کے خاتمے کے لئے بھی یہی طرزِ عمل اختیار کیا گیا۔ حقوقِ نسواں بل کا معاملہ پیش آیا، اس موقع پر بھی ہم نے یہی احتجاجی مظاہرے، کانفرنسیں کیں اور قراردادیں پاس کر لیں لیکن ان سب طریقوں سے کچھ نہیں بن پایا اور جب سارے طریقے ناکام ہو جائیں تب انسان انتہائی قدم اُٹھانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ اب ایسا قدم اُٹھا لیں۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ صلح حدیبیہ والا طرزِ عمل اپناؤ لیکن یہ بھلا دیا جاتا ہے کہ حدیبیہ سے پہلے بدر و احد کے معرکے بھی تو گزرے۔ ان معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک لہو گرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ غزوۂ خندق کو دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود میدانِ جنگ میں موجود ہیں، پیٹ پر پاندھے مبارک ہاتھوں سے خندق کھود رہے ہیں، سخت سردی، پہرہ دے رہے ہیں۔

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان میدانوں میں نکلے۔آیئے! ہم بھی نکلنے کا ارادہ کرلیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے جہاد نہیں کیا اور نہ ہی اس کے دل میں جہاد کا خیال گزرا تو وہ نفاق کے ایک شعبے پر مرا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی شخص برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے۔اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو دل سے اور یہ سب سے زیادہ ضعیف ایمان ہے۔''

یہ حدیث شریف کی بیان فرمودہ ترتیب ہے۔اگر آپ کو اس پر یقین نہیں تو نہ سہی۔کم از کم اپنی تربیت کے مطابق ہی نکلئے تو سہی۔برائی کو روکنے کا کوئی نہ کوئی بندوبست تو کیجئے۔

ہمیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہم نے لائبریری پر قبضہ کر کے غیر شرعی طریقہ اختیار کیا ہے۔میں عرض کرتا ہوں کہ اگر وانا، وزیرستان میں مجاہدین کا سرکاری عمارتوں پر مستقل قبضہ غیر شرعی نہیں ہے تو ہمارے اس عارضی قبضے کو غیر شرعی کیوں قرار دیا جارہا ہے؟ اور پھر قرآنِ مجید میں مستقل ارشاد ہے:

''تم ان کے ساتھ تعدی کرو، جتنی انہوں نے کی۔''

اس ارشاد کے پیشِ نظر جب اللہ کی عظمت کے سات نشان گرے۔سات مساجد شہید کی گئیں تو ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ان لوگوں کی عظمت کے بھی سات نشان گرادیئے جاتے۔لیکن ہم اتنا نہیں کرسکے۔صرف ایک لائبریری پر قبضہ کرلیا تو اسے بھی غیر شرعی قرار دیا جارہا ہے۔دین کے دُشمن تو اس قدر زیادتی کریں کہ اللہ کے پسندیدہ مقامات تباہ و برباد کریں اور پھر انہیں دوبارہ تعمیر کرنے کے لئے ذرا سی سنجیدگی کا مظاہرہ بھی نہ کریں اور ہم سے یہ کہا جائے کہ لائبریری کو چھوڑ دو۔اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوگا اب تک جو ہوا بہت ہو چکا۔اب مزید برداشت نہیں کیا جائے گا۔ الحمدللہ ہم اللہ کی مدد اور نصرت اُترتے دیکھ رہے ہیں۔انتظامیہ کی طرف سے ہمیں پہلے دن سے دھمکیاں دی جارہی ہیں، حملے سے ڈرایا جارہا ہے۔لیکن اب انہیں ہمت نہیں ہوسکی، فوج حملہ میں حصہ لینے سے انکار کرچکی ہے، فضائیہ نے فضائی حملہ کرنے سے انکار کردیا ہے۔پولیس کو حملے کے لئے لایا گیا تو اس نے بھی مسجد اور مدرسے پر حملے سے انکار کردیا۔ہمیں خود بعض افسران نے بتایا کہ لال مسجد اور جامعہ سیدہ حفصہ کے خلاف کارروائی کے معاملے پر خود سرکاری حلقوں میں

اختلاف اور پھوٹ پڑ چکی ہے۔ یہ سب کچھ محض اللہ کا فضل اور آپ کی دُعاؤں کا نتیجہ ہے۔ پوری قوم اپنی غیرت مند اور بہادر بیٹیوں کی کامیابی کے لئے دُعا گو ہے۔ راتوں کو جاگ جاگ کر دُعائیں ہو رہی ہیں، تلاوت کی جا رہی ہے، درود شریف پڑھا جا رہا ہے۔ میری ایک قریبی عزیزہ ہیں، انتہائی ضعیف، ان کے بارے میں پتا چلا کہ جب سے یہ معاملہ شروع ہوا ہے وہ رات کے صرف ایک چوتھائی حصے میں سوتی ہیں اور باقی ساری رات عبادت میں گزار دیتی ہیں۔ مکہ اور مدینہ میں دُعاؤں کا اہتمام ہو رہا ہے۔ وہ بزرگ جو ہمارے ساتھ اختلاف رائے فرما رہے ہیں وہ بھی ہمیں اپنی دُعاؤں سے نواز رہے ہیں۔ ایک بزرگ تشریف لائے فرمایا کہ آپ لوگوں کے لئے دو کروڑ مرتبہ درود شریف پڑھوا چکا ہوں، اب تو بس کیجئے۔ میں نے عرض کی حضرت! یہ تو مبارک سلسلہ ہے اسے جاری رہنا چاہئے۔ آپ کی دُعاؤں سے ہمارے حوصلے مزید بلند ہوتے ہیں۔ اب ہم مزید آگے بڑھیں گے انشاء اللہ اور آپ حضرات کی مزید دُعائیں حاصل کریں گے۔

بعض مخلص دوستوں نے کہا کہ ایسا نہ کرو ورنہ تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ میں نے عرض کی کہ زندگی موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ نے زندہ رکھنا چاہا تو کوئی مار نہیں سکتا اور اگر اللہ نے مارنا چاہا تو کوئی بھی بچا نہیں سکتا۔ کچھ حضرات نے فرمایا کہ یوں کرنے سے مشکلات اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ میں نے عرض کی کہ جو مصیبت قسمت میں لکھی ہے اسے ٹالا نہیں جا سکتا اور جو نہیں لکھی وہ کوئی مسلط نہیں کر سکتا، پھر ڈرنا کیسا؟

الحمدللہ ہماری چند غیرت مند بہنوں نے قربانی دی تو پورے ملک میں فضا بدلنا شروع ہو گئی ہے۔ ہر طرف بیداری کی لہر دوڑ گئی ہے۔ مختلف علاقوں سے خبریں مل رہی ہیں کہ ویڈیو، سی ڈی کی دُکانیں بند کرائی جا رہی ہیں، ہوٹلوں پر وی سی آر کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ جو نوجوان یہ مشن لے کر اُٹھ کھڑے ہیں ہم نے ان سے کہا ہے کہ وہ پیار و محبت کے ساتھ کام کریں، باقاعدہ جماعتیں تشکیل دے کر دُکانداروں، پولیس اہلکاروں، ہوٹل مالکان اور ڈرائیوروں کے پاس جائیں، انہیں اپنا مؤقف سمجھائیں اور اس کے اسلامی نفاذ کی جدوجہد میں شریک ہونے کی دعوت کریں۔ یہ نوجوان ان لوگوں کو سمجھا رہے ہیں کہ گانے بجانے اور فحاشی پھیلانے سے آپ کو کیا ملے گا؟ بلکہ اُلٹا آپ کی پکڑ ہو گی اور آپ مذہب کے ساتھ ساتھ ملک و قوم کے بھی مجرم قرار پائیں گے۔ الحمدللہ یہ لہجہ ان لوگوں کی سمجھ میں آنے لگا ہے اور بہت سے لوگ ہماری دعوت پر لبیک کہہ رہے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ جب ہم خود خوف کے میدانوں میں اُتر کر قوم کو پکاریں گے تو قوم ضرور ہمارا ساتھ دے

گی۔ آج اگر ہماری طالبات یہ لائبریری چھوڑ دیں، ہم پسپائی اختیار کر لیں اور پھر گھروں میں آرام سے بیٹھ کر قوم کو نفاذِ اسلام کے لئے پکاریں تو کیا کوئی ہماری دعوت پر لبیک کہنے کو تیار ہو گا؟

ایک اور اعتراض کا جواب بھی عرض کر دوں۔ ہم سے کہا جا رہا ہے کہ طالبات کی کیسٹیں اور سی ڈیز کیوں تیار کی گئیں؟

میں نے عرض کی کہ یہ مسلمان بہنوں کی پکار ہے جو ہم مسلمانوں تک پہنچا رہے ہیں کہ شاید اسے سن کر مسلمان جاگ اُٹھیں۔ بالکل اسی طرح جیسے حجاج بن یوسف جیسے ظالم حکمران نے ایک مظلوم مسلمان بہن کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے محمد بن قاسم کو فوجیں دے کر سندھ پر لشکر کشی کا حکم دیا تھا اور جس طرح خلیفہ معتصم ایک مسلمان بہن کا پیغام سن کر لشکر جرار کے ساتھ روم پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ ہمیں بھی اُمید ہے کہ بہنوں کی یہ پکار قوم تک پہنچے گی تو وہ ضرور اس پر لبیک کہے گی۔ مدارس کے طلبہ ہوں یا سکول کالجز کے نوجوان، علماء کرام ہوں یا سرکاری افسران، تاجر ہوں یا ملازمین سبھی اس دعوت کو قبول کریں گے، خود ہمیں بعض افسران نے بتایا کہ طالبات کا پیغام سن کر ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ ان لوگوں نے یہی پیغامات سن کر عہد کر لیا ہے کہ اگر انہیں مدرسے یا مسجد کے خلاف کارروائی کا حکم ملا تو وہ استعفیٰ دے دیں گے لیکن ایسے آپریشن میں ہرگز شریک نہیں ہوں گے۔

اس سلسلہ میں عہد نبوت اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ بھی ہمارے سامنے رہنا چاہیے۔ کیا اس زمانے میں جنگوں کے دوران خواتین اسلام میدانِ جنگ میں نہ نکلتی تھیں؟ کیا عورتیں خیموں کی لکڑیاں اُٹھا کر کافروں کا مقابلہ نہیں کرتی تھیں؟ کیا عورتیں جنگی زخمیوں کی مرہم پٹی نہ کرتی تھیں؟ اگر یہ سب کچھ ہوتا تھا تو پھر آج اس پر اعتراض کیوں کیا جا رہا ہے؟

دیکھیے! آج صرف پانچ ہزار نوجوان یہاں ڈٹ کر کھڑے ہوئے ہیں تو حکومت ان کے سامنے مجبور و بے بس نظر آ رہی ہے۔ اگر یہاں پانچ لاکھ افراد اسی مقدس مقصد کی خاطر جمع ہو جائیں تو کیا اس کا کوئی اثر نہ ہو گا؟

ہم تو الحمدللہ عزم کر چکے ہیں کہ انشاء اللہ جانیں دے دیں گے لیکن پسپا نہیں ہوں گے۔ کوئی ساتھ دیتا ہے تو جزاک اللہ! نہیں دیتا تو قیامت کے دن کے لئے اپنا جواب خود ہی تیار کر لے۔ کوئی ہمیں ایجنسیوں کا ایجنٹ قرار دے یا کوئی طعنہ، ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمارے اس اقدام سے مساجد کی شہادتوں کا سلسلہ رُکا ہے بڑھا نہیں۔ اب کسی میں ہمت ہے تو

اللہ کے گھر گرا کے دکھائے۔ ورنہ اس سے پہلے یہی لوگ تھے جو مسجدوں کو شہید کرنے پر تلے بیٹھے تھے۔ ایک مسجد کو شہید کرنے کا فیصلہ تو ایک عالم نے سرکاری افسر سے کہا کہ شریعت اس اقدام کی اجازت نہیں دیتی۔ اس نے برملا جواب دیا کہ مولوی صاحب! ہم قرآن اور شریعت کو نہیں جانتے۔ یہ تو اوپر کا حکم ہے اس پر عمل ہو کر رہے گا۔

حکومت نے اس سلسلے میں جو علماء اور سرکاری افسران پر مشتمل کمیٹیاں بنانے کا اعلان کیا ہے وہ بھی دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔ میں نے ان کمیٹیوں کے اعلان کے بعد یہاں آنے والے ایک اعلیٰ افسر سے پوچھا کہ اگر کمیٹی مسجد کی شہادت کی مخالفت کرے اور اُوپر سے حکم آجائے تو آپ کیا کریں گے؟ وہ کہنے لگا ہم اُوپر کی بات مانیں گے اور مسجد گرادیں گے (نعوذ باللہ)۔ میں نے کہا تو پھر ان کمیٹیوں کا فائدہ؟

ہم ایسے کام کیوں کریں جو محض ان لوگوں کے جھوٹے وعدوں پر موقوف ہوں؟ پرویز مشرف کے وعدوں کا تو یہ حال ہے کہ اس نے متحدہ مجلس عمل سے وردی اُتارنے کا وعدہ کیا تھا اور آج تک اس پر عمل پیرا نہیں ہوا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ مومن ایک سوراخ سے دومرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا۔ ہم اپنے بزرگوں کے نافرمان ہیں اور نہ ہی ان کی گستاخی کرنے کا سوچ سکتے ہیں لیکن جو شخص تجربات سے گزر چکا ہو، جو ان سرکاری لوگوں کے قریب تر رہا ہو وہ ان کی چالوں، جھوٹے وعدوں اور فریب کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔ ہماری ساری کی ساری زندگی انہی کے گردو پیش گزر گئی۔ ہم نے ان کے فریب کاریوں کا بارہا مشاہدہ کیا ہے۔ والد صاحب کی گرفتاریوں کو دیکھا، انہیں اغواء ہوتے دیکھا، انہیں مصائب جھیلتے دیکھا اور پھر آخر کار شہادت نوش فرماتے دیکھا۔ والد صاحب کے بعد بھی امتحانات کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ مقدمات قائم ہوئے، دھمکیاں ملیں، لالچ دیئے گئے، مناصب کی پیش کش ہوئی۔ ان سب تجربات نے ہمیں بہت کچھ سمجھا دیا ہے۔ اسی لئے میں نے حضرات علماء کرام سے عرض کی کہ میں اپنے آپ کو آپ کے قدموں کی خاک برابر نہیں سمجھتا۔ مجھے آپ پر سو فیصد اعتماد ہے لیکن جن لوگوں کے پاس تشریف لے جا کر آپ معاہدے کر رہے ہیں ان پر ہمیں سو فیصد عدم اعتماد ہے۔ وہ لوگ آپ کو بھی دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ کو ڈراؤنے خواب دکھا کر دھمکانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہم اس سلسلہ میں آپ حضرات کی رائے تسلیم کرنے سے قاصر ہیں۔"

(24 فروری 2007ء)

عظمتِ جہاد کانفرنس سے خطاب

"میرے مسلمان بھائیو! مجاہد ساتھیو! جامعہ حفصہ کی مجاہدہ بہنو! بیٹیو! آج کی یہ "نفاذِ شریعت و عظمتِ جہاد کانفرنس" اس نسبت سے منعقد ہو رہی ہے کہ آج ہم یہاں نفاذِ شریعت کا اعلان کر رہے ہیں۔ اس موقع پر ایک اہم سوال جو ہر طرف اُٹھایا جا رہا ہے، ہم نے اس سوال کو بھی حل کرنا ہے اور یہ بھی واضح کرنا ہے کہ ہم یہاں نفاذِ شریعت کیوں کر رہے ہیں؟ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ جی یہ ملک کے اندر ملک ہے، ریاست کے اندر ریاست ہے، اسٹیٹ کے اندر اسٹیٹ ہے۔ لہٰذا یہ ٹھیک نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ہمیں سب سے پہلے دیکھنا یہ چاہئے کہ یہ زمین کس کی ہے؟ آسمان کس کا ہے؟ زمین پر اصل بادشاہت کس کی ہے؟ اور پھر یہ کہ اسٹیٹ میں اسٹیٹ کس نے بنا رکھی ہے؟ ریاست میں ریاست کس نے بنائی؟ حکومت میں حکومت کس نے بنائی؟

آپ قرآنِ مجید پڑھیں۔ اس کی کئی آیات یہ بتاتی ہیں کہ زمین اللہ کی ہے، آسمان اللہ کا ہے، قرآنِ مجید میں یہ بتا دیا گیا کہ بادشاہت زمین پر اسی اللہ کی ہے اور آسمان پر بھی اسی کی ہے۔ جب زمین پر اس کی بادہشت، آسمان پر اس کی بادشاہت، تو اس کی بادشاہت کے اندر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی بادشاہت قائم کر کے اسٹیٹ میں اسٹیٹ قائم کر دے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ سورۂ حدید میں فرماتے ہیں:

"اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے وہ چیز جو آسمان میں ہے، زمین میں ہے۔"

ایسی عظمت والا ربّ، ایسی شان والا ربّ کہ آسمان کی ساری مخلوق اس کی تسبیح کرے، زمین کی ساری مخلوق بھی اس کی تسبیح کرے اور آگے فرمایا:

"وہ غالب بھی ہے، حکمت والا بھی ہے، غلبے والا ہے، اسی کی بادشاہت زمین میں بھی ہے، وہ زندہ بھی کرتا ہے، مارتا بھی ہے، وہ ہر شئے پر قادر ہے۔"

ایک مقام پر یہ بات یوں سمجھائی:

''اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے جو کچھ زمینوں میں ہے۔''

سب کچھ آسمان میں اسی کا، زمین میں بھی اسی کا۔ وہ غنی بھی ہے، تعریفوں والا بھی ہے۔ یوں قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ آسمان بھی اللہ کا ہے، زمین بھی اللہ کی ہے، آسمان کی ساری چیزیں بھی اللہ کی، زمین کی ساری چیزیں بھی اللہ کی۔ اب جو اللہ کی شریعت زمین پر نافذ کرنے کی بجائے اپنے من پسند قوانین یہاں نافذ کرتا ہے، وہ اسٹیٹ میں اسٹیٹ قائم کرتا ہے، وہ ریاست میں ریاست قائم کرتا ہے، وہ حکومت میں حکومت قائم کرتا ہے اور جو اللہ کی اسٹیٹ میں، اللہ کی ریاست میں، اللہ کی حکومت میں اللہ کے قوانین پر عمل درآمد نہیں کرتا، قرآن اس کے بارے میں کیا فیصلہ سناتا ہے؟ غور سے سن لیجئے۔ یہ میرا نہیں قرآن کا فیصلہ ہے:

''جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی (شریعت اور قانون) کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔''

ذرا سوچئے اپنے بارے میں۔ دیکھیں اور غور کریں کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم اسلامی نظام کی مخالفت کر کے کسی بھی معنی میں اسے زُمرے میں شامل ہوتے جارہے ہیں۔ اگر یہ بات ہم کہیں تو اور بات ہے، لیکن یہ تو اللہ کا قرآن کہہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جس کا آسمان ہے، جس کی زمین ہے اور جس نے بہاریں بنائیں ہیں اور جس کا سب کچھ ہے، زمین بھی اسی کا، آسمان بھی اسی کا، فضائیں بھی اسی کی، بہاریں بھی اسی نے بنائیں۔

دوستو! ذرا سوچو تو سہی۔ ہم ربّ کی زمین پر رہتے ہیں، ربّ کی فضاؤں میں رہتے ہیں، ربّ کی عنایوں میں رہتے ہیں اور ربّ کی دی ہوئی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، صبح کا ناشتہ بھی اس کی نعمتوں پر، دوپہر کا کھانا بھی اسی کی نعمتوں پر، رات کا کھانا بھی اس کی نعمتوں اور اللہ کی دی ہوئی اولاد، بیوی، بچوں اور شوہروں سے راحتیں اُٹھاتے ہیں، سکون حاصل کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس کے باغی اور نافرمان بن کر اب تک زندگی بسر کررہے ہیں۔ غور کریں کہ وہ اللہ ساٹھ سال سے ہمیں نافرمانیں میں دیکھ رہا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ ہم کفر کررہے ہیں۔

اسی لئے تحریک طلباء وطالبات نے فیصلہ کرلیا ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کر کے اللہ کے اسٹیٹ قائم کریں گے، اللہ کی حکومت قائم کریں گے، اللہ تعالیٰ کی ریاست قائم کریں گے اور اس کی خاطر اگر ہمیں اپنی جانیں دینا پڑیں، تو دے دیں گے۔ شہید ہونا پڑا، شہید ہو جائیں

گے۔لیکن اللہ کی ریاست قائم کر کے رہیں گے۔

اور پھر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ جب پاکستان بنایا گیا تھا تو اس وقت یہ عہد کیا گیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ۔اسی مقصد کی خاطر لاکھوں انسانوں کی قربانی پیش کی گئی، آج ان شہیدوں کی رُوحیں آواز دے دے کر قوم کو پکار رہی ہیں:

''اے پاکستان والو! تمہیں کیا ہوا؟ تمہارا ملک جل رہا ہے۔بدکاری، بے حیائی، عصمت فروشی کے لاکھوں اڈے کھل چکے ہیں۔کروڑوں بہنوں کی عصمت دریاں ہورہی ہیں، قتل وغارت گری پھیلی ہوئی ہے، ہماری رُوحیں تم سے سوال کرتی ہیں۔ہم نے اپنی جانیں دے دیں، اب تم اپنا خون بہانے کے لئے تیار کیوں نہیں ہوتے؟''

اس لئے اے میرے دوستو! ہم حکومت کو اڑھائی ماہ سے یہ کہہ رہے ہیں اور ویسے تو ساٹھ سال سے یہی کہا جارہا ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے لیکن اصحاب اقتدار اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں، ہمارا مطالبہ صرف اتنا ہے کہ ربّ کی زمین پر ربّ کا نظام قائم کردو لیکن حکومت بجائے اس کے کہ یہ جائز مطالبہ تسلیم کرے اُلٹا دھمکیوں پر اُتر آئی ہے۔کہا جارہے ہے کہ ہم آپریشن کریں گے، ہمارا آخری آپش آپریشن ہوگا۔حکمرانو! سن لو! فوج والو سن لو! اگر تمہارا آخری آپش آپریشن ہے تو ہمارا آخری آپشن فدائی حملے ہوسکتا ہے۔

میرے دوستو! اللہ کی اسٹیٹ میں، اللہ کی حکومت میں، اللہ کی ریاست میں انہوں نے ظالمانہ حکومت ساٹھ سال سے قائم کررکھی ہے اور اس ریاست کی ظالمانہ پالیسیوں کی وجہ سے آج پورا ملک چیخ رہا ہے۔سرحد چیخ رہا ہے، کشمیر چیخ رہا ہے، سندھ و بلوچستان چیخ رہے ہیں، پنجاب و وزیرستان چیخ رہے ہیں، لاکھوں بہنیں جن کی عصمتیں لٹ رہی ہیں وہ چیخ رہی ہیں، غریب چیخ رہا ہے، بجلی کا بل ادا کرنے والے چیخ رہے ہیں، ٹیکس ادا کرنے والے چیخ رہے ہیں، صنعت کار چیخ رہے ہیں کہ ہم پر ظلم ہورہا ہے، ہمارے ساتھ زیادتی ہورہی ہے اور اس چیخ و پکار اور گھٹن کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی اسٹیٹ میں انہوں نے اپنی ظالمانہ اسٹیٹ قائم کررکھی ہے۔اللہ کی ریاست میں انہوں نے ظالمانہ ریاست قائم کررکھی ہے۔اللہ کی حکومت میں انہوں نے ظالمانہ حکومت قائم کر رکھی ہے۔لہٰذا اب ہم یہ فیصلہ کرچکے ہیں کہ ہم اللہ کی راہ میں کٹ تو جائیں گے لیکن اس کی زمین پر اسی کا نظام قائم کر کے رہیں گے۔

اہل وطن! غور کریں۔آج ہمارا ملک فحاشی وعریانی کا اڈہ بن چکا ہے، بدکاری کا اڈہ بن

چکا ہے۔ یہاں پانچ لاکھ سے زائد بدکاری کے اڈے کھل چکے ہیں اور ان بدکاریوں کے اڈوں میں بے شمار بہنوں کی عصمت دریاں ہورہی ہیں۔ جبکہ بہت سارے غیر مسلم ملکوں میں فحاشی کے ایسے مراکز پر پابندی لگائی جاچکی ہے۔ ایسی صورتِ حال میں اگر ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ بدکاری کے اڈے بند کئے جائیں تو اُلٹا ہمیں غلط کہا جاتا ہے اور پھر جب بار بار ہمارے التماس والتجا کے باوجود ایسے مراکز بند نہیں کئے جاتے تو پھر اگر جامعہ حفصہ و جامعہ فریدیہ کے طلباء کوئی کارروائی کرتے ہیں تو اس پہ کیوں اعتراض ہے؟

اس ظالمانہ ریاست کی وجہ سے پورا ملک عصمت فروشی کے آماجگاہ بن چکا ہے، پورا ملک قتل وغارت گری کی آماجگاہ بن چکا ہے، پورا ملک ظلم وستم کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ اس لئے ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے اور آج اسی فیصلے کی روشنی میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ آج سے یہاں اسلامی نظام نافذ ہوگا۔

جو علماء کرام یہ فرماتے ہیں کہ اس کے لئے طاقت ہونی چاہئے تو الحمد للہ اس مسجد کے اندر، جامعہ حفصہ کے اندر، لائبریری کا عقبی حصہ گزشتہ تین (3) سال سے اور اب لائبریری بھی ہمارے قبضے میں ہے اور حکومت کو یہاں داخلے کی مجال نہیں۔ اس لئے اس حصے کے اندر آج سے شریعت نافذ کی جارہی ہے۔ اس اعلان کے بعد حکومت کو ہم ایکماہ کی مزید ڈیڈ لائن دیتے ہیں اور الٹی میٹم دیتے ہیں کہ وہ ازخود باقی علاقوں سے بدکاری کے اڈے ختم کردے اور ویڈیو سنٹرز والوں کو ان کی رقم ادا کر کے ان کے موجودہ کاروبار بند کرائے۔ ہم پیار ومحبت کے ساتھ ان دُکانداروں تک اپنی دعوت پہنچا رہے ہیں، آپ بھی پیار ومحبت سے ان کو سمجھائیں۔ ان ویڈیو والوں کو کاروبار کی اجازت آپ نے دی، اس لئے آپ اس کاروبار کو ختم کرانے میں ان کا تعاون بھی کیجئے اور ان کی جو رقم بنتی ہے وہ رقم ادا کیجئے اور ہم بھی اس سلسلے میں تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں۔

ایک ماہ کی یہ ڈیڈ لائن گزرنے تک اگر حکومت نے بدکاری، فحاشی اور عصمت فروشی کے ان مراکز اور ویڈیو سنٹروں کے خلاف کارروائینہ کی تو یہاں مرکز کی اجازت سے انشاءاللہ طلباء خود کارروائی کریں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم تمام تاجر تنظیموں اور بازاروں کی یونین وغیرہ سے بھی التماس کرتے ہیں کہ خدارا آپ بھی تو سوچیں، آپ بھی مسلمان ہیں تو کیا اسلام کی بات کرنا صرف جامعہ حفصہ کی طالبات کے ذمہ ہے؟ جامعہ فریدیہ کے طلباء کے ذمہ ہے؟ یہی لوگ اڑھائی ماہ

سے قربانی دے رہے ہیں، کیا مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ کے ذمہ کوئی کام نہیں ہے کہ آپ گھروں میں آرام سے بیٹھے رہیں؟ میں آپ سے التماس کرتا ہوں، التجا کرتا ہوں، مؤدبانہ درخواست کرتا ہوں اور ہاتھ جوڑ کر سوال کرتا ہوں کہ خدارا! اپنی قوم کی بیٹیوں پر رحم کیجئے، ان کی عزتیں لٹ رہی ہیں اور یہی غیر اخلاقی کاروبار اس کا سبب بن رہا ہے۔ آپ حضرات ہم کریں ان دُکانداروں کو آمادہ کریں کہ یونین والے رقم اور وہ خود ایسا کاروبار ختم کر دیں اور اگر آپ خود ایسا نہیں کر سکتے تو ہم سے رُجوع کریں۔ ہم یہ رقم جمع کر کے دیں گے انشاء اللہ ایسے کاروبار کو ختم کرنے میں ان کی مدد کریں گے۔

الحمد للہ اس سلسلے کی بنیاد پڑ چکی ہے۔ ایک صاحب جو آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد کے اندر گندی ویڈیو سی ڈیز کا کام کرتے تھے ہم نے ان سے بات کی۔ اللہ نے انہیں توفیق دی اور انہوں نے پندرہ (15) لاکھ کا مال لا کر یہاں باہر رکھ دیا ہے۔ نمازِ جمعہ کے بعد اس کو جلایا جائے گا۔ یوں الحمد للہ اس سلسلہ کی بسم اللہ ہو چکی ہے۔ اب باقی ویڈیو والے دوستوں سے بھی عرض ہے کہ آپ بھی مسلمان ہیں، اپنی بیٹیوں پر رحم کیجئے، اپنی بہنوں پر رحم کیجئے، قوم کی ان بہنوں بیٹیوں پر رحم کیجئے اور اس کاروبار کو چھوڑ دیئے۔ ہم انشاء اللہ آپ سے تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ کچھ دوست ہم سے یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ آپ لوگ فحاشی کے مراکز ختم کروا رہے ہیں تو اس میں جو لاکھوں بہنیں ہیں، ان کا کیا بنے گا؟

ایسے دوستوں کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ہم نے ان کے لئے جامعہ حفصہ کے اندر ایک "تائبات عابدات مرکز" قائم کر دیا ہے۔ ہماری بہنیں توبہ کر کے آئیں، عبادت گزار بنیں، ہم ان بہنوں کی کفالت کریں گے۔ اس سے پہلے اگر اللہ کے فضل و کرم سے اگر سات ہزار بہنوں کی کفالت ہو رہی ہے تو مزید آنے والی بہنوں کی بھی انشاء اللہ کفالت ہو سکتی ہے۔ یہاں جامعہ میں ان کو دینی تعلیم دی جائے گی، ضرورت پڑی تو مالی وظائف بھی جاری کئے جائیں گے اور جب وہ نیکی کا راستہ اختیار کر لیں گی تو ہم قوم کے نوجوانوں کو تیار کریں گے کہ وہ ان بہنوں کو اپنے عقد میں لینے کے لئے تیار ہو جائیں۔ انشاء اللہ قوم اس کے لئے تیار ہو جائے گی۔

دوستو! بہت ساری برائیاں غلط کام کرنے والوں کو برا سمجھنے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ ہم برا کام کرنے والوں کو برا نہ سمجھیں بلکہ برائی کو برا سمجھیں۔ جیسا کہ بزرگ فرماتے ہیں کہ معصوم بچہ جب پاخانے میں لتھڑا جاتا ہے تو پاخانے سے نفرت کی جاتی ہے اور بچے سے پیار کیا جاتا ہے۔ ہم

بھی یہی سمجھتے ہیں یہ گنہگار عورتیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ممکن ہے اعلیٰ مقام پا کر ہم سے بھی بلند مرتبہ حاصل کرلیں۔ باقی فیصلہ تو ربّ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک بدکار عورت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک کتے کو پانی پلانے پر بخش دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاتھ میں فیصلے ہیں، ممکن ہے وہ ایک عالم فاضل کو جو دکھاوا کرتا ہو، جہنم رسید کردے اور بدکار عورت کو کسی نیک کام کرنے پر جنت میں بھیج دے۔ لہٰذا ہم صرف اس کی بدکاری سے نفرت کرتے ہیں لیکن اس کی ذات سے نہیں کرتے۔ اسی لئے ہم گزارش کرتے ہیں کہ وہ یہاں آئیں، انشاء اللہ ان کا تعاون کیا جائے گا۔

ہم نے یہ طریق کار اس لئے اپنایا ہے کیونکہ ہم محبت وپیار کی فضا قائم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے اب بھی یہاں محبت وپیار کی فضا قائم رکھی ہے اور کوئی ایسی صورت نہیں کہ جس سے قوم کو نقصان پہنچے۔ لہٰذا حکومت بھی روز بروز آپریشن کی باتیں بند کرے اور سنجیدگی کے ساتھ ہمارے مطالبات پر غور کرے۔ ہم نے کہہ دیا ہے کہ اگر حکومت پرامن رہے گی تو ہم بھی پرامن رہیں گے۔ حکومت سختی کرے گی تو ہمارے پاس ایسے ہزاروں نوجوان موجود ہیں جو پورے ملک میں حکومتی ایوانوں کے اندر فدائی حملے کرکے ان میں زلزلے برپا کردیں گے۔ ہم پرامن ہیں، ہم پرامن ہیں اور حکومت سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ وہ پرامن طریقے سے ہمارے مطالبات پر غور کرے۔

اب میں مختلف طبقات سے چند گزارشات کروں گا۔

الحمد للہ سوائے چند علماء کے مجموعی لحاظ سے پورے پاکستان کے علماء ہماری تائید کر رہے ہیں۔ بعض اوقات شرح صدر دیر سے ہوتا ہے، اس لئے بعض علماء ہمارے خلاف بیان بھی دے دیتے ہیں۔ ان سے صرف یہ التماس ہے کہ ہمارا اتنا تعاون کیجئے کہ کم از کم بیان دینے سے پہلے تحقیق کرکے بیان دیا کریں۔ وہ عورت جس کے غلط کاروبار پہ پورا محلہ گواہ ہے، ہزاروں افراد شہادت دیتے ہیں کہ بیس سال سے بدکاری کا اڈہ قائم تھا، اس کو ختم کرنے پر بعض علماء نے فوری طور پر فتویٰ صادر کردیا کہ ہمارا یہ اقدام غیر شرعی ہے۔ اس لئے میں علماء کرام سے درخواست کروں گا کہ آپ پہلے تحقیق کرلیا کریں اور تحقیق کے بعد بات آگے چلایا کریں۔

بعض علماء کرام جو ہمارے خلاف بیانات دے رہے ہیں، ہم ان سے التماس کرتے ہیں کہ آپ آئیں اور یہاں آکر بتائیں کہ یہ چیز غیر شرعی ہے، تحقیق سے ثابت کردیں، مفتی حضرات بتلائیں کہ فلاں چیز غیر شرعی ہے تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔ ورنہ ایسے ہی بلا تحقیق بیان

سے احتراز فرمائیں کیونکہ اس سے آپ کو بھی نقصان ہو رہا ہے اور ہمیں بھی۔ یاد رکھئے کہ یہ دین ہم سب کا ہے، ہم اسلام کی بات کر رہے ہیں۔

دوسری گزارش طلبہ سے ہے کہ ہم نے چونکہ نفاذِ شریعت کا اعلان کر دیا ہے اور یہ کام بہت بڑی جدوجہد کو چاہتا ہے، قربانی چاہتا ہے، جہاد چاہتا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے آپ یہاں آؤ، پانچ لاکھ بدکاری کے اڈوں میں جن کی عزت لٹ رہی ہے وہ ایک کروڑ بہنیں تمہیں پکار رہی ہیں۔

حالات کی سنگینی کا اندازہ اس سے کیجئے کہ میرے پاس ایک خاتون پولیس اہلکار کا خط آیا۔ ہماری اس بہن نے التجا کی ہے کہ مولانا صاحب! ہماری لیڈیز پولیس کی عزتیں پولیس کے اندر بعض پولیس والے ہی لوٹ رہے ہیں۔ سارے ایسے نہیں ہیں لیکن بہرحال ایسے لوگ موجود ہیں۔ اسی لئے تو خاتون پولیس ہم سے التماس کر رہی ہے کہ آپ ہمارے لئے بھی اُٹھیں اور ہمیں تحفظ فراہم کریں۔

لہٰذا اے نوجوانو! آؤ آج ایک عزم کرتے ہیں، ایک فیصلہ کرتے ہیں کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کریں گے۔ اس کے لئے جانیں دینا پڑیں تو جانیں دے دیں گے، انشاء اللہ۔ اور جیل جانا پڑا تو جیل چلے جائیں گے، انشاء اللہ۔ اور اگر ضرورت پڑی درس گاہیں بھی چھوڑ دیں گے، انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

ایک گزارش ہے کہ ہمیں ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جو یہاں آ کر پہرہ دینے میں تعاون کریں۔ ہمیں ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جو یہاں سے آواز لے کر پورے ملک کا دورہ کریں اور پورے ملک کی ذہن سازی کریں۔

ہمیں ایسے طلباء کی ضرورت ہے جو کم از کم رمضان المبارک تک اس تحریک کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ انشاءاللہ پڑھائی ہوتی رہے گی لیکن اب ہم اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ کریں گے۔ یہاں پہرہ دیں گے اور اس مرکز کی حفاظت کریں گے۔ ایسے ہی پورے ملک میں ان معلمات سے یا بڑی طالبات سے جو اپنے محرم مردوں کے ساتھ یہاں آسکیں، گزارش ہے کہ وہ یہاں آئیں اور یہاں سے آواز لے کر پورے ملک کے دورے کریں اور بچیوں کے مدارس تک ہماری آواز پہنچائیں۔

آج دُنیائے کفر ہمارے خلاف متحد ہو چکی ہے اور سب دین دُشمن ہمارے مخالف ہیں۔ ہمارے ریڈیو ایف ایم ''اللہ اکبر'' کو بند کرنے کی کوشش کی گئی، لال مسجد کی ویب سائٹ

بلاک کر دی گئی۔ ہمارے خلاف غلط قسم کا زہریلا پروپیگنڈہ ٹی وی میں کیا جا رہا ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ ہماری طالبات نے کہا ہے کہ ہم بے پردہ عورتوں کے چہروں پر تیزاب ڈالیں گے۔ یہ قطعاً غلط ہے، قطعاً غلط ہے۔ ہماری جامعہ حفصہ کی طالبات نے تو آنٹی شمیم کو بھی لا کر اس کے پاؤں دبانے شروع کر دیئے۔ یہ محبت دینے والی بہنیں کسی کے چہرے پر تیزاب کیسے پھینک سکتی ہیں؟ کچھ میڈیا والوں نے یہ بھی کہا کہ یہ طالبات برقعہ پہن کر، ڈنڈے لے کر ویڈیو کی دکانوں پر گئی تھیں۔ میں مسجد میں بیٹھا ہوں اور حلفاً یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ ہم پر الزامات ہیں اور ہم ایسے ہر بے بنیاد الزام کی تردید کرتے ہیں۔

عوام میں سے صاحب حیثیت حضرات سے گزارش ہے کہ ہم نے پہلے کبھی ایسی اپیل نہیں کی، نہ اپیل کرنے کے قائل ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایجنسیاں ہم سے تعاون کرتی ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اساتذہ کو تنخواہیں کئی مہینوں سے نہیں ملیں۔ جامعہ فریدیہ کے گیس کے بل کو دو مہینے گزر چکے ہیں، نوٹس پر نوٹس آ رہے ہیں۔ جامعہ حفصہ کے اندر کئی کئی دنوں تک ناشتہ نہیں دیا جا سکتا اور کبھی تو کھانے میں بھی ایک ایک روٹی ملتی ہے لیکن ایسے تنگ حالات کے باوجود ہم نے کبھی مالی تعاون کی اپیل نہیں کی لیکن آج ہم یہاں ایک بیت المال قائم کر رہے ہیں تاکہ ویڈیو والے آئیں تو ہم اچھے کاروبار کے آغاز کے لئے ان سے تعاون کر سکیں۔ توبہ کرنے والی بہنیں آئیں تو ان کے لئے مالی وظائف جاری کئے جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ پورے ملک میں تحریک کو پہنچایا جا سکے۔ جس بھائی کو اللہ نے مال دیا ہے وہ یہاں آ کر مال جمع کرائے اور جس بہن کو اللہ نے زیورات دیئے ہیں وہ اس میں سے کچھ حصہ یہاں بیت المال میں جمع کرائے۔ باہر کسی کو چندے کی قطعاً اجازت نہیں، جس نے تحریک کے لئے چندہ دینا ہے وہ یہاں آ کر جمع کرائے اور اس کی رسید وصول کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو پیسہ دیا ہے، پیسہ خرچ کیجئے، آپ کی یہ بہنیں اور بھائی اپنی جانیں لٹانے کے لئے تیار ہیں۔

پولیس والوں اور انتظامیہ سے کہتا ہوں کہ آپ کو سوچنا چاہئے کہ آپ نے کلمہ پڑھا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اب آپ اللہ کے سپاہی پہلے ہو، آپ محمد عربی کے سپاہی پہلے ہو، اس حکومت کے سپاہی بعد میں ہو۔ یہ سارے طلباء وطالبات اللہ کے سپاہی بن کر اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا آپ کو چاہئے ان کے ساتھ بگڑو نہیں، ان کے ساتھ لڑائی مت کرو، محاذ آرائی مت کرو اور یہ بھی نہ سمجھو کہ ہم کمزور ہیں۔ اللہ کی قسم! یہاں تو فدائی حملوں کے لئے ہزاروں تیار ہیں۔

ہم یہاں شرعی عدالت بھی قائم کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ ہمارے دارالافتاء کے دس (10) مفتیان کرام ہی دارالقضاء کا کام بھی انشاء اللہ آج سے ہی سنبھال رہے ہیں۔

اس ایک مہینے کے اندر آپ حضرات پورے اسلام آباد میں تحقیق کیجئے۔ عوام بھی تحقیق کریں اور طلبہ کرام بھی پیار ومحبت سے تلاش کریں۔ مختلف جگہوں پر جا جا کر تحقیق کریں کہ کہاں کہاں بدکاری کے مراکز قائم ہیں، کہاں کہاں فحاشی کے اڈے ہیں اور کہاں غلط کام ہو رہا ہے؟ ہم نے حکومت کو ایک مہینے کی ڈیڈ لائن دے دی ہے کہ وہ یہاں مساجد بھی تعمیر کرے اور شہر سے ویڈیو کے کاروبار بھی بند کرائے۔ شہر کے اندر جن سائن بورڈز پر غیر شرعی و غیر اخلاقی تصاویر چسپاں ہیں، انہیں بھی ختم کیا جائے اور شہر سے بدکاری اور شراب اور جوئے کے اڈے بھی ختم کئے جائیں۔ اگر ایک مہینے تک حکومت نے یہ اقدامات نہ کئے تو ہم اتمام حجت سمجھیں گے اور اس کے بعد مرکز کی تشکیل کے مطابق انشاء اللہ مجاہد طلباء خود کارروائی شروع کردیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دین کی اعلیٰ خدمت کے لئے قبول فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

قومی پریس کے بدلتے رویے

لال مسجد کے خلاف سیکورٹی فورسز آپریشن کے آغاز سے اختتام تک قومی اختتام تک قومی اخبارات نے جو اداریے لکھے ان سے نہ صرف صورتِ حال کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے بلکہ آپریشن کے ساتھ ساتھ قومی مزاج میں جو تبدیلیاں رونما ہوئیں انہیں بھی سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے کچھ منتخب اداریے۔

جامعہ حفصہ کے خلاف آپریشن، حقائق اور سوالات

قوم کے ذہنوں میں یہ سوال چھوڑتے ہوئے کہ 16 بے گناہ انسانوں کا خونِ ناحق کس کے سر ہے؟ جامعہ حفصہ اور لال مسجد اسلام آباد کا معاملہ حکومت اور علماء کرام بشمول اپوزیشن لیڈر مولانا فضل الرحمٰن کے باہمی مذاکرات کے علاوہ مولانا عبدالعزیز کی برقعہ پوش گرفتاری اور طلبہ وطالبات کے پرامن انخلا کے نتیجہ میں کم وبیش طے ہوتا نظر آرہا ہے جس کی وجہ سے فورسز کی طرف سے دی گئی ڈیڈ لائن میں مسلسل توسیع کی جارہی ہے اور اللہ کرے کہ ان سطور کی اشاعت تک مسئلہ پرامن طور پر حل ہو جائے۔

حکومت کی جانب سے جامعہ حفصہ اور لال مسجد کی انتظامیہ کو گزشتہ روز الٹی میٹم دیا گیا تھا کہ وہ صبح گیارہ بجے جامعہ حفصہ اور لال مسجد کو خالی کر دیں اور سیکورٹی فورسز کے روبرو سرنڈر کر کے ان افراد کو حوالہ پولیس کر دیں، جنہوں نے جامعہ حفصہ کے اندر سے سیکورٹی فورسز پر فائرنگ کی تھی۔ اس الٹی میٹم کے دوران ہی علماء کرام اور حکومتی نمائندگان کے مابین مذاکرات شروع ہو گئے۔ چنانچہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کی انتظامیہ کو دی گئی ڈیڈ لائن میں ہر گھنٹے بعد توسیع ہوتی رہی اور اس کے ساتھ ہی جامعہ حفصہ کے اندر سے طلباء وطالبات کے غیر مسلح ہو کر باہر نکلنے کا سلسلہ شروع ہو گیا اور یہ سطور لکھے جانے تک ایک ہزار کے قریب طلبہ وطالبات جامعہ حفصہ سے باہر آچکے ہیں۔ اب تک 170 افراد کو اڈیالہ جیل بھیج دیا گیا جس سے یہ تاثر پختہ ہوا ہے کہ حکومت

اور علماء کرام کے مابین مذاکرات کے دوران کسی افہام وتفہیم کے نتیجہ میں جامعہ حفصہ کے طلبہ و طالبات کا باہر آنے کا فیصلہ ممکن ہوا ہوگا۔ وفاقی وزیر اطلاعات محمد علی درانی نے اپنی پریس کانفرنس میں علماء کرام کے تعاون کا شکریہ ادا کیا ہے۔

اگر پہلے ہی معاملہ فہمی سے کام لے کر مذاکرات کے ذریعہ افہام وتفہیم کی راہ اختیار کر لی جاتی تو لال مسجد آپریشن کے باعث 16 قیمتی انسانی جانیں ضائع نہ ہوتیں، نہ پوری قوم اس سانحہ کے باعث ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہوتی اور نہ جامعہ حفصہ کے طلبہ وطالبات کے والدین ذہنی اذیت کا شکار ہوتے۔

محسوس یہی ہوتا ہے کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے معاملہ میں دوطرفہ لغزشیں ہوئی ہیں، جن کے باعث صورتِ حال پوائنٹ آف نوریٹرن تک جا پہنچی تھی۔ اگر حکومت کی جانب سے معاملہ فہمی سے کام لیا گیا ہوتا تو چوہدری شجاعت حسین کے ذریعہ جامعہ حفصہ کی انتظامیہ سے ہونے والے مذاکرات ہی نتیجہ خیز ثابت ہوتے، نہ حکومت کی رٹ چیلنج ہوتی اور نہ ہی ریاست کے اندر ریاست کے تصور کو تقویت حاصل ہوتی مگر ہر معاملہ کو طاقت کے زور پر حل کرنے کی پالیسی سے ہی خرابی پیدا ہوئی اور بعض حلقوں میں یہ تاثر بھی پیدا ہوا کہ چیف جسٹس پاکستان کے خلاف کارروائی کی صورت میں پیدا ہونے والے سنگین عدالتی بحران سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لئے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے ایشو کو دانستہ طور پر زندہ رکھا گیا۔ دوروز قبل جب سپریم کورٹ کی فل کورٹ کے روبرو حکومت کی جانب سے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کے بارے میں پیش کئے گئے مواد کی بنیاد پر گرما گرمی کی فضا پیدا ہو چکی تھی تو اچانک جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے خلاف آپریشن شروع کر دیا گیا جس سے پہل کس نے کی، فریقین ایک دوسرے کو موردالزام ٹھہراتے رہے جبکہ لوگوں کے ذہنوں میں تاثر یہی پیدا ہوا کہ یہ آپریشن چیف جسٹس کے کیس سے توجہ ہٹانے کے لئے شروع کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں حقائق جو بھی ہوں، آپریشن کے دوران 16 قیمتی انسانی جانوں کے ضیاع پر پوری قوم غم میں ڈوبی ہوئی ہے جبکہ لوگوں کے ذہنوں میں بجا طور پر یہ سوالات بھی پیدا ہو رہے ہیں کہ زیورِ تعلیم سے آراستہ ہونے کے لئے جامعہ حفصہ میں داخل ہونے والے طلبہ و طالبات کو ہتھیار اُٹھانے اور انتہا پسندانہ اقدامات کے ذریعہ معاشرے کی اصلاح کا ازخود بیڑہ اُٹھانے کا راستہ کس نے دکھایا تھا؟ وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں جو حکومتی، مملکتی اور انتظامی

معاملات میں طاقت کا منبع ہے، آخر کس کی ڈھیل اور شہ کے نتیجہ میں جامعہ حفصہ کے اندر جدید ترین اسلحہ اور حفاظتی ماسک تک پہنچ گئے تھے جو عام مارکیٹ میں بھی دستیاب نہیں ہوتے۔ کیا یہ حکومتی ایجنسیوں کی ناکامی نہیں کہ انہیں وفاقی دارالحکومت کے عین وسط میں موجود جامعہ حفصہ کے اندر تربیت یافتہ افراد جدید اسلحہ اور تربیت یافتہ مجاہدین کے پہنچنے کی کانوں کان خبر نہ ہوئی؟ جبکہ جامعہ حفصہ کا ایشو گزشتہ کم وبیش پانچ ماہ سے چل رہا تھا اور اس کی انتظامیہ اور طلبہ وطالبات کی سرگرمیاں بھی حکومت اور مقامی انتظامیہ کے نوٹس میں تھیں۔ یہ خفیہ ایجنسیوں کو سیاست دانوں، ججوں، صحافیوں اور دیگر لوگوں کی مخبری کے لئے وقف کرنے اور انہیں اصل فرائض سے ہٹانے کا نتیجہ ہے؟ پھر دانستہ طور پر امن وامان کا مسئلہ کیوں پیدا ہونے دیا گیا اور عام معافی کا اعلان کر کے طلبہ وطالبات کو کمپلیکس سے باہر نکالنے کی پالیسی پہلے کیوں اختیار نہ کی گئی؟

اگر پہلے ہی معاملات کی سمت درست رکھی جاتی تو جامعہ حفصہ کا مسئلہ پیدا ہونے کے آغاز میں ہی مذاکرات نتیجہ خیز ثابت ہو سکتے تھے، اس لئے اس معاملہ کی اعلیٰ سطح پر انکوائری کی ضرورت ہے کہ چوہدری شجاعت حسین کے ذریعہ مذاکرات کو کامیابی سے ہمکنار نہ ہونے دینے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

گزشتہ روز کی کارروائی کے حوالے سے موصولہ اطلاعات کے مطابق جامعہ حفصہ میں سے طلبہ وطالبات کی اکثریت کے باہر آجانے کے باوجود یہ جامعہ بارود بنی ہوئی ہے کیونکہ وہ طلبہ وطالبات جو جدید اسلحہ سے لیس ہیں اور جنہوں نے جہاد کی خصوصی تربیت حاصل کی ہوئی ہے، بدستور جامعہ حفصہ کے اندر موجود ہیں۔ غازی عبدالرشید کا میڈیا کے ساتھ مسلسل رابطہ رہا ہے مگر مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری کے بعد وہ خاموش ہیں اور کسی کو علم نہیں کہ انہوں نے مستقبل کی کیا حکمت عملی اختیار کی ہے اور آیا جامعہ حفصہ کے طلبہ وطالبات کو جامعہ کی انتظامیہ نے خود باہر جانے کی اجازت دی تھی، یہ سوال ابھی تک تشنۂ جواب ہے۔

اس حوالے سے بدستور کشیدگی کی فضا موجود ہے، جس کے لئے جامعہ حفصہ کی انتظامیہ ہی کی طرح حکومت پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ غالباً اسی پس منظر میں وفاقی وزارت مذہبی اُمور کے وزیر مملکت ڈاکٹر عامر لیاقت حسین نے اپنی وزارت کے ساتھ ساتھ قومی اسمبلی کی رُکنیت سے بھی استعفیٰ دے دیا ہے جنہوں نے جامعہ حفصہ کے خلاف آپریشن کو حکومت کے غلط اقدام سے تعبیر کیا تھا۔

جامعہ حفصہ کے سینکڑوں طلبہ و طالبات کے باہر نکل جانے ، ابھی تک کئی ایسی پیچیدگیاں اور اُلجھنیں موجود ہیں جنہیں فہم وفراست اور دانشمندی سے سلجھانے اور جذبات سے زیادہ معاملہ فہمی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اب اس مسئلہ کا مستقل پرامن حل نکال لیا جائے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 5 جولائی 2007ء)

اسلام آباد میں قتل وخون ریزی کے افسوس ناک واقعات

منگل کے روز پاکستان کی تاریخ میں اس وقت ایک اور نہایت المناک اور سیاہ باب کا اضافہ ہوا جب اسلام کے نام پر بسائے جانے والے شہر وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں حکومت اور لال مسجد انتظامیہ کے درمیان مساجد کے انہدام پر شروع ہونے والا تنازع زبردست فتنہ وفساد اور قتل وخونریزی پر منتج ہو گیا اور ایک درجن سے زائد مسلمان اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں لقمۂ اجل بن گئے۔ آج پوری قوم اس عظیم سانحے پر سکتے کے عالم میں ہے اور اس کشت وخون کے ذمہ دار عناصر کے خلاف ملک بھر کے عوام میں زبردست غم وغصے کے جذبات پائے جا رہے ہیں۔ ان واقعات سے ایک بار پھر یہ افسوس ناک حقیقت ثابت ہوگئی ہے کہ ہم تاحال باہمی تنازعات اور اختلافات کو حکمت وبصیرت اور فہم وفراست کے ساتھ حل کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور نہیں ہو سکے ہیں اور ہماری انتظامی وسیاسی قیادت ملکی وقومی معاملات طے کرتے ہوئے ذہانت و فطانت اور حزم واحتیاط کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھنے کی اہلیت سے ہنوز ناآشنا ہی ہے، ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ اسلام آباد میں ایک سرکاری ادارے (سی ڈی اے) کی جانب سے کیا جانے والا ناعاقبت اندیشی پر مبنی ایک اقدام بالآخر اتنے بڑے فساد اور فتنے کا باعث بنتا۔

یہ بات سب جانتے ہیں کہ لال مسجد کا قضیہ اس سال جنوری میں سی ڈی اے کی جانب سے اسلام آباد کی سات مساجد کو غیر قانونی قرار دے کر منہدم کرنے کے اقدام کے بعد شروع ہوا۔ اس اقدام پر جوابی کارروائی کرتے ہوئے جامعہ حفصہ کی طالبات نے اسلام آباد کی چلڈرن لائبریری پر قبضہ کر لیا، جس کے بعد دونوں جانب سے مذاکرات کا آغاز ہوا۔ اس موقع پر ممتاز اور جید ترین علماء نے بیچ میں پڑ کر حکومت اور لال مسجد انتظامیہ کے درمیان معاملات طے کرنے کی کوشش کی اور دونوں فریقوں کو مسائل کے حل کے لئے قابل عمل تجاویز دیں لیکن افسوس ناک امر

یہ ہے کہ دونوں جانب سے ان تجاویز اور مذاکرات کے دوران طے پانے والے فیصلوں کی خلاف ورزی ہوتی رہی۔ لال مسجد انتظامیہ اور جامعہ حفصہ کی طالبات نے اکابر علماء کی جانب سے چلڈرن لائبریری کا قبضہ چھوڑنے کی اپیل نہیں مانی اور بڑا بے لچک رویہ اختیار کرلیا جس سے خود دینی حلقوں میں ان کی حمایت میں کمی ہوئی اور ان کے جائز مطالبات بھی نہ منوائے جا سکے تو دوسری جانب حکومتی صفوں میں شامل مخصوص ذہنیت کے حامل عناصر اور بیورو کریسی نے بھی معاملات کو بگاڑنے اور حالات کو خراب کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ حکمران مسلم لیگ کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین نے لال مسجد انتظامیہ اور جامعہ حفصہ کی طالبات کے ساتھ مذاکرات کے بعد گرائی جانے والی مساجد کے دوبارہ تعمیر اور مساجد سے متعلق متنازعہ امور علماء کی مشاورت سے طے کرنے کا اعلان کیا تھا اور وفاقی وزیر مذہبی امور اعجاز الحق نے ایک مسجد کی دوبارہ تعمیر کا باقاعدہ افتتاح بھی کرلیا تھا جس کے بعد توقع ظاہر کی جارہی تھی کہ یہ قضیہ نمٹ جائے گا لیکن افسوس کہ پھر اس وعدے کا ایفاء نہیں کیا گیا، بعد میں خود چوہدری شجاعت حسین نے بیان دیا کہ انتظامیہ نے مساجد کی دوبارہ تعمیر کے اعلان پر عمل درآمد نہیں ہونے دیا جس سے معاملات مزید بگڑ گئے۔ اس پس منظر میں لال مسجد انتظامیہ نے شریعت کے نفاذ اور برائیوں کے خلاف کے اعلانات اور اقدامات شروع کر دیئے اور یہ معاملہ بین الاقوامی شہرت اختیار کر گیا۔ اس عرصے میں بھی بہت سے سنجیدہ حلقوں کی جانب سے مصالحت و مفاہمت کی کوششیں جاری رہیں لیکن بد قسمتی سے ان کا کوئی نتیجہ سامنے نہیں آیا، ملک میں جاری عدالتی بحران اور حکومت کی سیاسی مشکلات کے دوش بدوش اس قضیے نے بھی کئی بار ملکی و عالمی میڈیا کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی جس پر ملک کے سیاسی حلقوں میں مختلف شکوک وشبہات کا اظہار بھی کیا جاتا رہا، یہ حلقے منگل کو اسلام آباد میں ہونے والے واقعات کو بھی اسی تناظر میں دیکھ رہے ہیں جو ان کے بقول ایک روز قبل سپریم کورٹ میں قابل اعتراض مواد جمع کرانے کی فاش غلطی کے منظر عام پر آنے کے بعد اس سے توجہ ہٹانے کے لئے برپا کرائے گئے لیکن اسے بھی ایک افسوس ناک امر ہی کہا جا سکتا ہے کہ ملک کی سیاسی جماعتوں نے بھی اس مسئلے کے پیشگی حل اور منگل کے روز ہونے والی خون ریزی کا سد باب کرنے میں کچھ زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اطلاعات کے مطابق قائد حزب اختلاف مولانا فضل الرحمٰن نے منگل کی رات خصوصی اعلیٰ سطح رابطے کر کے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف بڑا آپریشن رکوانے میں اہم کردار ادا کیا جو کہ ایک مستحسن امر ہے لیکن اس طرح کی کوشش اگر پہلے کی جاتی تو

امکانی طور پر اس خون خرابے سے بچا جا سکتا تھا جس میں آج پوری قوم سوگوار ہے۔

توقع ہے کہ علماء اور دینی جماعتیں صورتِ حال کو مزید خراب ہونے سے بچانے کے لئے اپنا مؤثر کردار ادا کریں گی، اسلام آباد کے واقعات کے منفی اثرات پورے ملک میں امن و امان کی صورتِ حال پر پڑ سکتے ہیں، اس لئے حکومت پر یہ لازم ہے کہ وہ ملک میں سیکورٹی کے سخت انتظامات کرنے کے ساتھ ساتھ ان اسباب وعوامل کے خاتمے پر بھی توجہ دے جو اس سارے قضیے کا باعث بنے۔ ملک میں مساجد ومدارس کے خلاف کارروائیاں بند کی جائیں، روشن خیالی کے نام پر غیر اسلامی وغیر اخلاقی سرگرمیوں کی ترویج سے گریز کیا جائے، قبائلی علاقوں میں بے گناہ عوام پر نیٹو کی بمباری کا سلسلہ سختی سے روکا جائے اور ملک کے عوام کی مرضی ومنشاء کے مطابق خارجہ وداخلہ پالیسیاں تشکیل دی جائیں۔

(روزنامہ اسلام، 5 جولائی 2007ء)

لال مسجد آپریشن کے اثرات کا تجزیہ ضروری ہے

وفاقی کابینہ نے بدھ کے روز منعقدہ اہم اجلاس میں لال مسجد کے حوالے سے اختیار کی گئی حکمت عملی کی توثیق کرتے ہوئے انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے نئے اقدامات کی منظوری دی ہے۔ وزیراعظم شوکت عزیز نے کہا کہ غازی برادران کے غیر لچکدار رویے کے باعث لال مسجد اور جامعہ حفصہ کی انتظامیہ سے بات چیت کا وقت گزر چکا ہے تاہم مدرسے سے رضا کارانہ طور پر باہر آنے والی خواتین اور بچوں کو عام معافی دی جائے گی۔ ان کا کہنا تھا کہ ملک کے کسی بھی حصے میں شر پسندوں کو اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ لوگوں کو اپنے انتہا پسندانہ عزائم اور دھمکیوں کے لئے یرغمال بنائیں۔ جناب شوکت عزیز کا یہ بھی کہنا تھا کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے مسئلے پر کارروائی میں تاخیر کا مقصد بڑے پیمانے پر جانی ومالی نقصان سے بچنا اور مسجد انتظامیہ کی طرف سے یرغمال بنائے گئے بچوں اور خواتین کی محفوظ واپسی کو یقینی بنانا تھا۔ لال مسجد اور جامعہ حفصہ پر آپریشن کے حوالے سے بہت سے حلقوں کی جانب سے حکومت پر خاصی تنقید کی جاتی رہی ہے تاہم بدھ کے روز بار بار رضا کارانہ طور پر باہر آنے والے طلباء وطالبات کے لئے ڈیڈ لائن میں اضافے کی جو حکمت عملی اختیار کی گئی وہ خاصی نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور طلباء وطالبات کی ایک بڑی تعداد نے لال مسجد سے باہر آ کر خود کو قانون نافذ کرنے والے اداروں کے حوالے کر دیا۔

شناخت، رجسٹریشن اور والدین کی ضمانت کے بعد بہت سے طلباء و طالبات کو گھر جانے کی اجازت دے دی گئی ہے جبکہ بعض اطلاعات کے مطابق کچھ طلبا سے لال مسجد کے احاطے میں موجود اسلحے اور مختلف سرگرمیوں کے بارے میں تفصیلات بھی معلوم کی گئی ہیں۔ صدر پرویز مشرف کی صدارت میں منعقدہ ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں لال مسجد کے علاقے میں کرفیو کے نفاذ کے بعد کی صورتِ حال کے جائزے کے دوران اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا گیا کہ طلباء و طالبات کی بڑی تعداد نے حکومتی پیش کش کا فائدہ اُٹھا کر خود کو حکام کے حوالے کیا۔ صدر مملکت نے متعلقہ اداروں کو یہ بات یقینی بنانے کی ہدایت کی کہ جتنے بھی طلباء و طالبا ترضا کارانہ طور پر لال مسجد سے باہر آئے ہیں، ان کے تعلیمی اخراجات حکومت کی طرف سے برداشت کرنے کی تدبیر کو یقینی بنایا جائے۔ یہ بھی واضح کیا گیا کہ سرنڈر نہ کرنے اور قانون ہاتھ میں لینے والے عناصر کے خلاف حکومت اپنی عملداری برقرار رکھنے کے لئے وسائل اور آپشنز کا بھرپور استعمال کرے گی۔

لال مسجد کی انتظامیہ کی طرف سے چلڈرن لائبریری پر قبضے اور پھر قانون کی عملداری چیلنج کرنے کے واقعات کے بعد جہاں بعض حلقے حکومتی کارروائی میں تاخیر کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے وہاں عام لوگوں کی ایک قابل لحاظ تعداد کا تاثر یہ تھا کہ غازی برادران اصلاح معاشرہ کے لئے کام کر رہے ہیں۔ پاکستان راسخ العقیدہ مسلمانوں کا ملک ہے اور یہاں مذہب کے نام پر کام کرنے والے لوگوں کے بارے میں عمومی طور پر اچھا گمان کیا جاتا ہے۔ سی ڈیز نذر آتش کرنے سمیت کئی اقدامات کو اسی زاویہ نگاہ سے دیکھا گیا مگر جب چینی خواتین کو اغواء کر کے ہر آزمائش میں ساتھ دینے والے دوست ملک سے تعلقات خراب کرنے کی ایک شعوری کوشش سامنے آئی تو عام لوگ بھی یہ محسوس کرنے لگے کہ اصل بات وہ نہیں ہے جس کی آڑ لی جارہی ہے۔ مدرسہ حفصہ چونکہ لال مسجد سے ملحق ہے اس لئے احترام مسجد سمیت کئی پہلو ایسے تھے جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ بھی خدشہ تھا کہ کسی کارروائی کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر جانی نقصان ہو سکتا ہے۔ مسجد کے اندر بھاری تعداد میں جدید ہتھیاروں کی موجودگی، خودکش حملہ آوروں کی ملک کے مختلف حصوں میں سرگرمیوں اور صوبہ سرحد کے بعض علاقوں سے طالبان جنگجوؤں کی روانگی کی اطلاعات غیر معمولی احتیاط کی متقاضی تھیں۔ منگل کے روز کشیدگی اس انتہا کو پہنچ گئی کہ رینجرز کا ایک اہلکار لال مسجد والوں کی فائرنگ کے نتیجے میں شہید ہو گیا اور جہاد کے اعلانات کے ساتھ ایک ایسی صورتِ حال پیدا ہوئی جسے پورے ملک اور دُنیائے اسلام میں تشویش کی نظر سے دیکھا گیا جبکہ

عالمی برادری میں پاکستان اور اُمت مسلمہ کے حوالے سے منفی تاثر اجاگر کرنے والے عناصر کو تقویت ملی۔ جو کچھ بھی ہوا، وہ افسوسناک تھا جس پر ہم گزشتہ روز بھی انہی سطور میں اظہارِ خیال کر چکے ہیں۔ زیرِ نظر سطور کی تحریر کے وقت تک کی صورتِ حال یہ ہے کہ لال مسجد کے خطیب اور اس پورے معاملے کے سالارِ اعلیٰ مولانا عبدالعزیز بدھ کی رات برقع اوڑھ کر فرار کی کوشش کے دوران گرفتار ہو چکے ہیں۔ ان کی اہلیہ بھی جو جامعہ حفصہ کی پرنسپل ہیں، ان کے ساتھ ہی گرفتار کی گئی ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی اور لال مسجد کے نائب خطیب مولانا عبدالرشید غازی نے علماء کے ذریعے مسئلہ حل کرنے کا عندیہ دیا مگر ان کے بدلتے ہوئے مؤقف کے باعث معاملے کے نمٹنے میں تاخیر ہوتی گئی۔ حکومت کا مؤقف ہے کہ ان کے پاس ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ دوسری جانب ایسی اطلاعات بھی ہیں کہ مولانا عبدالرشید غازی نے طلباء اور طالبات کی ایک قابل لحاظ تعداد کو انسانی ڈھال کے طور پر استعمال کرنے کے لئے اب تک مسجد میں روک رکھا ہے۔ اگرچہ مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری سے صورتِ حال بڑی حد تک حکومت کے قابو میں آ چکی ہے اور خیال کیا جا رہا تھا کہ چند گھنٹوں میں یہ پورا معاملہ نمٹ جائے گا لیکن جمعرات کی دوپہر تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا اور یہ کہنا مشکل ہے کہ ان سطور کی اشاعت کے وقت تک اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔

واضح امکانات یہی ہیں کہ لال مسجد میں مزاحمت کی صورتِ حال پر جلد قابو پا لیا جائے گا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں لیا جانا چاہئے کہ مسئلہ پوری طرح نمٹ چکا ہے۔ اس لئے مطمئن ہو کر بیٹھنے کی بجائے اس کے ملک بھر میں مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ لینے اور واضح لائحہ عمل طے کرنے کی ضرورت ہوگی۔ یہ سوچنا ہوگا کہ مساجد اور مدارس کو اس طرح کی مہم جوئی کے لئے استعمال کرنے کے اسباب و محرکات کیا ہیں اور ہمارے نظام میں وہ کیا خرابیاں ہیں جنہوں نے مساجد اور مدارس کے اداروں کو یوں تنہا چھوڑ رکھا ہے کہ انہیں بعض عناصر اپنے انتہا پسندانہ نظریات کو نافذ کرنے کا ذریعہ سمجھنے لگے ہیں۔ اس طرح ان جید علماء کی کاوشوں کو نقصان پہنچا ہے جو صدیوں سے اپنا خونِ جگر دے کر فروغِ علم و دین کے ان اداروں کی آبیاری کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ صورتِ حال معاشرے کے تمام حلقوں کی توجہ کی متقاضی ہے۔ اس ضمن میں حکومت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ علماء اور مشائخ سمیت مختلف مکاتب فکر کے لوگوں سے مکالمے اور مشاورت کا اہتمام کرے۔ مدارس اور مساجد کا انتظام چلانے والے حلقوں سے بطورِ خاص رابطہ

قائم کیا جائے۔ اس ضمن میں ایک یا زیادہ کانفرنسوں کے ذریعے اس بات کا پوری احتیاط کے ساتھ جائزہ لیا جانا چاہئے کہ حکومت نے اس مشن میں کس حد تک کامیابی حاصل کی ہے اور قبائلی علاقوں سمیت ملک کے مختلف حصوں میں کس قسم کے رُجحانات موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ مختلف مکاتب فکر کے حامل افراد مثلاً آزاد خیال اور دینی حلقوں سے تعلق رکھنے والے صاحبان فکر معاملات و مسائل کو اپنے اپنے زاویہ نظر سے دیکھیں گے۔ مگر ان کا آراء سے حکومت کو مجموعی صورتِ حال کا بھرپور تجزیہ کرنے میں یقینی طور پر مدد ملے گی۔ پچھلے مہینوں میں جو کچھ ہوتا رہا، وہ اسلام اور ملک کے حوالے سے یقیناً اچھا نہ تھا۔ اب حکومت، علماء، مشائخ اور دانشوروں کو یہ دیکھنا ہوگا کہ دین متین کی تعلیمات کو ان کی صحیح روح کے ساتھ عام لوگوں تک کیسے پہنچایا جائے۔ جہاد سمیت تمام ہی دینی مسائل ہر مسلمان کے عقیدے کا لازمی جز ہیں۔ لیکن اس بات کی وضاحت ہونی چاہئے کہ ان کے بارے میں فیصلہ اور اعلان کرنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے اور اس کے لئے کیا شرائط ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔ کئی معاملات میں ابہام کا فائدہ وہ عناصر اٹھاتے ہیں جن کا مقصد ہی مختلف طریقوں سے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنا ہے۔ اس لئے باہمی مشاورت سے ایسا نظام وضع کرنے کی ضرورت ہے کہ مساجد اور مدارس کو مہم جو عناصر اپنے مقاصد کے لئے استعمال نہ کرسکیں بلکہ ان مقامات کو ارشاد و رہنمائی اور تبلیغ دین کا صحیح معنوں میں گہوارا بنایا جائے اور طلبہ کی ذہنی صلاحیتوں اور جسمانی توانائی کو مثبت مقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکے۔

(روزنامہ جنگ، 6 جولائی 2007ء)

جامعہ حفصہ کا معاملہ اور حکومت کی بہتر حکمت عملی

لال مسجد کا معاملہ کافی حد تک نمٹا دیا گیا ہے۔ مسجد کے خطیب مولانا عبدالعزیز کو برقعہ پہن کر فرار ہونے کی کوشش میں گرفتار کرلیا گیا ہے اور خبروں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ عبدالرشید غازی نے ہتھیار ڈال دینے پر آمادگی ظاہر کردی ہے۔ ان سطور کے شائع ہونے تک صورت حال کے مزید تبدیل ہو جانے کی توقع ہے۔ تادم تحریر دو ہزار سے زائد طلباء و طالبات نے حکومت کے سامنے سرنڈر کردیا ہے اور وزیر مملکت برائے اطلاعات طارق عظیم نے قرار دیا ہے کہ لال مسجد کا معاملہ اختتام کو پہنچ گیا ہے۔ بدھ کے روز اسلام آباد کے محدود علاقے میں سخت کرفیو کے باوجود لال مسجد کے طلباء اور فورسز میں فائرنگ کا سلسلہ جاری رہا جس سے ہلاکتوں کی تعداد بڑھ کر

ستائیس ہوگئی۔ بدھ کی شام کو اسلام آباد میں ہونے والے ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ حکومت کی جانب سے اب لال مسجد کی انتظامیہ کے ساتھ کوئی مذاکرات نہیں کیے جائیں گے اور حکومت ہر صورت میں اپنی رٹ برقرار رکھے گی، یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ حکومت کے سامنے جو بھی آپشنز ہیں ان کا بھرپور استعمال کیا جائے گا۔ لال مسجد کے خلاف آپریشن کے سارے عمل میں دو درجن سے زائد قیمتی جانیں ضائع ہوگئی ہیں اور دوسو کے قریب زخمی بتائے جاتے ہیں اس کے باوجود یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی کہ حکومت نے اس معاملے کو نمٹانے کے حوالے بہت اچھی منصوبہ بندی اور بہترین ضبط کا مظاہرہ کیا۔ ابتدائی جھڑپوں کے بعد لال مسجد اور جامعہ حفصہ کی انتظامیہ کو حکومت کے سامنے سرنڈر کرنے کے لئے ایک ڈیڈلائن دی گئی جس میں بعدازاں تھوڑے وقفے سے مسلسل اضافہ کیا جاتا رہا۔ اس حکمت عملی کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ مدرسے کے اندر موجود طلبہ و طالبات کو کم سے کم نقصان پہنچے اور وہ بخیر و عافیت باہر آجائیں۔ اس حوالے سے لاؤڈ سپیکر پر جامعہ کے طلباء و طالبات کو سرنڈر کرنے پر ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنے کا اعلان کیا جاتا رہا۔ حکومت کی یہ حکمت عملی نہایت کامیاب رہی اور حالات کو تیزی سے تبدیل ہوتے دیکھ کر بہت سے طلبا و طالبات نے خود کو حکومت کے حوالے کر دیا۔ اس حکمت عملی کے کامیاب ہونے کا ایک سبب یہ تھا کہ رضاکارانہ طور پر ہتھیار پھینک دینے والے طلبا و طالبات کو حکومت نے نہ صرف ضروری ابتدائی اخراجات کے لئے کچھ رقم فراہم کی بلکہ جن کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا ان کے لئے رہائش کا بندوبست کیا اور سب کو خوراک بھی فراہم کی گئی۔ حکومت نے سرنڈر کرنے والی طالبات کو مفت تعلیم دینے کا بھی اعلان کیا۔ صدر جنرل پرویز مشرف نے بدھ کی شام کو ہونے والے اعلیٰ سطحی اجلاس کے شرکاء کو ہدایت کی کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد سے باہر آکر جو طالبات سرنڈر کر رہی ہیں ان کو سرکاری خرچ پر جدید تعلیم دی جائے۔ حکومت اور جامعہ حفصہ کی انتظامیہ کے مابین اختلافات گزشتہ کئی ماہ سے جاری تھے۔ باہمی اختلافات کو دور کرنے کے لئے حکومتی نمائندوں اور جامعہ کے انتظامیہ کے مابین مذاکرات بھی ہوتے رہے۔ حکمران پارٹی کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین نے جامعہ کی انتظامیہ کے ساتھ ہونے والے مذاکرات کو کامیاب قرار دیا اس کے باوجود جامعہ کی انتظامیہ کی جانب سے نہ صرف ملک میں شریعت کے نفاذ کا اعلان کیا گیا بلکہ مخصوص صورتِ حال میں جہاد کرنے کی بات بھی کی گئی حتیٰ کہ جامعہ کی انتظامیہ نے مبینہ طور پر بعض میوزک اور سی ڈی سنٹرز پر بھی حملہ کیا اور چینی خواتین کو اغواء کر کے ان پر سنگین الزامات بھی

عائد کئے۔ ان اقدامات سے نہ صرف یہ تاثر پیدا ہوا کہ لال مسجد کی انتظامیہ ریاست کے اندر ریاست قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے بلکہ غیر ملکی خواتین کے اغواء سے بیرون ملک پاکستان کی ساکھ بھی متاثر ہوئی۔ لال مسجد کی انتظامیہ کی ان ساری سرگرمیوں کے باوجود حکومت نے ضبط کا مظاہرہ کیا اور جامعہ حفصہ کے خلاف اس وقت تک کوئی کارروائی نہ کی گئی جب تک حالات کنٹرول سے باہر ہوتے محسوس نہ ہوئے۔ اگرچہ بعض حلقوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ بحران حکمرانوں کا اپنا پیدا کردہ ہے اور اس معاملے کو غیر ضروری طور پر طول دینے سے یہ تاثر کافی گہرا بھی ہو گیا تھا تاہم حکومت کی جانب سے آخر کار لال مسجد انتظامیہ کے خلاف آپریشن کرنے اور اس حوالے سے بہتر حکمت عملی کا مظاہرہ کرنے سے اس تاثر میں کچھ کمی آ گئی ہے۔ حکومت کے اس اقدام سے ملک میں موجود دیگر شدت پسندوں کو بھی پیغام پہنچا ہے کہ حکومت کی رٹ کو چیلنج کرنا آسان نہیں ہے۔ مہذب قومیں بلا جواز تصادم کی اجازت نہیں دیتیں چہ جائیکہ ایسے اقدامات کئے جائیں جن سے یہ تاثر اُبھرتا ہو کہ ریاست کے اندر ایک اور ریاست اور حکومت کے متوازی ایک حکومت قائم کی جا رہی ہے۔ لال مسجد کی انتظامیہ کے حکومت کے ساتھ گہرے اور قریبی رابطے تھے چنانچہ ملک میں اسلامی قواعد کی ترویج کا بہترین طریقہ یہی ہو سکتا تھا کہ وہ حکومت کو اس حوالے سے مناسب مشورے دیتی تاکہ حکمران ان پر عمل درآمد کا کوئی طریقہ سوچتے لیکن افسوس کہ ایسا راستہ اختیار نہ کیا گیا جس کا اختتام حکومت کے ساتھ تصادم پر ہوا ہے۔ تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کا تقاضا ہے کہ حکومت حالات کو کنٹرول میں رکھنے کی کوشش کرے تاکہ پھر ایسے کسی اور آپریشن کی ضرورت پیش نہ آئے اور پھر قیمتی جانیں ضائع نہ ہوں۔ حکومت کی روشن خیالی جدید دور کے تقاضوں سے یقیناً ہم آہنگ ہے اور زمانے کے ساتھ ساتھ چلنا حالات کی ضرورت بھی ہوتی ہے لیکن اس راستے پر اتنا آگے بھی نہیں بڑھ جانا چاہئے کہ مذہب سے دلی وابستگی رکھنے والے طبقے بے چینی محسوس کرنے لگیں۔ اسی طرح مذہبی عناصر کو بھی چاہئے کہ وہ بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کو سمجھیں اور کچھ ان کے مطابق بھی چلیں۔

(روزنامہ ایکسپریس، 6 جولائی 2007ء)

لال مسجد تنازع اور علماء کا دوٹوک موقف

وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں سیکورٹی فورسز اور لال مسجد میں موجود افراد کے

درمیان خون ریز جھڑپ اور بعد ازاں مولانا عبدالعزیز کی ڈرامائی انداز میں گرفتاری اور طلبہ و طالبات کے سرنڈر کرنے کے واقعات پر پوری قوم ششدر اور حیرت زدہ ہے۔ ان واقعات کے بعد ملک بھر میں علماء، دینی مدارس اور مذہبی تنظیموں کا جس انداز سے میڈیا ٹرائل شروع ہو گیا ہے اور جس طرح دینی قوتوں کو کچل دینے کی باتیں ہو رہی ہیں، ان سے عام مسلمانوں کے ذہنوں میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہو رہے ہیں۔ پاکستان کے جید ترین علماء کرام نے جنہوں نے پہلے بھی اس قضیے کو پرامن طریقے سے حل کرنے کی کوشش کی تھی، تازہ واقعات کے حوالے سے اپنا بہت ہی واضح اور غیر مبہم موقف پوری قوم کے سامنے بیان کر دیا ہے جس کو پاکستان کے تمام دینی حلقوں کے دلوں کی آواز کہا جا سکتا ہے اور جس میں اس سارے معاملے کے پس منظر و پیش منظر سے متعلق پاکستان کے مسلمان عوام کی درست رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ یہ علماء کرام اس سے پہلے بھی اپنے مشترکہ بیانات اور لال مسجد انتظامیہ کے ساتھ ملاقاتوں میں دونوں فریقوں کو اپنے اپنے طرزِ عمل پر نظر ثانی کرنے اور حالات کو بگاڑنے سے بچانے کی تلقین کرتے رہے لیکن افسوس کہ ان کے بیانات اور قابل عمل تجاویز پر توجہ نہیں دی گئی جس کا نتیجہ اسلام آباد کے افسوس ناک واقعات کی صورت میں نکلا۔

اسلام آباد میں ہونے والی خون ریزی پر اپنے ردِعمل کا اظہار کرتے ہوئے دینی مدارس کے پانچوں وفاقوں کے اتحاد کے سربراہ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور جسٹس (ر) مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے کہا ہے کہ لال مسجد و جامعہ حفصہ کے حوالے سے اسلام آباد میں جو سنگین صورت حال پیدا ہو گئی ہے، اس پر ہر محبِ وطن مسلمان شدید صدمے سے دوچار ہے۔ پاکستان کے علماء کرام کا موقف یہ رہا ہے کہ جامعہ حفصہ کے ذمہ دار حضرات کے مطالبات اگرچہ جائز و برحق ہیں لیکن انہیں منوانے کے لئے جو طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے وہ شرعی، اخلاقی اور قانونی اعتبار سے درست نہیں لیکن ان کو طاقت اور گولی کے ذریعے دبانے کا جو طریقہ حکومت نے اختیار کیا ہے وہ اس سے زیادہ سنگین، خطرناک اور تباہ کن ہے۔ اس سراسر ناعاقبت اندیشانہ اقدام کے نتیجے میں جو قیمتی جانیں گئی ہیں وہ ملک و ملت کے ساتھ سنگدلانہ ظلم کے سوا کچھ نہیں۔ افسوس ہے کہ حکومت نے اس صورتِ حال کے اصل اسباب کو دور کرنے کی بجائے طاقت استعمال کرنے کا راستہ اختیار کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت نے اسلامی اقدار کو پامال کرنے اور ملک کو اسلام دشمنوں کی چراگاہ بنانے کی جو مستقل روش اختیار کر رکھی ہے

اس سے ملک کے غیرت مند مسلمانوں کے دل بری طرح زخمی ہیں، اصلاح کی پرامن کوششوں کو ناقابل توجہ قرار دے کر حکومت نے خود ان حضرات کے لئے راستہ ہموار کیا ہے جو مطالبات منوانے کے لئے تشدد پر یقین رکھتے ہیں اور اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کیا ہے کہ حکومت دلیل اور نصیحت کی نہیں بلکہ تشدد کی زبان سمجھتی ہے۔

علماء کرام کا یہ شکوہ بالکل بجا ہے کہ لال مسجد کا قضیہ حل کرنے کے سلسلے میں افہام و تفہیم کی بجائے طاقت کے استعمال کو ہی لازمی آپشن قرار دیا گیا ہے۔ ورنہ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ لال مسجد انتظامیہ کئی بار حکومت کے ساتھ مذاکرات اور مفاہمت پر راضی ہوئی تھی، اس کی سب سے بڑی مثال شہید مساجد کی دوبارہ تعمیر کے حوالے سے ہونے والا معاہدہ تھا جس پر خود حکومت نے بوجوہ عملدرآمد نہیں کیا اور حکمران مسلم لیگ کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین کو یہ شکایت کرنا پڑی کہ حکومت میں شامل کچھ عناصر اس معاملے کو پرامن طریقے سے حل کرنے میں تعاون کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تازہ واقعات سے متعلق موصولہ اطلاعات کے مطابق منگل کی رات قائد حزب اختلاف مولانا فضل الرحمٰن کی کوششوں سے نہ صرف آپریشن روک دیا گیا تھا بلکہ مفاہمت کی بھی اُمید پیدا ہوگئی تھی اور لال مسجد انتظامیہ قابل قبول شرائط پر ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہوگئی تھی اور ابتدائی بات چیت بھی مکمل ہوگئی تھی لیکن نادیدہ قوتوں نے یہاں بھی ہاتھ دکھا دیا اور گفت و شنید کے دوران ہی سیکورٹی فورسز کی جانب سے فائرنگ کا سلسلہ شروع کیا گیا جس سے مفاہمت کی اُمیدیں دم توڑ گئیں۔ تادم تحریر حکومت کا یہ موقف سامنے آرہا ہے کہ اب مفاہمت کی کوئی کوشش نہیں کی جائے گی اور غیر مشروط طور پر سرنڈر نہ کرنے کی صورت میں لال مسجد میں موجود بقیہ افراد کے خلاف ''ایکشن'' لیا جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ ان سطور کی اشاعت تک یہ ایکشن لیا جا چکا ہو اور سیکورٹی فورسز لال مسجد اور جامعہ حفصہ خالی کروانے میں کامیاب ہوں لیکن اس سے سارا مسئلہ حل ہو جائے گا؟ یہ وہ سوال ہے جس پر حکومت اور قومی سلامتی کے اداروں کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔

بدھ کے روز شمالی وزیرستان میں ہونے والا خودکش حملہ، سوات میں تھانوں اور پولیس افسران کے دفاتر پر حملے اور ملک کے مختلف شہروں میں اسلام آباد میں ہونے والی خون ریزی کے خلاف احتجاجی مظاہرے اور ہڑتالیں یہ بتانے کے لئے کافی ہیں کہ طاقت کے ذریعے مسائل حل کرنے کی سوچ سے ملک میں امن وامان کی صورت حال بہتر ہونے کی بجائے بدتر ہوتی جارہی ہے اور لال مسجد کے خلاف حکومتی ایکشن کو آڑ بنا کر ملک کے مختلف حصوں میں تخریب کاری کی

کوششیں ہوسکتی ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت اس معاملے میں کسی بھی مرحلے پر حکمت وتدبر اور صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دے اور ملک کے جید علماء اور دینی وسیاسی قیادت کو اعتماد میں لے کر ان کی مشاورت سے تمام معاملات طے کرنے کا اہتمام کرے۔اسی میں ملک و قوم کی بقاء فلاح کا راز مضمر ہے۔

(روزنامہ اسلام،6 جولائی 2007ء)

لال مسجد: مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری

لال مسجد کے خطیب مولانا عبدالعزیز کو بدھ کی رات اس وقت گرفتار کرلیا گیا جب وہ برقعہ میں ملبوس ہوکر اپنی بیٹی اور جامعہ حفصہ کی طالبات کے ایک گروپ کے ساتھ فرار ہونے کی کوشش کررہے تھے۔انہیں جامعہ حفصہ اور لال مسجد سے ازخود باہر آکر سرنڈر کرنے والی طالبات کے رجسٹریشن آفس کے قریب ایک خاتون پولیس افسر کے کہنے پر رینجرز کے دو اہلکاروں نے روکا اور جب ان کو نقاب اُلٹنے کے لئے کہا گیا تو انہیں پہچان لیا گیا۔پولیس نے انہیں اوران کی بیٹی کو بھی حراست میں لے لیا۔جس کے بعد انہیں پوچھ گچھ کے لئے نامعلوم مقام پر منتقل کیا گیا اور جمعرات کو دہشت گردی سے متعلق عدالت میں پیش کردیا گیا۔مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری سے لال مسجد تنازع کا ایک طرح سے ڈراپ سین ہوگیا ہے،لیکن تنازع پوری طرح ختم نہیں ہوا اور مختلف پہلوؤں سے یہ تنازع ابھی حکومت اور محب وطن عوامی حلقوں کے علاوہ جامعہ حفصہ کی کئی طالبات اور لال مسجد میں ''محبوس'' طلباء کے والدین کے لئے بھی دردسر بنا رہے گا۔

مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری جس انداز میں عمل میں آئی ہے،اسے افسوس ناک ہی قرار دیا جائے گا،وہ کئی ماہ سے ''جہاد'' کے اعلانات کررہے تھے۔انہوں نے طلباء اور طالبات کو ''جہاد'' کے لئے تیار کرنے میں اپنا سارا وقت اور زور بیان صرف کیا۔مخالفوں کو خودکش حملوں کی دھمکیاں بھی دیتے رہے اور اعلان کرتے رہے کہ انہوں نے خودکش حملوں کے لئے ایک مکمل بریگیڈ تیار کررکھا ہے لیکن مشکل حالات سے نمٹنے کے لئے عقل ودانش،معاملہ فہمی،افہام وتفہیم اور مذاکرات کے پرامن ذرائع استعمال کرنے کے بجائے برقعہ پہن کر اپنی بیٹی کے ساتھ طالبات کے جھنڈ میں چھپ کر فرار ہونے کی کوشش کی،مگر رینجرز کے ہتھے چڑھ گئے۔اگر وہ خود کو اپنے رفقاء کو پرامن طور پر حکومت کے حوالے کرنے کا فیصلہ کرتے،اس حوالے سے مذاکرات کے ذریعے

طریق عمل طے کرتے اور پھر گرفتاری دیتے تو عزت رہ جاتی اور بطور عالم دین، معلم اور مبلغ مذاق کا نشانہ نہ بنتے۔ یہ بات کتنی افسوس ناک ہے کہ ایک عالم دین کہلانے والا مشرع فرد، جس نے کبھی تصویر نہیں بنوائی تھی، ٹی وی کیمرے کے سامنے برقعہ میں ملبوس کھڑا اپنے فرار کی تصویر بنوا رہا تھا۔ اخباری رپورٹوں کے مطابق مولانا کا یہ اقدام پورا دن ہنسی مذاق کی وجہ بنا رہا۔ بعض لوگ عسکریت پسند علماء کا بھی مذاق اُڑاتے رہے اور بہت سے سنجیدہ مسلمانوں نے بھی مولانا کے اس طرح فرار کو ناپسندیدہ قرار دیا۔ لال مسجد اور مدرسے سے باہر آ کر خود کو حکومت کے سپرد کرنے والے طلباء اور طالبات بھی مولانا عبدالعزیز کے اس اقدام پر افسردہ نظر آتے تھے اور ان میں سے کسی نے اس حوالے سے پوچھے جانے والے سوالوں کا جواب نہ دیا۔

وفاقی وزیر مذہبی امور محمد اعجاز الحق نے مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری کے بعد ایک سرکاری ریسٹ ہاؤس میں ان سے ملاقات کی، جس کے بعد ان کا رابطہ ان کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالرشید غازی سے کرایا گیا۔ انہوں نے اپنے بھائی سے بھی مزاحمت ترک کرنے اور نہ صرف خود بلکہ اپنے ساتھ مسلح افراد کی بھی گرفتاری پیش کرنے کے لئے کہا۔ لیکن انہوں نے بھائی کی نصیحت پر عمل کرنے سے انکار کیا۔ بلکہ اس حوالے سے اپنی متعدد شرائط پیش کیں۔ جمعیت العلمائے اسلام (ف) کے ایک سہ رُکنی وفد نے بھی جو جمعیت کے سیکرٹری جنرل عبدالغفور حیدری نے بھجوایا تھا، مولانا عبدالرشید غازی سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ حکومت یہ ضمانت فراہم کرنے کو تیار ہے کہ ان کے خلاف کوئی ماورائے عدالت کارروائی نہیں کی جائے گی۔ مگر غازی صاحب نے اپنی شرائط مانے بغیر کوئی اقدام کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا سب سے بڑا مطالبہ یہ تھا کہ ان کی عدم موجودگی میں لال مسجد اور حفصہ مدرسہ کا نظام ان کے نامزد نمائندے کے پاس رہے گا۔ چنانچہ ان سطور کے قلم بند کئے جانے تک اس حوالے سے کوئی پیش رفت سامنے نہیں آئی۔ البتہ 1600 کے لگ بھگ طلباء اور طالبات نے خود کو پرامن طور پر حکام کے حوالے کر دیا ہے۔

دوسری طرف حکومتی ادارے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ مولانا عبدالعزیز، مولانا عبدالرشید غازی اور 400 دیگر افراد کے خلاف دہشت گردی اور اقدام قتل کے الزامات کے تحت مقدمات درج کر لئے گئے ہیں۔ سرکاری املاک کو نقصان پہنچانے اور سرکاری گاڑیاں نذر آتش کرنے کے الزامات بھی مقدمات کا حصہ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری کے بعد معاملات کے بہتر ہونے کی اُمید رکھی جا سکتی ہے؟ جمعرات کو دن بھر لال مسجد اور جامعہ حفصہ

کے آس پاس جو صورت حال رہی، اس میں کشیدگی برقرار تھی، اگرچہ اسلام آباد کے سیکٹر جی 6 کے عوام کی سہولت فراہم کرنے اور ضروری اشیاء کی خریداری وغیرہ کے لئے کرفیو میں نرمی کی گئی، لیکن نرمی کے وقفے کے بعد کرفیو پھر نافذ کر دیا گیا اور خلاف ورزی کرنے والوں کو گولی مارنے کا حکم بھی نافذ العمل رہا۔

لال مسجد کے معاملے میں (یا تنازع میں) اب تک جو کچھ ہوا ہے، اس سے وطن عزیز کے وقار میں کوئی اضافہ نہیں ہوا اور اسلام کی دشمنوں کی نظر میں ہماری سبکی ہوئی ہے۔ اس سے یہ سبق بھی ملا ہے کہ حکومت کو ایسے گروہوں اور افراد کی اول روز سے ہی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے، جو لال مسجد جیسے حالات پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر حکومت اب سے چھ ماہ قبل ہی حالات کا منطقی جائزہ لینے کے بعد ضروری اقدامات کرتی، گرائی جانے والی مساجد کی تعمیر نو کا وعدہ پورا کرنے کی طرف بھی پیش رفت کرتی تو شاید ان لوگوں کو سنگین حالات پیدا کرنے کا موقع نہ ملتا۔ اب بھی حکومت کا ماحول درست کرنے کے لئے ضروری اقدامات مثبت انداز میں روبہ عمل لانے چاہئیں۔

(روزنامہ پاکستان، 6 جولائی 2007ء)

جامعہ حفصہ آپریشن کو طول دینے کے مقاصد کیا ہیں؟

سیکورٹی فورسز کی جانب سے گزشتہ منگل سے جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے خلاف جاری آپریشن نے وفاقی دارالحکومت اسلام آباد ہی نہیں، پورے ملک میں زندگی مفلوج کر دی ہے۔ لوگوں کے ذہنوں میں مختلف وسوسے اور سوالات پیدا ہو رہے ہیں۔ بالخصوص اسلام آباد کے مکینوں کی زندگیاں اجیرن ہو چکی ہیں۔ قوم میں غم وغصہ کے اظہار اور مذہبی جذبات مشتعل ہونے کے ساتھ ساتھ خوف وہراس کی فضاء بھی طاری ہے اور انتہائی صبر آزما مراحل سے گزرنے کے بعد بھی کچھ بھائی نہیں دے رہا کہ حکومت نے جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے مالمہ میں کیا حکمت عملی طے کی ہوئی ہے اور وہ کیا کرنے والی ہے؟

یوں محسوس ہوتا ہے جیسے حکمران اس مسئلہ کو سلجھانے اور کوئی آبرومندانہ حل نکالنے کے بجائے اس طول دے کر اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں حکومت کے مخالفین کا الزام ہے کہ وہ سپریم کورٹ میں زیر سماعت چیف جسٹس پاکستان کے کیس اور لندن میں اے آر ڈی کے پلیٹ فارم پر منعقد ہونے والی آل پارٹیز کانفرنس سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے معاملے کو طول

دے رہی ہے ورنہ تو قوم کو ہیجانی کیفیت سے نکالنے کے لئے اس مسئلہ کو باوقار انداز میں سلجھانے کے متعدد مواقع آئے تھے، جس وقت جامعہ حفصہ کے مہتمم مولانا عبدالعزیز نے جامعہ سے 12 سو کے قریب طلبہ وطالبات کے انخلاء کے بعد برقعہ پوش ہو کر جامعہ سے باہر نکلنے کی کوشش میں گرفتاری دی، وہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے سنگین ایشو کو طے کرنے کا حکومت کے پاس نادر موقع تھا، اگر اس وقت مولانا عبدالعزیز کی تذلیل کرنے اور انہیں تضحیک کا نشانہ بنانے اور اس کے مناظر فوری طور پر ٹی وی پر دکھانے کے لئے بجائے فہم وفراست سے کام لیتے ہوئے انہیں کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا جاتا اور پھر ان سے جامعہ حفصہ کے طلبہ وطالبات کے لئے اپیل کرائی جاتی کہ وہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد سے غیر مسلح ہو کر باہر آ جائیں اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں تو یقیناً اس اپیل کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوتا مگر ٹی وی پر ان کی تذلیل کے مناظر دیکھ کر جامعہ حفصہ میں موجود طلبہ وطالبات کے جذبات بھی مشتعل ہوئے اور حکومتی آپریشن کے بارے میں لوگوں کے جذبات بھی تبدیل ہو گئے چنانچہ حکومت نے اپنے حق میں بنا بنایا کام خود ہی بگاڑ لیا۔

بعد ازاں مولانا عبدالعزیز کے بھائی اور لال مسجد کے نائب خطیب مولانا عبدالرشید غازی جامعہ حفصہ میں موجود طلبہ وطالبات کی زندگیاں بچانے کی خاطر جامعہ حفصہ اور چلڈرن لائبریری کو وفاق المدارس تنظیم کی تحویل میں دینے اور لال مسجد کو محکمہ اوقاف کے حوالے کرنے میں بھی آمادہ ہو گئے اور صرف اس شرط کے ساتھ جامعہ کے تمام طلبہ وطالبات کو غیر مسلح ہو کر جامعہ سے باہر لانے کا بھی اعلان کر دیا کہ انہیں محفوظ راستہ دے دیا جائے اور انہیں ان کی بیمار والدہ کے ساتھ عارضی طور پر جامعہ حفصہ سے ملحقہ گھر میں ہی رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ انہوں نے ساتھ ہی یہ بھی پیش کش کی کہ جامعہ کے جن طلبہ کے کسی کالعدم جہادی تنظیم سے تعلقات کا حکومتی مشینری کو شبہ ہے، انہیں پوچھ گچھ کے لئے روک لیا جائے۔

اس سنگین مسئلہ کا آبرومندانہ حل نکالنے کے لئے یہ بہترین موقع تھا جس کے لئے مولانا عبدالرشید غازی مکمل اور رضا کارانہ طور پر آمادۂ تعاون تھے مگر حکمرانوں نے اسے اپنی ناک کا مسئلہ بنا لیا اور نہ صرف یہ کہ مولانا عبدالرشید غازی کی پیش کش کو درخور اعتناء نہ سمجھا گیا بلکہ یہ اصرار جاری رکھا گیا کہ عبدالرشید غازی سفید جھنڈا اٹھائے پہلے خود کو سرنڈر کریں۔ حتیٰ کہ اس مسئلہ کے حل کی آبرومندانہ تدبیر ڈھونڈنے کے لئے چوہدری شجاعت حسین اور مولانا عبدالرشید غازی کے مابین رابطے کا کردار ادا کرنے والے خالد خواجہ ایڈووکیٹ کو بھی ان کے گھر پر دھاوا بول کر

گرفتار کرلیا گیا کہ حکومتی نمائندوں کے بقول دہشت گرد سے کسی قسم کے مذاکرات نہیں ہوسکتے۔

متعلقہ حکومتی حلقوں کی اس سرد مہری اور ہٹ دھرمی سے اس تاثر کو تقویت حاصل ہوئی کہ دہشت گردی کے خاتمہ کی آڑ میں راسخ العقیدہ مسلمانوں اور جہادی تنظیموں کو کچلنے کے لئے امریکہ اور اس کی اتحادی اسلام دُشمن قوتوں نے جو ہدف طے کیا ہوا ہے، ہمارے حکمران اس کی تعمیل کے لئے جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے خلاف آپریشن کو بطورِ مثال پیش کرنا چاہتے ہیں، اس کا تاثر کو اس لئے بھی تقویت حاصل ہوئی کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے خلاف جاری آپریشن کا بش انتظامیہ نے اپنے سرکاری بیان کے ذریعہ اور برطانیہ کے نئے وزیر اعظم گورڈن براؤن نے خود صدر جنرل مشرف کو فون کر کے خیر مقدم کیا اور اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔ حکومت کی اس بارے میں کیا سوچ ہے، یہ اس کا اپنا معاملہ ہے جبکہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے خلاف آپریشن کے حوالے سے حکومت کی جانب سے اختیار کئے گئے طریق کار پر پوری دُنیا میں ملک کی بدنامی ہو رہی ہے اور ملک کے اندر بھی حکمران عوامی ہمدردیوں سے بہت تیزی سے کے ساتھ محروم ہو رہے ہیں۔

قوم کے لئے یہ لمحات انتہائی اذیت ناک ہیں کہ خانۂ خدا اور اس سے ملحقہ دینی مدرسے پر بے دریغ بمباری کر کے، مارٹر گولے اور آنسو گیس کے شیل پھینک کر اور گزشتہ پانچ روز سے اندھی فائرنگ کا سلسلہ جاری رکھ کر اہل پاکستان کے جذبات ہی مجروح نہیں کئے جا رہے، خانۂ خدا کی ہی توہین نہیں کی جا رہی، جامعہ حفصہ کے اندر موجود سینکڑوں طلبہ و طالبات کی زندگیوں سے بھی کھیلا جا رہا ہے۔ یہ سطور لکھے جانے تک آپریشن کے دوران جامعہ حفصہ کے صحن میں ایک سو کے قریب گولے پھینکے جانے کی اطلاع تھی، بے دریغ شیلنگ سے لال مسجد کی بیرونی دیواریں گر چکی ہیں اور محرابوں کو نقصان پہنچ چکا تھا اور مولانا عبدالرشید غازی کی جانب سے یہ کربناک اطلاع دی جا چکی تھی کہ شیلنگ اور بمبارِی کے نتیجہ میں جامعہ حفصہ کے اندر 37 کے قریب طالبات شہید ہو چکی ہیں۔ آپریشن کے دوران جاں بحق اور زخمی ہونے والے طلبہ و طالبات کی صحیح تعداد ابھی تک معلوم نہیں ہوسکی جبکہ مولانا عبدالرشید غازی کے کرب میں ڈوبے ہوئے یہ الفاظ دلوں کو چھلنی کر رہے ہیں کہ اگر حکمرانوں نے مذاکرات اور افہام و تفہیم کے ذریعے معاملہ طے کرنے کے بجائے ہمیں کسی دُشمن ملک کے باشندے سمجھ کر محض ہٹ دھرمی کی بنیاد پر ہمیں مارنے کا ہی تہیہ کیا ہوا ہے تو ہم سب بشمول طلبہ و طالبات اپنی جانوں کے نذرانے پیش

کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔

اس کے علاوہ اسلام آباد کے سیکٹر جی سکس میں مسلسل کرفیو کے باعث اُس شہری آبادی کے بے بس بے قصور مکینوں کو جس اذیت سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے، وہ ایک الگ المیہ ہے۔ اس علاقہ کے ملازم پیشہ لوگ گزشتہ چار روز سے اپنے دفاتر نہیں جا سکے، گھروں میں کھانے پینے اور روزمرہ استعمال کی اشیاء ختم ہو چکی ہیں، مسلسل شیلنگ اور گولہ باری کے نتیجہ میں علاقے کا پرسکون ماحول ہی غارت نہیں ہوا، مکینوں میں خوف و ہراس کی فضاء بھی طاری ہے اور وہ مجبور محض بن کر اپنے ہی گھروں میں گیس کھانے والے یرغمالی بنے بیٹھے ہیں۔ اس کربناک صورتِ حال میں وہ حکمرانوں کے لئے نیک جذبات کا اظہار تو نہیں کریں گے۔ چنانچہ ان کی آہیں کراہیں بھی بلند ہو رہی ہیں اور وہ حکومتی اور انتظامی مشینری کی بے تدبیریوں پر کوسنے بھی دے رہے ہیں۔ خدا کے لئے جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے ایشو کو دنیا کے لئے تماشا مت بنایئے، اپنے ذاتی یا سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لئے امریکی، برطانوی احکام کی تعمیل کے لئے معصوم طالب علموں اور اپنے شہریوں کی زندگیوں کو خطرے میں مت ڈالئے اور خدا کے عذاب کو دعوت نہ دیجئے۔ معاملہ فہمی سے کام لے کر مزید خون ریزی کی نوبت مت آنے دیجئے ورنہ تاریخ کے سیاہ ابواب میں اضافہ ہوگا تو اس میں حکمرانوں کے لئے نیک نامی کا کوئی عنصر نظر نہیں آئے گا۔

(روزنامہ نوائے وقت، 7 جولائی 2007ء)

خدا کرے صورتِ حال مزید سنگین نہ ہو

لال مسجد کے معاملات گزشتہ کئی ایام سے اُلجھے ہوئے ہیں اور تادم تحریر ان کے سلجھنے کے کوئی آثار دور دور تک دکھائی نہیں دیتے کیونکہ مولانا عبدالرشید غازی بعض مثبت اشاروں کے بعد دوبارہ اپنے اس پرانے بے لچک مؤقف کی طرف واپس لوٹ گئے ہیں کہ جب تک انہیں اپنے قریبی ساتھیوں سمیت باہر نکلنے کے لئے محفوظ راہ داری مہیا نہیں کی جائے گی اس وقت تک وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ ادھر حکومت اپنے اس اُصولی مؤقف پر ڈٹی ہوئی ہے کہ اگر مولانا اور ان کے ساتھی اپنے آپ کو غیر مشروط طور پر قانون کے حوالے کر دیں تو ان کی سلامتی کے لئے ہر ممکن اہتمام کیا جائے گا اور ان سے کسی قسم کی کوئی بدسلوکی نہیں کی جائے گی لیکن مولانا موصوف ارباب اختیار کی طرف سے کرائی جانے والی تمام یقین دہانیوں کے باوجود اپنے طرزِ عمل

میں کوئی نرمی پیدا کرنے کے لئے تیار نہیں جس سے صورتِ حال گمبھیر سے گمبھیر تر ہوتی جا رہی ہے اور خدشہ ہے کہ حالات جس تیزی کے ساتھ نا قابل واپسی موڑ کی جانب بڑھتے جا رہے ہیں اس سے کوئی ایسا المیہ جنم نہ لے لے جو صورتِ حال کو مزید سنگین بنا دے۔

حکومت نے اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے جس سے بے نظیر صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ہے اس سے وہ بڑے پیمانے پر عوامی حمایت حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہوئی ہے اور غیر ممالک میں بھی اس کے اس طرزِ عمل کو تحسین کی نظروں سے دیکھا جا رہا ہے۔ لال مسجد کے اندر اور چھت سے سیکورٹی اہلکاروں پر فائرنگ کا سلسلہ اب بھی جاری ہے جس کا محتاط اور مناسب انداز میں جواب بھی دیا جاتا ہے۔ اس نازک اور صبر آزما گھڑی میں بھی صدر پرویز مشرف کی طرف سے فورسز کو یہ ہدایت کرنا کہ وہ بلا جواز خون ریزی سے بچیں اور مسجد کے تقدس کو یقینی بنائیں، صاف ظاہر کرتا ہے کہ حکومت ایک مقدس دینی و مذہبی ادارے اور درس گاہ کی حرمت کو برقرار رکھنے کے لئے آخری حد تک چلی گئی ہے اور اگر اس کے باوجود اس کی پامالی کی کوئی افسوس ناک راہ نکلتی ہے تو اس کی تمام تر ذمہ داری لال مسجد اور جامعہ حفصہ کی عاقبت نا اندیش انتظامیہ پر ہوگی۔ باور کیا جاتا ہے کہ اس وقت مسجد میں مجموعی طور پر کوئی اٹھارہ سو افراد محصور ہیں جن میں ایک بڑی تعداد طالبات، خواتین اور بچوں کی ہے جنہیں لال مسجد کی انتظامیہ نے کمروں میں بند کر کے ان کے دروازوں پر مسلح پہرے دار بٹھا رکھے ہیں تا کہ ان معصوم بچوں، نوجوانوں اور عورتوں کو انسانی ڈھال کے طور پر استعمال کر کے حکومت سے سودے بازی میں زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کی جا سکیں۔

افسوس ناک اور تعجب خیز ہے کہ لال مسجد کے وہ لوگ جو کچے ذہن کے معصوم بچوں، نوجوانوں اور طالبات کو برائی کے خلاف جہاد کرنے کا درس دیتے اور انہیں ملکی قانون ہاتھ میں لینے پر آمادہ کر کے اپنے سیاسی مفادات کے لئے استعمال کرتے رہے ان کی جب اپنی جان پر بن آئی تو انہوں نے اپنی جان کے تحفظ کے لئے اس قدر خود غرضی کا مظاہرہ کیا کہ انہیں اپنے قریب ترین ساتھیوں کو بھی گولیوں کا چارہ بنانے میں کوئی حجاب محسوس نہ ہوا۔ لال مسجد کے علماء میں یہ اخلاقی جرأت ہونی چاہئے تھی کہ انہوں نے جن نام نہاد افکار و نظریات کی عصبیتوں کا شکار ہو کر حالیہ جیسی جس غلطی کا ارتکاب کیا تھا وہ اس کا خمیازہ بھگتنے کے لئے بھی تیار ہوتے لیکن افسوس کہ وہ ایسا نہ کر سکے اور ان کے اس طرزِ عمل سے نہ صرف ملک کے اندر عامۃ الناس کے ذہنوں پر علماء،

مدارس اور اسلام کے تصور جہاد کے بارے میں غلط اثرات مرتب ہوئے بلکہ بیرونی دُنیا میں بھی اسلام کا امیج منفی انداز میں متاثر ہوا۔ ایک ایسے وقت میں جب نائن الیون کے بعد مغربی ممالک میں اسلام کی اعلیٰ اخلاقی اقدار اور اسلامی تہذیب کے روشن پہلوؤں کو نمایاں کرنے کی ضرورت پہلے سے زیادہ بڑھ چکی ہے پاکستان میں تنگ نظری اور فکری کج روی پر مبنی لال مسجد ایسی تحریکوں کا اُبھار نہایت افسوس ناک ہے جس کے تباہ کن اثرات صرف پاکستان تک ہی محدود نہیں رہیں گے بلکہ ان کا دائرہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہو سکتا ہے۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے اس نے اب تک انتہائی صبر سے کام لیا ہے اور اس بارے اس قدر حزم واحتیاط برتی ہے کہ بعض حلقے تو اس پر یہ الزام بھی لگانے لگے ہیں کہ اس نے غیر ضروری تاخیر کر کے حالات کو اس قدر خراب کر دیا ہے کہ اب وہ خود اس کے اپنے کنٹرول سے باہر نکلتے دکھائی دے رہے ہیں لیکن ہمارے خیال میں یہ ایک دوسرے انداز کی انتہا پسندی ہے اور سچی بات یہ ہے کہ حکومت نے اپنے اوپر نیم جمہوری اور نیم فوجی ہونے کی چھاپ کے باوجود بے گناہ انسانی جانوں کو بچانے کے لئے جس قدر جدوجہد کی ہے اور جتنی قوت برداشت کا مظاہرہ کیا ہے اس سے کسی دوسری سیاسی حکومت سے بھی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ اگر ہماری انٹیلی جنس ایجنسیاں اور قانون نافذ کرنے والے ادارے اپنا ہوم ورک مناسب طریقے سے کر رہے ہیں تو انہوں نے اب تک یہ پتہ چلا لیا ہوگا کہ لال مسجد کے اندر خواتین اور بچے کتنے ہیں، عسکریت پسندوں کی افرادی قوت کس قدر ہے اور ان کے پاس کس نوعیت کا اور کتنا اسلحہ موجود ہے اس لئے اب اگر خدانخواستہ باضابطہ آپریشن کا مرحلہ آجائے تو یہ سرجری کے انداز کا انتہائی تیز اور مختصر ہونا چاہئے کہ اس میں کوئی ایک غیر ضروری رگ بھی نہ کٹے اور زخموں کے جلد از جلد اندمال کا بندوبست بھی ہو جائے۔ یہ ایک ناگزیر صورتِ حال ہوگی وگرنہ دانشمندی کا راستہ یہی ہے کہ لال مسجد کی انتظامیہ اب ہوش کے ناخن لے اور اپنے آپ کو غیر مشروط طور پر قانون کے سپرد کر کے قوم و ملک کو اس طویل ذہنی اذیت سے باہر نکالے جس میں وہ اس کی عاقبت نااندیشی کے باعث پھنسی ہوئی ہے۔

(روزنامہ جنگ، 7 جولائی 2007ء)

ملکی معاملات اور احتیاط کی ضرورت

راولپنڈی کے علاقے اصغر مال میں واقع ایک مکان کی چھت سے ایک مشین گن اور

دو طیارہ شکن گنیں برآمد ہوئی ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ ان گنوں سے صدر جنرل پرویز مشرف کے طیارے پر فائرنگ کی گئی تاہم پاک فوج نے اس کی تردید کی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ فائرنگ کے فوری بعد مکان میں رہائش پذیر ایک باریش مرد ایک عورت اور 2 بچوں کے ہمراہ فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ مکان کی چھت سے ایک مشین گن، 2 طیارہ شکن توپیں اور گولیوں کے 26 خول برآمد ہوئے۔ یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ جمعہ کے روز جب صدر مملکت کا خصوصی طیارہ یہاں سے گزرا تو اس پر زبردست فائرنگ کی گئی۔ امریکی خبر رساں ادارے کے مطابق یہ دہشت گردوں کی طرف سے صدر کے طیارے کو نشانہ بنانے کی کوشش تھی جو ناکام ہوگئی۔ ایک اور خبر رساں ادارے کے مطابق نامعلوم حملہ آور ٹائمنگ کی وجہ سے اپنے منصوبے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ لال مسجد کے ذرائع نے اس واقع کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے اعتراف کیا ہے کہ اس واقعے میں لال مسجد کے حامی ملوث ہیں۔ دریں اثناء مالاکنڈ کے علاقے چکدرہ میں فوجی قافلے پر خودکش حملے میں ایک میجر کیپٹن سمیت 6 جوان شہید ہوگئے جبکہ شمالی وزیرستان میں نامعلوم اغواء کاروں نے سیکورٹی اہلکار کو اغوا کرنے کی کوشش کی جس دوران جھڑپ میں 4 اغوا کار اور 3 قبائلی مارے گئے۔ بم تھانہ ملاکنڈ ایجنسی اور پل چوکی چکدرہ کے درمیان سڑکوں کے کنارے ایک سائیکل پر نصف کیا گیا تھا۔ حساس اداروں کی طرف سے وزارتِ داخلہ کو خودکش حملہ آوروں کی اسلام آباد میں داخل ہونے کی اطلاع دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ لال مسجد کے خلاف آپریشن پر کالعدم عسکری و جہادی تنظیموں کی طرف سے سخت مزاحمت اور ردِعمل بھی ممکن ہے۔ ان اطلاعات کو مصدقہ قرار دیا جاتا ہے کہ مولانا عبدالرشید کے ساتھ قبائلی علاقوں سے آئے تربیت یافتہ جنگجو موجود ہیں۔ سرحد میں سیکورٹی فورسز پر حملہ اور راولپنڈی میں طیارہ شکن توپ سے فائرنگ کی صورت میں ردعمل شروع ہوچکا ہے۔

صدر مملکت کے طیارے پر حملہ اور چکدرہ میں سیکورٹی فورسز پر خودکش حملہ کرنے والوں کا لال مسجد سے کوئی براہِ راست تعلق ہے یا نہیں، دونوں صورتوں میں یہ واقعات انتہائی تشویش ناک ہیں۔ اس ساری صورتِ حال کے بارے میں مختلف النوع باتیں کی جارہی ہیں۔ کچھ حلقے صدر کے طیارے کو نشانہ بنانے کی کوشش کرنے والوں اور چکدرہ میں سیکورٹی فورسز پر خودکش حملہ کرنے والوں کا تعلق براہِ راست لال مسجد سے جوڑتے ہیں اور استدلال کرتے ہیں کہ جن خودکش حملہ آوروں کی لال مسجد سے گاہے گاہے دھمکیاں دی جارہی تھیں، وہ یہی تھیں اور اب جبکہ

لال مسجد کے خلاف آپریشن اپنے انجام تک پہنچا دیا گیا ہے، ان حملہ آوروں نے اپنی کارروائیاں شروع کر دی ہیں تا کہ حکومت کوئی ایسا فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جائے جو لال مسجد میں موجود افراد کے مکمل طور پر حق میں نہ بھی جائے تو کم از کم ان کے ساتھ نرمی کا سلوک برتا جائے۔ ایک دوسری رائے یہ ہے کہ دراصل پچھلے روز صدر کے طیارے کو نشانہ بنانے کی کوشش کرنے والوں اور سیکورٹی فورسز پر حملہ کرنے والوں کا لال مسجد سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں لیکن ایک جیسے عقائد و نظریات کے باعث ان کی ہمدردیاں لال مسجد کے ساتھ ہیں لہٰذا اس وقت انہوں نے یہ کارروائیاں شروع کی ہیں جن کا مقصد بلاشبہ حکومت کو لال مسجد والوں سے نرمی کا برتاؤ کرنے پر مجبور کرنا ہے۔ اگرچہ یہ سب امکانات اور توقعات ہیں لیکن اس وقت جبکہ لال مسجد کا معاملہ اپنے انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ایک دم سے شرپسندوں کا حرکت میں آجانے کا یہی مطلب لیا جا رہا ہے کہ ان واقعات کا تعلق لال مسجد سے ہی ہے۔

لال مسجد کا معاملہ ایک عرصہ تک التواء میں رکھا گیا، دو مرتبہ آپریشن کی بھرپور تیاریوں کے باوجود آپریشن ملتوی کر کے مذاکرات کئے گئے۔ کوشش یہ کی جا رہی تھی کہ یہ معاملہ کسی خون ریزی کے بغیر ہی حل کیا جائے۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ بات حکومت کے علم میں تھی کہ لال مسجد والا معاملہ کوئی آسان نہیں کہ اطلاعات کے مطابق اندر ایسے جنگجو موجود تھے جن کی تربیت ملا داداللہ سے منسوب کی جا رہی ہے۔ مولانا عبدالرشید کا تعلق بھی ملا داداللہ سے بتایا جا رہا ہے اور ملا داداللہ سے تربیت پانے والوں میں کسی ایک ملک کے لوگ شامل نہیں تھے بلکہ ان میں ازبک، چیچن، پشتون، مصری، فلسطینی اور عرب بھی شامل تھے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ لال مسجد کو اب تک یرغمال بنا کر رکھنے والے جنگجو اردو یا پنجابی نہیں آئی اور زبان بول رہے تھے۔ اسی بناء پر یہ خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ یہاں کوئی غیر ملکی موجود ہیں جن کا براہِ راست تعلق افغانستان یا قبائلی علاقے کے جنگجوؤں سے اگر نہیں بھی تو ان کے عقائد و نظریات یکساں ہیں اور عقائد و نظریات کا یکساں ہونا ہی اصل تعلق ہوتا ہے۔ اس کی مثال عراق میں بھی دیکھنے کو ملی کہ امریکہ اور اتحادی افواج کے خلاف مسلح جدوجہد کرنے والے اگرچہ القاعدہ سے تعلق نہیں رکھتے لیکن انہوں نے ساری تنظیم سازی اور امریکہ یا اتحادی فوجوں کے خلاف جدوجہد القاعدہ کے عقائد و نظریات سے محبت کے باعث کی۔

لال مسجد کے معاملے پر تجزیہ نگاروں اور مبصرین کا کہنا تھا کہ آنے والے دنوں میں اس آپریشن کا افغانستان پر براہِ راست اور گہرا اثر پڑ سکتا ہے اور افغانستان کے جنگجو پاکستان کے چند

علاقوں کی صورتِ حال خراب کر سکتے ہیں۔ موجودہ صورتِ حال کو اسی تناظر میں دیکھا جائے تو نظر یہی آتا ہے کہ صدر کے طیارے کو نشانہ بنانے کی کوشش اور چکدرہ میں فوجی قافلے پر حملہ انہی عناصر کی کارروائی ہے جن کے خلاف پاکستان پچھلے کچھ عرصے سے کارروائیاں کرتا آرہا ہے۔ ان لوگوں کا لال مسجد سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں البتہ ان کے عقائد و نظریات ایک ہی ہیں۔ پچھلے روز باجوڑ کے چند انتہا پسندوں نے علی الاعلان کہا تھا کہ وہ لال مسجد کے خلاف آپریشن کا بدلہ لیں گے اور پبلک مقامات کے ساتھ ساتھ پیرا ملٹری فورسز کو بھی نشانہ بنائیں گے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو طالبان عقائد کے حامل ہیں اور پچھلے کچھ عرصے سے صوبہ سرحد کے کچھ علاقوں میں ویڈیو فلموں کی دُکانوں اور حجاموں کی دُکانوں پر حملے بھی انہی سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ لال مسجد انتظامیہ بھی کچھ عرصہ قبل ویڈیو سنٹروں کو بند کروانے کا کام کر رہی تھی چنانچہ کچھ حلقے باجوڑ کے جنگجوؤں کا تعلق بھی لال مسجد سے جوڑ رہے ہیں۔ بہرکیف یہ باتیں تو کسی انکوائری کے بعد ہی مصدقہ ہو سکتی ہیں۔

موجودہ صورتِ حال میں سب سے زیادہ پریشان کن امر یہ ہے کہ جس انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے حکومت ایک عرصہ سے جتن کر رہی ہے وہ نہ صرف یہ کہ ختم نہیں ہوئی بلکہ یوں لگتا ہے کہ پورے ملک میں پھیل چکی ہے۔ یہاں تک کہ وفاقی دارالحکومت بھی اس سے محفوظ رہ سکا۔ راولپنڈی کے علاقے اصغر مال سے طیارہ شکن توپوں کا ملنا بھی انتہائی تشویش ناک ہے۔ اس اعتبار سے کہ شرپسندوں کے پاس انتہائی مہلک اور بھاری اسلحہ موجود ہے اور خدانخواستہ وہ موقع ملنے پر اسے استعمال بھی کر سکتے ہیں۔ حساس اداروں کی خودکش حملہ آوروں کی اسلام آباد میں داخلے کی رپورٹ نے صورتِ حال کو مزید گمبھیر بنا دیا ہے۔ اس صورتِ حال سے عوام کا اضطراب یقینی ہے اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں کہ پاکستان کی اپنے محدود وسائل کے باوجود انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خاتمے کے لئے کی گی کوششیں کیا ہوئیں کہ شرپسند پاک فوج کے جوانوں کو بھی شہید کر رہے ہیں اور صدر کے طیارے تک کو نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ صورتِ حال بڑی مشکل اور پیچیدہ ہے اور مختلف سوالات کو بھی جنم دے رہی ہے کہ کیا شرپسندوں کی ممکنہ کارروائیوں سے خوفزدہ ہو کر لال مسجد کے معاملے سے دستبرداری کا اعلان کر دیا جائے یا پھر اپنے سخت مؤقف پر قائم رہا جائے اور اپنی بھرپور توجہ شرپسندوں کے ممکنہ حملہ کو ناکام بنانے پر دی جائے۔ حکومت کو اس حوالے سے انتہائی سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہوگا کیونکہ یہ بھی بتایا جا

رہا ہے کہ لال مسجد میں موجود افراد دراصل ان لوگوں کے ہاتھوں یرغمال ہو چکے ہیں جن کے حامی کارروائیاں کر رہے ہیں۔حکومت کو اس حوالے سے بلاشبہ صبر وتحمل اور احتیاط کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام بھی ایسے وقت میں خاص طور پر پبلک مقامات پر مشکوک افراد اور اشیاء کے بارے میں محتاط رہیں اور اس کے بارے میں حکام کو بھی آگاہ رکھیں۔

(روزنامہ خبریں،8 جولائی 2007ء)

دہشت گردوں کی بڑھتی ہوئی کارروائیاں اور حکومتی رٹ

ایک خبر کے مطابق صوبہ سرحد میں تحصیل بٹ خیلہ میں چکدرہ کے مقام پر فوجی قافلے پر ریموٹ کنٹرول دھماکے سے ایک میجر ایک لیفٹیننٹ اور دو فوجی شہید ہوئے جبکہ جیپ کا ڈرائیور شدید زخمی ہوگیا۔دیر بالا میں پیش آنے والے ایک اور واقعہ میں فرنٹیئر کور کے ایک قافلے کو بم سے اُڑانے کی کوشش ناکام ہوگئی۔البتہ قافلے میں شامل ایک گاڑی کو کافی نقصان پہنچا۔اسی طرح مینگورہ پولیس پارٹی پر فائرنگ سے ایک ڈی ایس پی سمیت تین اہل کار زخمی ہوگئے۔ایک اور خبر میں بتایا گیا ہے کہ شمالی وزیرستان ایجنسی کی تحصیل رزمک میں کیڈٹ کالج کے آفیسر کیپٹن فیصل کو اغوا کرنے کی کوشش میں چار اغوا کاروں سمیت سات افراد ہلاک جبکہ کیپٹن فیصل سمیت چار افراد شدید زخمی ہوگئے۔یہ صرف ایک روز میں پیش آنے والے واقعات ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ایسے واقعات ان علاقوں میں روزانہ کی بنیاد پر ہو رہے ہیں۔ایسے واقعات کے تسلسل کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ قبل ازیں جمعرات کے روز پشاور کے نواحی علاقے متنی میں نامعلوم حملہ آوروں کی فائرنگ سے چار پولیس اہلکار جاں بحق اور ایک ایف سی اہلکار سمیت دو زخمی ہوگئے تھے۔ادھر خیبر ایجنسی کی تحصیل لنڈی کوتل میں نامعلوم افراد نے رات اڑھائی بجے ایک فوجی چھاؤنی پر چار میزائل داغے تاہم ان سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔اس سے پہلے بدھ کے روز ایف آر بنوں کے قریب شمالی وزیرستان سے آنے والے سیکورٹی فورسز کے قافلے پر خودکش حملے کے نتیجے میں خودکش حملہ آور تین راہ گیر اور چھ فوجی اہلکاروں سمیت 10 افراد جاں بحق جبکہ 12 شدید زخمی ہوگئے۔ایسے واقعات صرف صوبہ سرحد ہی میں نہیں ہو رہے ہیں، صوبہ بلوچستان بھی انہی دہشت گردوں کی زد میں ہے۔ایک خبر کے مطابق دو روز قبل بلوچستان کے علاقہ ڈیرہ اللہ یار میں سائیکل پر نصب بم کے دھماکے کے نتیجے میں پولیس کانسٹیبل محمد اسحاق جاں بحق اور ایک اہلکار

سمیت چار افراد زخمی ہو گئے۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں بڑے تسلسل کے ساتھ جاری ایسے واقعات اس امر کے غماز ہیں ان علاقوں میں ملک دُشمن عناصر اور دہشت گرد ایک بار منظم ہو رہے ہیں اور اس بار فوجی اور پولیس کے قافلے ان کا خاص ہدف ہیں۔ ان عناصر کا سر اُٹھانا ظاہر کرتا ہے کہ ان علاقوں میں ماضی میں کئے گئے آپریشنوں میں ان عناصر کی قوت کو مکمل طور پر کچلا نہیں جا سکا اور اس صورتِ حال کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے وہ ایک بار پھر طاقت پکڑ رہے ہیں اور مضبوط ہو رہے ہیں۔ فوجی قافلوں اور پولیس پارٹیوں پر حملوں جیسے واقعات میں تیزی سے اضافے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ایسے عناصر کی سرکوبی کے لئے فوری طور پر اقدامات نہ کئے گئے اور کوئی ٹھوس لائحہ عمل اختیار نہ کیا گیا تو مستقبل میں یہ عناصر اتنی طاقت پکڑ لیں گے کہ ان کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا لہٰذا اس سلسلے میں فوری طور پر سوچ بچار کیا جانا چاہئے۔ جن علاقوں میں یہ واقعات رونما ہو رہے ہیں وہ وفاق کے زیر کنٹرول ایریاز ہیں، بعض پر صوبائی حکومت کی عملداری ہے یا پھر یہ بندوبستی علاقے ہیں اس کے باوجود ایسے واقعات کا تسلسل کے ساتھ رونما ہونا ان ایگزیکٹو اتھارٹیوں کی کارکردگی کو سوالیہ نشان بنا رہا ہے۔ بعض لوگ ان کے قلابے اسلام آباد میں جاری لال مسجد آپریشن سے ملا رہے ہیں تاہم یہ سوچ قرین قیاس محسوس نہیں ہوتی۔ وجہ کچھ بھی ہو ایسے واقعات کے سدباب کے لئے اقدامات کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے چنانچہ حکومت کو بغیر مزید وقت ضائع کئے گزشتہ چند روز کے دوران رونما ہونے والے دہشت گردی کے ان واقعات کی مکمل تحقیقات کرانی چاہئے۔ اس سے ایسے شواہد ضرور مل جائیں گے جن سے ان عناصر تک پہنچنا اور ان کے خلاف بھرپور کارروائی کرنے کی کوئی راہ نکل آئے گی۔ فاٹا ہو، قبائلی علاقے ہوں یا صوبائی کنٹرول میں آنے والے ایریاز، یہ سب پاکستان کے علاقے ہیں اور اپنے علاقوں کو سماج دُشمن اور ملک دُشمن عناصر سے پاک کرنا حکومت کی اولین ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس لئے حکومت کو اس سلسلے میں کسی بھی نوعیت کی غفلت یا کمزوری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔ پاکستان ہر نوعیت کی دہشت گردی کے خلاف ہے اور اس کے خلاف پچھلے کافی عرصے سے برسرِ پیکار ہے تاہم ہوتا یہ ہے کہ کسی حکومتی کارروائی کے بعد یہ عناصر وقتی طور پر پس منظر میں چلے جاتے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کا قلع قمع ہو گیا لیکن کچھ ہی عرصے بعد دوبارہ منظم ہو کر حکومتی رٹ کو چیلنج کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ان عناصر کے خلاف بھرپور کارروائی کی جائے تاکہ ان کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے اور یہ مستقبل میں حکومت یا عوام کے لئے پریشانی کا

باعث نہ بنیں۔ ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ سوات میں دو روز پہلے ہونے والے بم دھماکے اور پولیس سٹیشن پر راکٹ حملے کے بعد اس علاقے میں حفاظتی اقدامات مزید سخت کر دیئے گئے ہیں جبکہ امام ڈھیری کی کشیدگی صورت حال کے پیش نظر فرنٹیئر کور، ایف سی اور پولیس کو مختلف پہاڑوں پر تعینات کر دیا گیا ہے۔ کسی بھی علاقے میں دہشت گردوں کے خلاف آپریشن کے بعد اگر ایسے ہی حفاظتی انتظامات اور نگرانی شروع کر دی جائے تو اس سے ملک دشمن عناصر کو پھر سے سر اُٹھانے کا موقع نہیں ملے گا اور یوں فوجی قافلوں اور پولیس اہلکاروں کے ساتھ ساتھ عام لوگ بھی محفوظ ہو جائیں گے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ حکومت حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دہشت گردوں کی ان سرگرمیوں کو روکنے کے لئے ضرور مناسب اقدامات کرے گی اور یقیناً اس کے مثبت اثرات ونتائج بھی سامنے آئیں گے۔

(روزنامہ ایکسپریس، 8 جولائی 2007ء)

سوالات ہی سوالات

اطلاعات کے مطابق جمعہ کے روز جنرل پرویز مشرف کا طیارہ اسلام آباد سے تربت کے لئے روانہ ہوا تو اس پر قریب کے علاقے سے فائرنگ کی گئی۔ اخباری رپورٹس کے مطابق فائرنگ ایک ایسی مشین گن سے کی گئی جسے طیارہ شکن گن میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ تاہم آئی ایس پی آر کے ڈائریکٹر جنرل میجر جنرل ارشد وحید نے ان اطلاعات کی سختی سے تردید کی ہے اور کہا ہے کہ صدر پرویز کے طیارے پر فائرنگ کا کوئی واقعہ نہیں ہوا لیکن ریاستی اداروں نے ایک گھر کو گھیرے میں لے کر اس کی تلاشی لی تو وہاں سے مشین گن برآمد ہوئی۔ بعض اطلاعات کے مطابق جائے وقوع سے تین مشین گنیں برآمد ہوئیں۔ اس سلسلے کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ جس واقعہ کی فوری طور پر واضح تردید کر دی گئی اس کو مغربی ذرائع ابلاغ نے غیر معمولی اہمیت دی اور نہ صرف مغربی ذرائع ابلاغ میں کئی گھنٹوں تک اس خبر کا چرچا رہا بلکہ امریکہ کے اعلیٰ اہلکاروں نے بھی اس پر فوری تبصرے کو ضروری خیال کیا۔ امریکہ کے اسسٹنٹ سیکرٹری آف اسٹیٹ نیگرو پونٹے سے یہ بیان منسوب ہوا کہ اس وقت رات ہے مگر صبح کے بعد اس سلسلے میں رابطہ کیا جائے گا۔ اطلاعات کے مطابق اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ترجمان سین میک کورمک نے جمعہ کے روز بریفنگ میں کہا کہ انتہا پسند امریکہ اور جنرل پرویز دونوں کے لئے خطرہ ہیں۔ تاہم روزنامہ ڈان کراچی کی رپورٹ کے

مطابق ترجمان نے جنرل پرویز مشرف کو صدر کے بجائے جنرل کہہ کر مخاطب کیا تاہم جب ترجمان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ شعوری طور پر ایسا کر رہا ہے تو ترجمان نے کہا کہ جنرل سے ان کی مراد صدر ہی ہے۔ ہماری قومی تاریخ کا المناک ترین پہلو یہ ہے کہ ساری دُنیا کو معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان میں کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے لیکن قوم ہمیشہ اندھیرے میں رہتی ہے۔ یہاں تک کہ ملک دو ٹکڑے ہو رہا تھا اور ہمارے 90 ہزار فوجی بھارت کے سامنے ہتھیار ڈال رہے تھے تو بھی قوم لاعلم ہی تھی۔ قوم کے باشعور حلقے عرصے سے محسوس کر رہے ہیں کہ ملک میں کوئی کھیل ہو رہا ہے لیکن کھیل کی نوعیت کیا ہے؟ کسی کو معلوم نہیں۔ ہم 11 ستمبر سے حکمرانوں کے بقول امریکا کے اتحادی ہیں مگر جماعت اسلامی کے مرکزی نائب امیر پروفیسر عبدالغفور احمد نے سینیٹر کی حیثیت سے سینیٹ میں سوال اُٹھایا کہ امریکہ کے ساتھ ہم نے کن شرائط پر سمجھوتہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب دیا گیا کہ معاملہ حساس ہے اور اسے سینیٹ میں زیر بحث نہیں لایا جاسکتا۔ حالانکہ سینیٹ اعلیٰ ترین ادارہ اور وفاق کی علامت ہے۔ اس وقت ملک جن خطرات میں گھرا ہوا ہے ان کا تقاضا ہے کہ قوم کو اعتماد میں لیا جائے لیکن حکمران قوم کو اعتماد میں لینے کے بجائے قوم کی بداعتمادی اور بے اعتباری بڑھانے کے لئے کوشاں ہیں۔ لال مسجد اور جامع حفصہ کا معاملہ جنوری سے چل رہا ہے اور کسی کو نہیں معلوم کہ اصل قصہ کیا ہے؟ اب وہاں پانچ روز سے لاشیں گر رہی ہیں، لوگ زخمی ہو رہے ہیں۔ مگر کسی کو نہیں معلوم کہ جو کچھ ہو رہا ہے کیوں ہو رہا ہے۔ جنرل پرویز کے طیارے پر فائرنگ ہوئی ہے یا نہیں 16 کروڑ عوام اس سے لاعلم ہیں اور وہ یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ حکمرانوں نے تردید کی ہے تو فائرنگ نہیں ہوئی ہوگی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ پھر مغربی ذرائع ابلاغ اور امریکہ نے اس واقعے میں اتنی زیادہ دلچسپی کیوں لی؟ کاش کوئی قوم کو اس سوال ہی کا جواب دے دے۔ عام طور پر امریکا اس طرح کے واقعات پر فوری تبصرہ بھی نہیں کرتا اور اس کے اعلیٰ اہلکار فوراً متحرک بھی نہیں ہوتے۔ لیکن اب ایسا ہوا ہے تو کیوں ہوا ہے؟ یقیناً جنرل پرویز کے طیارے پر فائرنگ نہیں ہوئی ہوگی لیکن ایک گھر سے مشین گن یا مشین گنیں برآمد ہوئی ہیں، سوال یہ ہے کہ اسلام آباد کے حساس ترین علاقے میں اتنے بھاری ہتھیار برآمد ہوتے ہیں تو اس کے کیا معنی ہیں؟ اس وقت ہماری قومی زندگی ایسے ہی سوالات سے گھری ہوئی ہے۔ ساری دُنیا میں قوموں کو چیلنج درپیش ہوتے ہیں تو وہ اندر سے خود کو مضبوط کرتی ہیں، اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرتی ہیں، اپنی طرزِ عمل کا جائزہ لیتی ہیں۔ لیکن وطن عزیز کے لئے خطرات جیسے جیسے بڑھ رہے ہیں حکمران قوم کو اندر سے

کمزور کر رہے ہیں۔قوم کی صفوں کا انتشار ان کا واحد ہدف ہے اور وہ اپنی طرز عمل کا جائزہ لینے کے بجائے غلطیوں کی تعداد بڑھانے میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ یہ کتنی عجیب و غریب بات ہے کہ مذہبی اُمور کے وفاقی وزیر اعجاز الحق ایک جانب غیر جانبدار لوگوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ لال مسجد کا تنازعہ حل کرنے میں حکومت کی مدد کریں اور متحدہ مجلس عمل کے رُکن قومی اسمبلی میاں اسلم اس سلسلے میں متحرک ہوتے ہیں تو انہیں غائب کرا دیا جاتا ہے۔حکومت کی اپیل اور اجازت پر امیر جماعت اسلامی اسلام آباد سید بلال آگے بڑھتے ہیں تو گرفتار کر لئے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے متحدہ مجلس عمل کے صدر اور امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد نے کہا ہے کہ اپنی ہی قوم کے لوگوں کو قتل کر کے فتح کا پرچم لہرانا دانش مندی نہیں ہے اور اس کے ذریعے فوج اور عوام میں دوری پیدا کی جا رہی ہے۔لیکن یہ کام کون کر رہا ہے اور کیوں کر رہا ہے؟ یہ بجائے خود ایک اہم سوال ہے۔

(روزنامہ جسارت، کراچی، 8 جولائی 2007ء)

لال مسجد اور جامعہ حفصہ آپریشن، معاہدے کے بعد طاقت کا استعمال

جامعہ حفصہ اور لال مسجد کا مسئلہ طاقت کے ذریعہ حل کرنے کا بالآخر وہی نتیجہ برآمد ہوا جس کا تصور ہی گزشتہ آٹھ روز سے قوم کے لئے سوہان روح بنا ہوا تھا۔آج پوری قوم کی آنکھیں نم ہیں اور دل غم میں ڈوبے ہوئے ہیں طاقت اور اختیار و اقتدار والوں کی بے تدبیریوں پر ماتم کناں ہیں۔

جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں 10 جولائی کو نمازِ فجر سے پہلے سیکورٹی فورسز کی جانب سے شروع کئے گئے فیصلہ کن آپریشن کے نتیجہ میں جامعہ اور مسجد کے اندر مولانا عبدالرشید غازی اور ان کے ساتھیوں سمیت کتنی انسانی ہلاکتیں ہوئیں اور سیکورٹی فورسز کے کتنے جوان اور افسران کو اس آپریشن میں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔اس بارے میں ابھی تک کوئی حتمی تعداد سامنے نہیں آسکی۔غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق آپریشن کے دوران جامعہ حفصہ کے اندر ایک سو سے زائد افراد اور سیکورٹی فورسز کے 12 ارکان جاں بحق ہو گئے ہیں جبکہ زخمیوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ میڈیا کے لئے اطلاعات کے ذرائع محدود و مفقود کر دیئے گئے ہیں۔محض آئی ایس پی آر کے ترجمان کی جاری کردہ اطلاعات و اعلانات پر ہی تکیہ کیا جا رہا ہے جبکہ یہ یکطرفہ اطلاعات بھی دل

دہلانے کا باعث بنی ہوئی ہیں۔

قوم حیران اور پریشان ہے کہ پہلے آپریشن کو غیر ضروری طور پر طول دیا گیا۔ مولانا عبدالرشید غازی اپنے اور اپنے ساتھیوں بشمول خاندان کے ارکان کے لئے محفوظ راستے کے عوض جامعہ حفصہ، جامعہ فریدیہ، لال مسجد اور چلڈرن لائبریری سمیت سب کچھ قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے مگر حکومت کی جانب سے سات روز تک یہی اصرار کیا جاتا رہا کہ وہ ہاتھ اٹھا کر باہر آجائیں اور خود کو سرنڈر کر دیں۔ صدر جنرل پرویز مشرف نے بھی اپنے دورہ بلوچستان کے دوران انتہائی سخت گیر لہجے میں وارننگ دے دی کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد والے سرنڈر کر دیں ورنہ مارے جائیں گے۔ پھر ساتویں روز جبکہ اس وقت تک دو درجن سے زائد انسانی جانیں ضائع ہو چکی تھیں۔ علماء کرام کے ایک وفد سے وزیر اعظم شوکت عزیز کی ملاقات اور سپریم کورٹ کی جانب سے جامعہ حفصہ آپریشن کا نوٹس لئے جانے کے بعد اچانک حکومتی رویہ میں لچک پیدا ہو گئی۔ برسر اقتدار مسلم لیگ کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین کی قیادت میں چار وفاقی وزراء، نامور علماء کرام جن میں مفتی محمد رفیع عثمانی اور وفاق المدارس کے سیکرٹری مولانا حنیف جالندھری، معروف سماجی رہنما عبدالستار ایدھی اور ان کی اہلیہ بلقیس ایدھی پر مشتمل ایک مذاکراتی وفد جامعہ حفصہ کی جانب روانہ کر دیا گیا۔ اس وفد میں شامل دو وفاقی وزراء اعجاز الحق اور محمد علی درانی کے بارے میں جامعہ حفصہ اور لال مسجد کی انتظامیہ کے تحفظات تھے اس کے باوجود مولانا عبدالرشید غازی کا اس وفد کے ساتھ ٹیلی فونک مذاکرات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو کم و بیش گیارہ گھنٹے تک جاری رہا اور مولانا عبدالرشید غازی کے اصرار پر مولانا فضل الرحمٰن خلیل کو بھی بطور خاص بلوا کر مذاکرات میں شامل کیا گیا۔ اُمید کی مضبوط کرن پھوٹتی نظر آئی اور باہمی مذاکرات کے نتیجہ میں معاملہ فہم و فراست سے طے ہونے کا یقین ہونے لگا۔ مفتی رفیع عثمانی تو اتنے زیادہ پراُمید تھے کہ قوم کو تہجد سے پہلے پہلے بڑی خوشخبری ملنے کا اعلان کر رہے تھے، معاہدہ لکھا گیا، اس کی جزیات تک طے ہو گئیں۔ مولانا عبدالرشید غازی کو پڑھ کر سنا دیا گیا، ان کی رضامندی حاصل کر لی گئی اور معاہدہ طے پانے کی خوشی میں مٹھائی تک تقسیم کر دی گئی مگر پھر یکایک سارا معاملہ اُلٹ گیا۔ مفتی رفیع عثمانی نے انتہائی دُکھ بھرے لہجے میں اعلان کیا کہ علماء کرام کے اتفاق رائے سے طے پانے والا معاہدہ ایوان صدر جا کر تبدیل ہو گیا ہے۔ چوہدری شجاعت حسین نے جامعہ حفصہ کے باہر سے واپس لوٹتے ہوئے کہا میں کبھی مایوس نہیں ہوا مگر آج میں مایوس واپس لوٹ رہا ہوں۔ مولانا عبدالرشید

غازی نے میڈیا کے ارکان سے فرداً فرداً آخری ٹیلی فونک رابطہ کیا، گولیوں سے چھلنی اپنی ضعیف والدہ کی جاں کنی کی حالت سے آگاہ کیا اور دُکھ بھرے لہجے میں اس امر کا اظہار کیا کہ ہم تو معاہدے پر رضامند ہو چکے تھے مگر لگتا ہے کہ حتمی فیصلہ کرنے والوں کو یہ معاہدہ قبول نہیں ہوا اس لئے اب ہم جام شہادت نوش کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے خلاف فیصلہ کن آپریشن شروع کر کے تہجد اور فجر کی اذان اور نماز کی ادائیگی کی نوبت بھی نہ آنے دی گئی۔ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے اندر سب کچھ تہس نہس کر دیا گیا۔ باخبر ذرائع کا یہی کہنا ہے کہ معاہدے کے ڈرافٹ کی تبدیلی سے آپریشن کے آخری حکم تک سب کچھ ایوانِ صدر میں طے ہوا۔ اگر مذاکرات کامیاب ہو گئے تھے اور معاہدہ طے پا گیا تھا تو پھر آپریشن کر کے جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں موجود افراد کو خون میں نہلانے، سیکورٹی فورسز کے افسران اور اہل کاروں کی زندگیوں کو خطرے میں ڈالنے اور وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کی فضاؤں میں دہشت پھیلانے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ اس حوالے سے بعض ذمہ دار حلقوں کا یہ الزام درست نظر آتا ہے کہ امریکہ کو یہ معاہدہ قبول نہیں تھا اس لئے اس پر عملدرآمد کی نوبت نہیں آنے دی گئی کیونکہ امریکہ کو پہلے وزیرستان میں حکومت کی جانب سے مقامی طالبان اور قبائلیوں کے ساتھ طے کئے گئے معاہدہ پر بھی سخت غصہ تھا۔ چنانچہ امریکی احکام کی روشنی میں خواتین اور جامعہ حفصہ میں مقیم معصوم اور یتیم بچوں کی زندگیوں کی پرواہ کئے بغیر جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے آپریشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ضروری سمجھا گیا ہوگا۔

یہ سطور لکھے جانے تک اس آپریشن کے دوران جامعہ حفصہ کے اندر سے سیکورٹی فورسز کی سخت مزاحمت کا سامنا کرنے کی اطلاعات آ رہی تھیں۔ ریاستی طاقت کے اندھے اور بے دریغ استعمال کے دوران بھی اگر مزاحمت جاری تھی تو تصور کیا جا سکتا ہے کہ مزاحمت کرنے والے کس جذبے سے سرشار ہوں گے۔

جامعہ حفصہ کی انتظامیہ کی جانب سے معاشرے کی اصلاح اور نفاذِ شریعت کے لئے جو مطالبات کئے گئے، انہیں منوانے کا طریق کار یقیناً غلط ہوگا مگر یہ مطالبات ہرگز غلط نہیں ہیں۔ جبکہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کی انتظامیہ کو طاقت کے ذریعہ کچلنے کے ردِ عمل میں اب ملک کے مختلف حصوں میں ان مطالبات میں شدت بھی آ سکتی ہے اور مطالبات کرنے والوں کی جانب سے ایسا راستہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے جو امن و امان کے لئے مستقل خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔

چنانچہ بادی النظر میں یہی محسوس ہوتا ہے کہ حکومت نے دہشت گرد اور انتہا پسندی کو ختم کرنے کے نام پر اپنے شہریوں کا خون بہا کر اور ان کے خلاف طاقت کا استعمال کر کے اپنے اور ملک کے لئے ایک نئی مصیبت کھڑی کر لی ہے۔ جامعہ حفصہ اور لال مسجد آپریشن کے بعد اب ملک بھر کے دینی مدرسوں پر خطرے کی تلوار لٹک رہی ہے جن کی باخبر ذرائع کے مطابق حکومتی ایجنسیوں کی جانب سے نگرانی بھی شروع کر دی گئی ہے۔ اگر حکومت دینی مدرسوں کو ختم کرنے کی پالیسی پر گامزن رہی تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ حکومت امریکہ اور اس کی اتحادی اسلام دشمن طاغوتی قوتوں کی خواہش پر ملک میں اسلامی تعلیمات سمیت شعائر اسلامی کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ اس حوالے سے حکومت کو یقیناً عوام اور دینی مدرسوں کی سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے ہماری ملکی اور قومی سالمیت بھی خطرات کی زد میں آسکتی ہے اس لئے حکومت کو جامعہ حفصہ آپریشن کے بعد اب عوام کے جذبات سے کھیلنے اور دینی مدارس کے لاف کارروائی عمل میں لانے کی پالیسی ترک کر دینی چاہئے اور لادین مغربی روشن خیالی کو ہمارے اسلامی معاشرے پر مسلط کرنے والے عناصر کی سرپرستی سے گریز کرنا چاہئے۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے آپریشن کے معاملہ میں ایک جامع عدالتی انکوائری کرائی جائے اور اس کی رپورٹ بھی منظر عام پر لائی جائے تاکہ عوام اصل حقیقت سے آگاہ ہوسکیں اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوسکے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 11 جولائی 2007ء)

ایک اور سیاہ دن، ایک اور تاریخی سانحہ

پیر کے روز وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں جو کچھ ہوا اور لال مسجد تنازع کے "حل" کے لئے جس طرح طاقت کا استعمال کیا گیا اور دونوں جانب سے مسلسل فائرنگ اور خون ریز تصادم کے نتیجے میں بیسیوں افراد جاں بحق ہو گئے، اسے اگر سقوط مشرقی پاکستان کے بعد پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا سانحہ قرار دیا جائے تو شاید بے جا نہیں ہوگا، منگل کی شام تک ملنے والی اطلاعات کے مطابق لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے اندر موجود افراد کی جانب سے سخت مزاحمت جاری تھی۔ اس دوران انسانی جانوں کے ضیاع اور مسجد و مدرسے کے تقدس کی پامالی پر پوری قوم دم بخود اور پورا عالم اسلام حیران پریشان ہے، اگر کہیں شادیانے بج رہے ہیں تو وہ صرف اسلام اور

مسلمانوں کے دشمنوں کے گھر ہی ہو سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ کسی اسلام دشمن ملک میں نہیں ہو رہا بلکہ بھارت جیسے اسلام دشمن ملک میں کسی مدرسے یا مسجد کے خلاف آج تک اس نوعیت کی کارروائی نہیں ہوئی جیسی اس وقت پاکستان کے مرکزی دارالحکومت میں ہو رہی ہے اور اس کے ہوتے ہوئے اب شاید بھارت کے مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑا سوال یہ بھی پیدا ہو چکا ہے کہ یہی کچھ کرنا تھا تو پاکستان بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اس لا حاصل معرکہ آرائی میں جہاں جگ ہنسائی کا سامان بھی کم نہیں وہاں جو بے گناہ بچے، بچیاں اور کڑیل جوان مارے گئے، وہ سب ہی مسلمان اور سارے ہی پاکستانی تھے ان کا خون ناحق آخر کس کے سر پہ ہے؟ کس کی نااہلی اور بے تدبیری بلکہ بدتدبیری سے معاملات طاقت کے اس اندھا دھند اور بے محابہ استعمال تک پہنچے؟ اس سوال کا جواب تلاش کئے بغیر اب ملک کو مستقبل کے خطرات سے نہیں بچایا جا سکے گا۔

اس معاملے پر لال مسجد انتظامیہ نے جو موقف اور طرزِ عمل اختیار کیا اس کو ملک کے تمام سیاسی حلقوں بلکہ خود دینی حلقوں نے بھی غلط اور نامناسب کہا لیکن دوسری جانب اس پورے قضیے سے متعلق حکومت کے طرزِ عمل کا سوال سب سے اہم ہے۔ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ حکومت نے خود لال مسجد انتظامیہ سے مذاکرات اور معاہدے کئے اور خود ہی ان کی خلاف ورزی بھی کرتی رہی جس سے معاملات بگڑتے گئے، حالیہ آپریشن کے آغاز پر حکومت نے لال مسجد انتظامیہ سے مذاکرات نہ کرنے کا اعلان کیا لیکن لال مسجد میں موجود افراد کی جانب سے شدید مزاحمت اور علماء کی مصالحانہ کوششوں کے بعد حکومت مذاکرات پر آمادہ ہوئی۔ اس سے اس قضیے کے پرامن حل کی ایک اُمید پیدا ہوئی اور اس پر تمام قومی حلقوں نے مسرت کا اظہار کیا لیکن پھر کیا ہوا؟ اس کی تفصیل مذاکرات میں شامل علماء نے منگل کی شام ایک ہنگامی پریس کانفرنس میں بتا دی ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حکومت اس معاملے کے پرامن حل میں کتنی سنجیدہ تھی؟

علماء کی جانب سے جاری کردہ پریس نوٹ کے مطابق حالات کو اس سنگینی کی طرف جانے سے روکنے کے لئے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سربراہ مولانا سلیم اللہ خان اپنے رفقاء مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا زاہد الراشدی، مولانا ڈاکٹر عادل خان، مفتی محمد، مولانا حکیم محمد مظہر، مولانا مفتی محمد نعیم اور دیگر علماء کرام کے ہمراہ 9 جولائی کو اسلام آباد پہنچے تا کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف حکومتی آپریشن سے پیدا شدہ صورتِ حال پر حکومت سے بات چیت کی جا سکے اور مزید خون ریزی کے

امکانات کو روکتے ہوئے مسئلہ کے پرامن حل کا کوئی راستہ نکالا جا سکے۔ اس وفد نے حکمران مسلم لیگ کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین، وزیر اعظم شوکت عزیز اور وفاقی وزیر مذہبی اُمور اعجاز الحق کے ساتھ تفصیلی گفتگو کی جبکہ اس گفتگو کے مختلف مراحل میں وفاقی وزراء محمد علی درانی، طارق عظیم اور نصیر خان، انجینئر امیر مقام، کمانڈر خلیل بھی شریک رہے اور وزیر اعظم کے ساتھ ملاقات میں تمام اہم امور پر اصولی اتفاق رائے ہو گیا، ان طویل مذاکرات کے دوران لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے منتظم مولانا عبدالرشید غازی سے بھی ٹیلی فون پر تفصیلی گفتگو ہوتی رہی اور آخری مجلس میں مولانا عبدالرشید غازی کے اصرار پر ان کے نمائندہ کے طور پر مولانا فضل الرحمان خلیل کو بھی شامل کر لیا گیا، اس طویل گفتگو اور وزیر اعظم کے ساتھ اتفاق رائے کے بعد اس کی تفصیلات طے کرنے کے لئے چوہدری شجاعت حسین، محمد علی درانی، اعجاز الحق اور طارق عظیم کے ساتھ شام کو طویل ملاقات ہوئی اور ایک متفقہ فارمولا طے پایا جسے فون پر مولانا عبدالرشید غازی کو بھی سنا دیا گیا اور انہوں نے بھی اس سے اتفاق کر لیا۔

یہ مصالحتی فارمولا طارق عظیم اور مولانا زاہد الراشدی نے مشترکہ طور پر تحریر کیا جس پر فریقین کے اتفاق کے بعد جب دستخط کرنے کا مرحلہ آیا تو چوہدری شجاعت حسین اور ان کے رفقاء نے کہا کہ اس کی حتمی منظوری کے لئے اسے ایوان صدر لے جانا ضروری ہے۔ یہ علماء کے وفد کے لئے تعجب خیز امر تھا کیونکہ اس مصالحتی فارمولے کو ان بنیادی نکال کی روشنی میں تحریر کیا گیا تھا جو اسی روز وزیر اعظم کے ساتھ طویل مجلس میں اُصولی طور پر طے کئے گئے تھے اور اب چوہدری شجاعت حسین اور ان کے رفقاء کے اتفاق سے مشترکہ طور پر لکھے گئے تھے، یہ مسودہ لے کر چوہدری شجاعت حسین ایوان صدر چلے گئے اور کم و بیش دو گھنٹے کے بعد واپس آئے تو ان کے پاس ایک نیا تحریر کردہ فارمولا تھا جس میں سابقہ فارمولے کی بنیادی باتوں کو جن پر علماء نے عبدالرشید غازی کو بمشکل تیار کیا تھا، تبدیل کر دیا گیا تھا اور انہوں نے آتے ہی یہ کہہ دیا کہ اب اس میں رد و بدل نہیں ہو سکتا یہ حتمی بات ہے جس کا "ہاں" یا "ناں" میں جواب مطلوب ہے اور ہمارے پاس اس مقصد کے لئے صرف نصف گھنٹہ ہے اس کے بعد ہم اس کے لئے مزید وقت نہیں دے سکتے۔

وفاق المدارس کے مطابق متفقہ فارمولا کے جو نکات تبدیل کر دیئے گئے وہ نکات درج ذیل ہیں:

☆ متفقہ فارمولا میں تحریر تھا کہ مولانا عبدالرشید غازی کو ان کے خاندان اور ذاتی سامان

سمیت ان کے گاؤں کے گھر میں بحفاظت منتقل کر دیا جائے گا لیکن نئی تحریر میں جو الفاظ درج کئے گئے ان کا مطلب کسی گھر میں ان کی منتقلی اور ان کے خلاف قانونی کارروائی تھا۔

☆ متفقہ فارمولا میں یہ طے پا گیا تھا کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں موجود طلبہ اور دیگر افراد جو مولانا عبدالرشید غازی کے ہمراہ باہر آئیں گے، محفوظ مقام پر منتقل کرنے کے بعد ان کے معاملات کو انکوائری کی جائے گی اور جو افراد جامعہ حفصہ کا تنازعہ شروع ہونے سے قبل کسی کیس میں مطلوب نہیں ہوں گے انہیں ان کے گھر بھجوا دیا جائے گا جبکہ مطلوب افراد کے معاملات قانون کے مطابق عدالتوں کے ذریعہ طے کئے جائیں گے مگر نئے فارمولا میں اسے تبدیل کر دیا گیا۔

☆ متفقہ فارمولا میں لکھا گیا تھا کہ مولانا عبدالرشید غازی کے الگ ہو جانے کے بعد لال مسجد کا انتظام محکمہ اوقاف اسلام آباد کے سپرد ہوگا اور جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کو وفاق المدارس کے کنٹرول میں دے دیا جائے گا اور جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ سے متعلقہ قانونی معاملات اور لال مسجد کے انتظامی امور حکومت اور وفاق المدارس کے باہمی مشورہ سے طے ہوں گے، اس شق کو بھی تبدیل کر دیا گیا جبکہ یہ امور ایسے تھے جو عبدالرشید غازی کی طرف سے بطور شرط پیش کئے گئے تھے اور انہیں اس پر اصرار تھا۔ چنانچہ بنیادی امور کی تبدیلی کے بعد وہ مصالحتی فارمولا جو حکومت اور وفاق المدارس کی مشترکہ مذاکراتی ٹیم کے درمیان باہمی اتفاق رائے سے طے ہوا تھا چونکہ باقی نہیں رہا اس لئے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے وفد کے لئے اس معاملہ سے الگ ہو جانے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا۔ اس لئے مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا زاہد الراشدی، مولانا ڈاکٹر عادل خان اور ان کے دیگر رفقاء پر مشتمل جو ٹیم شام چھ بجے سے لال مسجد کے قریب حکومت کے مقرر کردہ ٹاکنگ پوائنٹ پر موجود تھی، رات اڑھائی بجے مایوس ہو کر یہ کہتے ہوئے واپس آگئی کہ متفقہ بنیادی نکات تسلیم نہ کئے جانے کے باعث اس نئے تحریر کردہ فارمولا کی بنیاد پر ہونے والے معاہدے میں ہم کوئی ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کے رُکن اور پاکستان شریعت کونسل کے

سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی نے کہا کہ وفاقی وزراء منگل کی صبح سے مسلسل کہہ رہے ہیں کہ فارمولا تبدیل نہیں کیا گیا تھا بلکہ اسے قانونی زبان دی گئی ہے، میں طارق عظیم کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ تحریر جو انہوں نے نکات کی صورت میں اپنے ہاتھ سے لکھی تھی اور وہ تحریر جو ان نکات کی بنیاد پر میں نے فارمولا کی شکل میں لکھی تھی اور اس کے بعد وہ تحریر جو وہ ایوانِ صدر سے لکھوا کر لائے تھے، یہ تینوں تحریریں طارق عظیم کے پاس ہیں اور رات ہمارے مطالبہ کے باوجود انہوں نے ہمیں نہیں دیں، وہ تینوں تحریروں کو پریس کے لئے جاری کر دیں لوگ خود فیصلہ کر لیں گے کہ کون جھوٹ بول رہا ہے اور کس نے معاہدہ سے انحراف کیا ہے۔

وفاق المدارس العربیہ کے وفد کے علماء کی بیان کردہ ان تفصیلات سے یہ امر بالکل واضح ہے کہ لال مسجد تنازع کو پرامن طریقے سے حل کرنے کی خود حکمران جماعت کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین اور دیگر زعماء کی کوششوں کو ایک بار پھر سبوتاژ کر دیا گیا اور پاک فوج اور دینی حلقوں کو لڑانے کی نادیدہ قوتوں کی سازش کا ایک اور مرحلہ کامیابی کے ساتھ طے کروایا گیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاملات کو نہ صرف دانستہ طول دیا گیا ہے بلکہ ایسا طریقہ کار اختیار کیا گیا کہ کسی مرحلے پر معاملات حل ہوتے نظر آئے تو نادیدہ ہاتھوں نے اسے سبوتاژ کر کے چھوڑا، اس سانحے سے حکومت بری الذمہ نہیں ہو سکتی کہ وہ چاہتی تو یہ معاملات سر اٹھانے سے قبل ہی ختم کئے جا سکتے تھے مگر ایسا نہیں کیا گیا، تاریخ پاکستان میں پہلی بار کسی مسجد اور مدرسہ پر خود اس کی اپنی سیکورٹی فورسز نے نہ صرف فائرنگ اور گولہ باری کی بلکہ بکتر بند گاڑیاں، ٹینک اور گن شپ ہیلی کاپٹر بھی اتنی بڑی تعداد میں لائے گئے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ آخر اس مسجد و مدرسے میں کس قدر بھاری اسلحہ اور کتنی بڑی فوج ہے جس کے لئے اتنا اہتمام کرنا پڑا، کیا کسی دشمن ملک کی فوج نے پاکستان پر حملہ کر دیا تھا؟ یقیناً ایسا نہ تھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ کسی اور شیطانی دماغ کی کارستانی تھی ورنہ اتنے بڑے پیمانے پر خونریزی نہ ہوتی۔ یہ سانحہ کتنا المناک، شرمناک اور خطرناک ہے، اس سے ملک و قوم کا کتنا نقصان ہوا ہے اور اس سانحے کے ملک کے مستقبل پر کیا اثرات پڑیں گے؟ اس وقت تو اس کا محض تصور ہی کیا جا سکتا ہے۔

(روزنامہ اسلام، 11 جولائی 2007ء)

لال مسجد کا بحران: جمہوریت واحد حل ہے

اس بات سے انکار کرنا جہالت ہے کہ لال مسجد کے اندر ہونے والی کارروائیوں سے حکومت بے خبر تھی۔ اب جب الیکٹرونک میڈیا کو آزادی ملی ہے تو کئی چہروں سے نقاب سرک رہے ہیں۔ مزید مذہبی امور اعجاز الحق سے متعلق ہر بات ریکارڈ پر ہے کہ موصوف نے متعدد مرتبہ یہاں ہونے والی غیر قانونی کارروائیوں پر دونوں برداران کو حکومتی شکنجے سے نکالا کیونکہ ان کے والد گرامی حضرت مولانا محمد عبداللہ سے جنرل ضیاء الحق کے قریبی مراسم تھے جس کے بعد یہ سلسلہ ان کی اولادوں میں منتقل ہوا اور کچھ عرصہ پہلے تک بڑے زور و شور سے جاری تھا۔

لال مسجد میں ہونے والے اعلانات اور ان سے جنم لینے والے خدشات سے حکومت نے اس طرح آنکھیں بند کی ہوئی تھیں جیسے صحرائی طوفان سے بچنے کے لئے کچھ جانور ریت میں گردن دبا لیا کرتے ہیں۔ سول سوسائٹی میں علمائے کرام خصوصاً اس مکتب فکر کے علمائے کرام جن سے غازی برادران اپنی نسبت قائم کرنے میں اس صورت حال پر شاکی تھے۔ وہ ظاہر اور پوشیدہ دونوں طرح ان کو سمجھا چکے تھے اور اسلام نافذ کرنے کے اس انداز پر سراپا احتجاج بھی تھے کہ ان کے مطابق اس طرح اسلام تو نافذ نہیں ہوسکتا البتہ علمائے کرام پر متشدد اور دہشت گرد ہونے کے مزید لیبل ضرور چسپاں ہو جائیں گے لیکن اقتدار کا نشہ سر چڑھ کر بولتا ہے۔ اس نقار خانے میں طوطی کی سنتا ہی کون تھا؟

اس صورت حال پہ ہمسایہ ملک کے معروف صحافی کلدیپ منیر نے بلی ''ٹیٹی'' کرنا ضروری جانا۔ ہندوستان ٹائمز کے شمارہ 5 جولائی میں انہوں نے ایک کالم بعنوان ''لال مسجد کا بحران، جمہوریت واحد حل ہے'' لکھا، ملاحظہ فرمائیں:

اسلام آباد ایک کھلا شہر ہے، اس کی سڑکیں چوڑی ہیں اور اس میں دُور دُور تک گھنے درخت اور سبزہ نظر آتا ہے۔ بیش قیمت مکانات بڑی خوبصورتی سے مختلف سیکٹروں میں ایستادہ ہیں۔ ہر سیکٹر کی اپنی مارکیٹیں، طعام گاہیں اور مساجد ہیں۔ صدر جنرل محمد ایوب خان، جنہوں نے اس شہر کی بنیاد رکھی تھی، کے ذہن میں ہمسائیگی کا تصور تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ مختلف صوبوں اور

نظریات کے لوگ ایک کمیونٹی کی طرح مل جل کر رہ رہیں۔ لال مسجد، جس کے انتہا پسند دینی طلبہ اور سرکاری فورسز میں منگل کے روز تصادم شروع ہوا، اسی شہر کی مساجد میں سے ایک ہے جو سفارتی رہائش گاہوں، ایوان صدر، قومی اسمبلی اور سپریم کورٹ کی عمارات سے زیادہ دور نہیں۔ یہ مسجد ایک عبادت گاہ سے زیادہ دینی مدرسے (جامعہ حفصہ) میں تبدیل ہو چکی ہے۔ کسی کو یہ توقع نہیں تھی کہ یہاں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ ایک دن طالبان کی نقل کرتے ہوئے پاکستان میں نفاذِ شریعت کا مطالبہ لے کر اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اگر لال مسجد اور اس سے متصل دینی درسگاہ ریاست کے اندر ریاست نہ بنتی تو گزشتہ چند ماہ سے تیزی سے عسکری روپ دھارتے ہوئے طلبہ اور سیکورٹی فورسز میں تصادم کی نوبت نہ آتی۔ جنرل پرویز مشرف حکومت کے خلاف جہاد کے نعرے اور فدائین کی جانب سے خودکش حملوں کی دھمکیاں ہی کوئی کم برائی نہیں تھی کہ طلبہ نے پولیس اہلکاروں کو اغواء کر کے یہ ثابت کرنے کا بدترین عمل شروع کر دیا کہ وہ کسی بھی وقت جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ ان طلبہ نے چھ چینی باشندوں کو اغواء کر کے تو حد ہی کر دی۔ بے شک انہیں رہا کرا لیا گیا لیکن اس سے حکومت کی ساکھ شدید متاثر ہوئی اور چینی حکومت نے اس پر جو انداز اختیار کیا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسے مشرف حکومت کی اتھارٹی پر بھروسہ نہیں ہے۔

طلبہ نے اس پر بس نہیں کی بلکہ انہوں نے ایک قریبی سرکاری عمارت اور ایک سیکورٹی پوسٹ پر بھی دھاوا بول دیا۔ یہ سرکاری بیان تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تصادم عملی لڑائی میں بدلتا ہے تو یہ کہنا بہت دُشوار ہو جاتا ہے کہ پہلی گولی کس نے چلائی۔ یہ سطور لکھنے تک لال مسجد والے سیکٹر میں کرفیو نافذ ہے اور پورے علاقے پر (فائرنگ کی تڑتڑاہٹ کے سوا) پرہول خاموشی طاری ہے۔ لال مسجد کے تصادم کے خلاف ایبٹ آباد اور اِکا دُکا دیگر مقامات کے سوا کہیں کوئی شدید ردِعمل نظر نہیں آیا۔

مجھے مذہبی جماعتوں یا ان کے اتحاد (ایم ایم اے) کی جانب سے سخت ردِعمل کا خدشہ تھا لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صدر مشرف نے ایکشن لینے سے پہلے انہیں اعتماد میں لے لیا ہوگا۔ اگر یہ احتیاطی تدبیر اختیار نہ کر لی گئی ہوتی تو صوبہ سرحد اور بلوچستان کی مذہبی حکومتیں جو مشرف نواز مسلم لیگ (ق) کی مدد سے قائم ہیں، برقرار نہ رہتیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ لال مسجد کا انبوہ اور جامعہ حفصہ کی برقعہ پوش خواتین جو کچھ کر رہی ہیں مذہبی جماعتیں اس کے خلاف ہیں۔ یہ تصور کرنا بہت مشکل ہے کہ مشرف سے راستے جدا کرنے کے لئے مذہبی جماعتوں پر کس کس طرح

کے دباؤ ڈالے جا رہے ہوں گے لیکن لال مسجد کے واقعے نے انتہا پسندوں کو اتنا ضرور مشتعل کر دیا ہوگا کہ وہ ایم ایم اے کی مسلم لیگ (ق) سے علیحدگی کے لئے زبردست کوشش کریں۔

اس وقت مذہبی جماعتیں بھی بحرانی کیفیت سے گزر رہی ہوں گی۔ انہیں اس حقیقت کا احساس ہے کہ پاکستانی عوام ایک لبرل جمہوری ریاست کے حق میں ہیں جبکہ لال مسجد والا بے ہنگم گروہ مذہبی کٹرپن اور ایک ایسا نظام مسلط کرنا چاہتا ہے جسے عام لوگ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ دراصل خود مذہبی جماعتوں کو بھی عوام کی خاطر خواہ حمایت حاصل نہیں تاہم گزشتہ انتخابات میں انہوں نے مشرف کی مدد سے کافی نشستیں حاصل کرلی تھیں۔ اس وقت مشرف کی حکمت عملی یہ تھی کہ پیپلز پارٹی اور اس وقت کی مسلم لیگ (جس کے سربراہ نواز شریف ہیں) کو قومی اسمبلی کی زیادہ سے زیادہ نشستوں سے محروم رکھا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ مذہبی جماعتیں جنہوں نے مشرف کو باوردی صدر رہنے میں مدد فراہم کی تھی ان کے ساتھ روابط ختم کرنا نہ چاہتی ہوں خصوصاً اس صورت میں جب بے نظیر کے ساتھ ان کی مفاہمت نہ ہوسکے اور وہ ان کی طرف مائل ہونے پر مجبور ہو جائیں۔

لال مسجد کے ساتھ مشرف کا تصادم پیپلز پارٹی کو یقیناً راس آئے گا اس لئے کہ بنیاد پرستی جمہوری مزاج میں بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ بے نظیر بھٹو بار بار خبردار کر چکی ہیں کہ آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے ذریعے آنے والی جمہوریت ہی بنیاد پرستی کو پاکستان میں جڑیں پکڑنے سے روک سکتی ہے۔ میرا تاثر یہ ہے کہ جنرل مشرف لال مسجد والوں پر قابو پانے کے بعد، ممکن ہوا تو بے نظیر کے ساتھ یا ضروری سمجھا گیا تو ان کے بغیر انتخابات کی جانب قدم اُٹھا سکتے ہیں۔ شاید اب انہیں احساس ہو چکا ہے کہ انہوں نے پروگریسو اور جمہوری قوتوں کو دبانے کے لئے مذہبی شاونیت (Chauvinism) کے جن کو جو کھلی چھٹی دی تھی وہ واپس بوتل میں بند ہونے پر تیار نہیں بلکہ اس نے اپنا رُخ خود انہی کی طرف کرلیا ہے۔ غالباً انہوں نے زمینی حقیقت کا گزشتہ برس اسی وقت احساس کرلیا ہوگا جب ان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا۔

ہوسکتا ہے کہ امریکہ نے بھی اس سلسلے میں کافی دباؤ ڈالا ہو۔ امریکی نائب صدر ڈک چینی جب مارچ میں پاکستان آئے تھے تو مبینہ طور پر انہوں نے جنرل مشرف کو متنبہ کیا تھا کہ وہ عسکریت پسندوں کو کنٹرول کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سی آئی اے نے بھی اسلام آباد کو آگاہ کر رکھا ہے کہ لال مسجد والے القاعدہ کی ہدایات پر عمل پیرا ہیں اور طالبان طرز کے طلبہ ایک انتہا پسند گروپ کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ 75 کروڑ ڈالر کی اضافی امداد کے بعد امریکی

معاون وزیر خارجہ رچرڈ باؤچر نے بھی کہا تھا کہ "پاکستان کی ترقی" وہی ہے جس کا پاکستانی خود تصور کرتے ہیں اور اسی سے ہی طالبانیت کو شکست ہوگی۔

خود اسلام آباد کو ایک رپورٹ پر پریشانی لاحق ہے جو نیشنل سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں پیش کی گئی تھی۔ 15 صفحات پر مشتمل اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ طالبان نے اپنے آپ کو از سرِ نو منظم کر لیا ہے اور اس کا دائرہ اثر افغان سرحد سے متصل علاقوں سے آگے بڑھ رہا ہے۔ یہ چیز سیکورٹی فورسز کے مورال کے لئے اچھی نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ رپورٹ آخری تنکا ثابت ہوئی ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ مشرف کے پاس اس کے سوا کوئی آپشن باقی نہیں بچا تھا کہ وہ دارالحکومت میں عین اپنی آنکھوں کے سامنے لال مسجد میں پلنے والی طالبانیت کے خلاف ایکشن لیں۔ اس وقت تک کا فوجی ایکشن بالکل صحیح سمت میں جا رہا ہے۔ جنرل پرویز مشرف متوسط طبقے کو ناراض رکھ کر، وکلاء کی جرأت مندانہ تحریک کی موجودگی میں اور سیاسی جماعتوں کی حمایت کے بغیر طالبان اور ان جیسوں کے خلاف موثر لڑائی نہیں لڑ سکتے۔ یہ کام ایک جمہوری سیٹ اپ میں منظم سیاسی جماعتوں کی زیرِ قیادت عوام ہی کر سکتے ہیں۔ ہتھیار جمہوریت کی نمائندگی نہیں کرتے بلکہ عوامی ردِ عمل یہ فریضہ انجام دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر پاکستان میں جمہوریت ہوتی تو لال مسجد والے اس قدر اہمیت اور طاقت حاصل نہ کر پاتے۔

یہ نکتہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ جمہوریت آزادانہ اور منصفانہ انتخابات منعقد کرانے سے ہی نہیں آ جاتی، اس کے لئے اداروں کو مضبوط بنانا ہوتا ہے تاکہ وہ اپنا آپ منوا سکیں۔ مثال کے طور پر جس طرح چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کو ہٹایا گیا اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ملک میں قانون کی نہیں بلکہ صدر کے فرامین کی حکمرانی ہے۔ سندھ ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس وجیہہ الدین احمد نے بالکل درست کہا ہے کہ "اگر فل کورٹ چیف جسٹس کو بحال کر دیتی ہے تو یہ آزاد عدلیہ کی جانب ایک مستحسن قدم ہوگا۔ اگر ایسا ہو جاتا ہے تو یہ کڑوی ہوگی کہ وہ آزاد عدلیہ کے ساتھ کام کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ انہیں ایسی عدلیہ کی موجودگی کے لئے اپنے اندر تبدیلیاں لانا ہوں گی اور اسے برداشت کرنا ہوگا۔"

واشنگٹن کو نوٹ کر لینا چاہئے کہ جب تک پاکستان میں جمہوریت مکمل طور پر بحال نہیں ہوتی مذہبی عسکریت پسندی پر قابو نہیں پایا جا سکے گا۔ آج ایک لال مسجد ہے، کل کئی اور ایسی مساجد وجود میں آ جائیں گی۔ صرف جمہوریت ہی پاکستان کو صحیح ڈگر پر گامزن کر سکتی ہے۔

(ترجمہ: ملک فیض بخش)

سب سے بڑا ڈرامہ

اس اہم واقعے اور قومی سانحے پر اہل الرائے کا تبصرہ کیا تھا۔ چند کالم ملاحظہ فرمائیں۔
ایاز امیر نے 6 جولائی 2007ء کو روزنامہ ایکسپریس میں اسلام آباد کی ڈائری بعنوان "سب سے بڑا ڈرامہ" لکھی۔ ملاحظہ فرمائیں:

اس حکومت کے پوشیدہ ہاتھوں کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے پس منظر میں رہتے ہوئے ایک ایسا شاندار ڈرامہ مرتب کر کے ہمارے سامنے پیش کیا ہے کہ جس نے وقتی طور پر ہی سہی لیکن دیر مسائل سے بہر حال لوگوں کی توجہ ہٹا دی ہے۔ اپنے کلائمیکس پر پہنچ کر مولانا عبدالعزیز کے برقعے میں فرار کی کوشش کے دوران پکڑے جانے کے بعد یہ ڈرامہ اگرچہ واضح طور پر ایک مضحکے کی صورت اختیار کر گیا ہے لیکن چیف جسٹس والے مقدمے اور ہفتے سے لندن میں شروع ہونے والی کل جماعتی کانفرنس سمیت اہم معاملات سے لوگوں کی توجہ ہٹانے میں یہ پھر بھی کامیاب رہا ہے۔ مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید جیسے دو غیر معروف مولویوں کا اس ڈرامے کے دوران عالمی شہرت پانا ہمارے پس منظر میں مصروف عمل افراد کی ہدایتکارانہ قابلیت کا یقینی ثابت ہے۔

کمال ان کا یہ ہے کہ انہوں نے خود کو شاندار مزاحیہ فنکار ثابت کیا ہے۔ دعوے یہ لوگ شہادت، خود کش حملوں اور خدا جانے کون کون سی بات کے کر رہے تھے اور ان کی باتیں و دھمکیاں وغیرہ سن کر ایسا لگتا تھا کہ سخت مقابلے کے بغیر یہ لوگ اس مسجد اور مدرسے سے باہر نہیں نکلیں گے۔ ان کا یہ مدرسہ پچھلے چند برسوں سے مشرف انتظامیہ کی مہربانیوں کی بدولت ایک قلعے کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

ایک المیے کی صورت میں آغاز ہونے والے اس سارے ڈرامے کا انجام بڑا مضحکہ خیز رہا۔ لال مسجد کے خطیب طالبات کے جھرمٹ میں برقع پہنے بھاگ نکلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہالی ووڈ کے بہترین ہدایتکار بھی اس ڈرامے کو ایسا انجام دینے میں یقیناً ناکام ہی رہتے۔ فن مزاح کا جہاں تک تعلق ہے تو پاکستان میں سول وملٹری مسخروں کی کبھی بھی کوئی کمی نہیں رہی لیکن اس حوالے سے سیکولر سیاست دانوں کا اپنے مذہب پرست بھائیوں سے تو کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ مولانا فضل الرحمان کی مثال

ہی دیکھئے۔ کیا کوئی بھی سیکولر سیاستدان ان کے مسخرے پن کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ اور اب لال مسجد کے مولانا عبدالعزیز نے برقعے میں ملبوس ہو کر جو شاندار کارکردگی دکھائی ہے اسے بھی ملاحظہ کیجئے۔

گرفتاری کے بعد مولانا سے پی ٹی وی پر جس طرح گوشمالی کے انداز میں سوالات پوچھے گئے ہیں ان سے کیا نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے؟ وہ تھکے ماندے لگ رہے تھے گویا نیند سے محروم رہے ہوں۔ انہوں نے ناجائز اسلحے کی ملکیت سمیت کئی باتیں تسلیم کیں۔ ان کی تذلیل بھی صاف محسوس کی جا سکتی تھی کیونکہ وہ اسی برقعے میں ملبوس تھے جس میں انہوں نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی۔ ان کے بھائی مولانا عبدالرشید ان سطور کی تحریر تک لال مسجد میں ہی محصور ہیں۔

اپنی اس ''کامیابی'' سے حکومت ہر ممکن فائدہ لینے کی کوشش کرے گی اور اسے انتہا پسندی کے خلاف ایک اور فتح کے طور پر پیش کیا جائے گا۔ جنرل مشرف کو ایک طرح سے نئی توانائی حاصل ہو گئی ہے۔ مغرب کے سامنے وہ پاکستان میں بڑھتی ہوئی طالبانیت کے مقابلے کے حوالے سے اپنی افادیت کا جو تاثر پیش کرتے آئے ہیں اسے بھی تقویت مل گئی ہو گی۔ بروز بدھ سی این این پر یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ انتہا پسندی کے خلاف جنرل مشرف ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

اگر زیادہ لہو بہا ہوتا یا لال مسجد بھی گولڈن ٹیمپل پر مسز گاندھی کے حملے کی طرح کا کوئی کابوس بنتی تو تب بات الگ ہو سکتی تھی۔ مگر مولویوں کی پوری کوشش یہی رہی کہ ان کا فعل ان کے قول کے متضاد ہی رہے۔ اس لئے یہ حکومت کے ہاتھوں میں کھیل رہے تھے۔ ان لوگوں کی ڈور کس کے ہاتھ ہے؟ یہ تو صرف خدا ہی جانتا ہے۔

چھ ماہ کی مسلسل ابتلاؤں کے بعد (جنہیں اسلام آباد میں ''بدانتظامی'' کہا جاتا ہے) بالآخر پاکستان کے مصائب کے شکار جرنیل کو کوئی اچھی خبر مل ہی گئی ہے۔ انہیں کسی بھی قیمت پر ایک کامیابی چاہئے تھی جو انہیں مل گئی ہے۔ تاہم عدالتی بحران اور ایک جعلی انتخاب کے منصوبے جیسے دیگر مسائل غائب نہیں ہونے والے۔ فی الوقت وہ صرف پس منظر میں چلے گئے ہیں۔ اگر پوشیدہ افراد نے معاملات کے سناست کو بگاڑ نہیں دیا تو ہمارے خیال کے مطابق اس حالیہ صورتِ حال اور اس کے انجام کا سپریم کورٹ کی کارروائیوں پر بھی ایک اثر ہو سکتا ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اسلام آباد کی تمام عمارتوں میں سے سپریم کورٹ کی عمارت بیرونی موسم کے لئے سب سے زیادہ حساسیت رکھتی ہے۔ اگر پاکستان کے وکلاء اُٹھ نہ کھڑے ہوتے تو اب تک چیف جسٹس افتخار چوہدری بھی فراموش کر دیئے گئے ہوتے۔ اب جس طرح مولانا عبدالرشید ٹی وی پر آئے ہیں اور ان سے قبل

جس طرح ڈاکٹر عبدالقدیر کو پیش کیا گیا تھا بالکل اسی طرح جسٹس چوہدری بھی ٹی وی پر آ کر اپنے گناہوں کا اعتراف کر چکے ہوتے۔ تاہم اگر ایسا ہوا نہیں تو اس کی وجہ بیرونی موسم ہے۔

بنیادی سوال البتہ قدرے مختلف ہے۔ صرف یہ پوچھنا کافی نہیں کہ لال مسجد کے ملا برادران کیوں ایک ریاست دوران ریاست چلانے کی کوشش کر رہے تھے یا قانون انہوں نے اپنے ہاتھ کیوں لیا تھا؟ ان دونوں باتوں کے مجازوہ قطعی نہیں تھے لیکن سوال یہ نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ انہیں قانون اپنے ہاتھ میں لینے دیا ہی کیوں گیا؟ انہیں اخلاقیات کا علمبردار کس نے بنایا؟ اتنے عرصے تک اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت یا پھر اس سلسلے میں ان کی معاونت کس نے کی ہے؟

ہم دیکھ چکے ہیں کہ جب حکومت نے اپنے ارادوں کا واضح اظہار کر دیا تو کس طرح مولانا عزیز فی الفور ہی جہاد کے قائد سے ایک مسخرے بن گئے۔ سوال یہی ہے کہ حکومت نے اب سنجیدگی کیوں اختیار کی ہے؟ جنوری میں جب جامعہ حفصہ کی طالبات نے بچوں کی لائبریری پر قبضہ کیا تھا تو اس وقت سے لے کر اب تک حکومت آخر کس بات کا انتظار کر رہی تھی؟

یہ ٹھیک ہے کہ اسلام آباد میں ایک مساج پارلر پر حملہ کر کے وہاں سے چینی باشندوں کو یرغمال بنا کر لال مسجد والوں نے ایک انتہائی نوعیت کا قدم اُٹھایا تھا لیکن سوال پھر وہی ہے کہ انہیں آخر اتنا اعتماد حاصل کیسے ہو گیا کہ ایسے کسی اقدام کا تصور کریں؟ مشرف حکومت نے ایک مسئلہ خیز چیف جسٹس سے نمٹنے میں بھلے آسمان زمین ہلا کر رکھ دیئے ہوں لیکن اس سارے عمل میں اس نے احمق خود ہی کو ثابت کیا ہے۔ چھ مہینوں تک اس نے داڑھی والے اخلاقیات کے علمبرداروں کو کھلی چھوٹ دے کر ریاست کا مضحکہ بنایا، آخر کیوں؟

درحقیقت ہو کیا رہا تھا؟ کیا حکومت دیگر مسائل میں اُلجھ کر اس مسئلے میں بے خبری سے گھری؟ یا پھر ہمارے خفیہ والے لال مسجد کے ان ملا برادران کو کسی ایسے کھلواڑ میں الجھا رہے تھے جو ایسے مرحلے پر پہنچ جائے جہاں اس سے نمٹنا حکومت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچا سکے؟

بے یقینی اس حوالے سے شدید قسم کی پائی جاتی ہے اور اس میں مزید اضافہ لال مسجد والوں کی کارروائیوں کے اوقات کو دیکھ کر بھی ہوتا ہے۔ سپریم کورٹ میں چیف جسٹس والے مقدمے کی ہر سماعت کے وقت غازی برادران کا کوئی ایسا اقدام یقینی ہوتا تھا جس سے عوامی توجہ اس مقدمے سے ہٹائی جا سکے۔ نجانے ایسا وہ خود کر رہے تھے یا کسی کے اشارے پر؟ اب بھی یہ سارا بحران اس واقعے کے ایک روز بعد شروع ہوا جس میں حکومتی وکلاء نے سپریم کورٹ میں چیف جسٹس

کے خلاف مقدمے کی سماعت میں خود کو انتہائی احمق ثابت کر دیا تھا۔ انہوں نے چیف جسٹس کے خلاف کچھ ایسی دستاویزات پیش کی تھیں جو عدالت کو اس قدر توہین آمیز اور رُسوا کن معلوم ہوئیں کہ انہیں اٹھا کر باہر پھینک دیا گیا۔ اس کے علاوہ انہیں جمع کرانے والے ایڈووکیٹ آن ریکارڈ کو بھی معطل کر دیا گیا ہے حالانکہ برخاست اس سے بھی بڑے عہدوں پر فائز افراد کو کرنا چاہئے تھا کیونکہ ان دستاویزات کو جمع کرانے کی تجویز کسی اور نے دی تھی۔ تاہم یہ ایک الگ موضوع ہے۔

بے یقینی کی کیفیت کا اندازہ ایک اور بات سے بھی کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ لال مسجد والوں کے لئے عوامی ہمدردی اگرچہ رتی برابر بھی نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ حکومت کے لئے بھی عوام کوئی ہمدردی نہیں رکھتے ہیں۔ اس وقت اگر لوگوں سے رائے لی جائے تو پتہ چلے گا کہ غازی برادران اور جنرل مشرف کو عوام یکساں طور پر شک اور ناراضگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

پاکستان میں سویلین حکومتوں کے خلاف بڑی دشنام طرازی ہوتی ہے۔ فوج نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ تاثر یہ پھیلایا ہوا ہے کہ سویلین حکومتیں نہایت نااہل ہوتی ہیں اور ان کے ہاتھوں میں قومی مفاد (اس کا مطلب وقتاً فوقتاً چاہے جو بھی ہو) کبھی محفوظ نہیں ہوتا۔ تاہم کوئی بھی سویلین حکومت چاہے وہ نواز شریف کی ہوتی یا بے نظیر کی، یہ سارا گند پھیلنے ہی نہیں دیتی۔ ان کی جانب سے غازی برادران کو اتنی ڈھیل کبھی دی ہی نہیں جا سکتی تھی۔

مغرب والے یہ سمجھنے سے قاصر معلوم ہوتے ہیں کہ پاکستان میں مذہبی انتہا پسندی فوجی حکمرانی کی ہی پیداوار ہے۔ اس چیز کو ترویج جنرل ضیاء نے دی تھی۔ جنرل مشرف بھی خود کو ایک روشن خیال متبادل کے طور پر پیش کر کے اسی سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتے آئے ہیں۔

روشن خیالی پر مبنی مقاصد کی تکمیل کا بہترین راستہ جمہوریت کی بحالی ہے لیکن جمہوریت میں دلچسپی کون رکھتا ہے؟ عراق اور افغانستان میں پھنسنے کے بعد امریکہ کو اسلام آباد میں ایک مطیع و فرمانبردار ساتھی چاہئے اور یہ اہلیت جنرل مشرف پوری کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی اقتدار سے علیحدگی امریکہ کو منظور نہیں۔

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس موجودہ حکومت کی طوالت میں گھر گئے ہیں؟ پاکستان کے عوام کو یہ فیصلہ خود کرنا چاہئے لیکن کیا وہ اپنے اس حق کے استعمال کی قوت رکھتے ہیں؟ یہ وہ سوال ہے جو پاکستان کی تاریخ کے اس اہم ترین سال میں حل کے متقاضی باقی تمام سوالات میں سب سے بنیادی نوعیت کا حامل ہے۔

لال مسجد آپریشن کی بین الاقوامیت

''لال مسجد آپریشن کی بین الاقوامیت'' کے عنوان سے مسرور اعظم فرخ نے ایک اہم کالم روزنامہ جناح 8 جولائی میں لکھا:

اسلام آباد کے ایک مختصر سے علاقے G-6 کو محض دو ہی دنوں میں وہ عالمی شہرت حاصل ہوگئی کہ G-6 کو اب بجا طور پر G-8 کی اصطلاح جیسا وقار حاصل ہوگیا۔ عظیم 8 ممالک کی تنظیم G-8 اور اسلام آباد میں عظیم ''بین الاقوامی کارنامے'' کے وقوع کا علاقہ G-6 جہاں ایک محلے کی ایک مسجد پر قابض ''ذہنی مریضوں'' اور ''یرغمالیوں'' کے کے خلاف ''بین الاقوامی'' بنیادوں پر ایک ایسا آپرین کیا گیا جس نے آن کی آن میں تھپکیوں اور شاباشوں کے ''کشتے کے پشتے'' لگادیئے۔

امریکہ کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے تھپکی ملی اور صورت حال سے نبٹنے کے لئے کمال درجے کے غیر معمولی ضبط کا مظاہرہ کرنے کی تعریف کی گئی۔ برطانیہ کے نئے وزیر اعظم گورڈن براؤن نے پاکستان کے ساتھ پہلا رابطہ ہی ''شاباش'' کے ساتھ کیا اور صدر پرویز مشرف کو ان کوششوں میں مبارکباد دی جو وہ دہشت گردی کو لگام دینے کے لئے کر رہے ہیں۔ بھارتی وزیر اعظم نے بھی تعریف کا ''موقع'' ہاتھ سے جانے نہ دیا اور دہشت گردی کے خطرے سے رسمی خوف کا ذکر کرتے ہوئے کامیابی کے لئے نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔ چین نے دوست ہمسایہ ملک ہونے کے ناطے کریک ڈاؤن کی حمایت کی اور اسے سماجی استحکام اور معاشی ترقی کے لئے تحفظ قرار دیا۔ صدر مشرف کے مخالف حلقے یہ توقع تو کر رہے تھے کہ لال مسجد آپریشن صدر کے بہت سے بگڑے کاموں کے بنانے کا ذریعہ بن جائے گا لیکن اس قدر شاباشیں اور مبارکبادیں بھی اچانک برس پڑیں گی، اس کی توقع شاید انہیں نہیں تھی۔ صدر مشرف کے مخالف حلقوں نے لال مسجد آپریشن کو ایک خاص پس منظر اور پیش منظر میں رکھ کر دیکھا ہے۔ ان حلقوں کے نزدیک صدر مشرف نے اس آپریشن کے ''انعقاد'' کے ذریعے جو فوائد سمیٹے ہیں، وہ نتیجہ خیز ہوسکیں گے یا نہیں؟

یہ ایک اہم سوال ہے۔

لال مسجد آپریشن کی ٹائمنگ کے حوالے سے کچھ چیزوں کی نشاندہی کی گئی، مثلاً سپریم کورٹ کے وکلاء کی عدالت میں بکی کے واقعہ اور اس کے اثرات و نتائج سے توجہ ہٹانے کے لئے اگلے ہی دن آپریشن کا انعقاد لندن اے پی سی کی اہمیت کم کرنے کے لئے اور مولانا فضل الرحمٰن کے لئے (اگر وہ چاہتے تو) عدم شمولیت کا موقع پیدا کرنا وغیرہ، لیکن یہ داخلی نوعیت کے فوائد ہیں۔ خارجی سطح پر جو فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی گئی وہ کہیں زیادہ اہم قرار دیئے گئے ہیں۔ اس حوالے سے تو لال مسجد آپریشن کی صدارت کی اگلی ٹرم سے منسلک کر کے بین الاقوامی فضا کو اپنے لئے سازگار بنانے کی کوشش قرار دیا گیا ہے۔

کہا گیا کہ پاک فوج اپنی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے باعث چند گھنٹوں میں کامیاب کمانڈو آپریشن کر سکتی تھی، لیکن اسے گھنٹوں کے بجائے دنوں پر پھیلا کر غیر معمولی انداز میں پیش کیا گیا تا کہ بین الاقوامی توجہ حاصل کی جا سکے۔ آپریشن کا انداز اور سائز مطلوب سے کہیں زیادہ بنا کر دکھایا گیا۔ فوجی دستوں کا گھیراؤ، رینجرز کی چابکدستی، بکتر بند گاڑیوں کا گشت، کرفیو کا نفاذ، بھاری اسلحہ کا استعمال، گھن گرج، آگ، دھواں، ہوائی فائرنگ کی کثرت، بھاری اسلحے کا استعمال، بیک وقت پانچ گن شپ کوبرا ہیلی کاپٹرز کے فضائی چکر، جبکہ ایک ہیلی کاپٹر کی بھی مشکل ہی ضرورت تھی، جس کا زیادہ سے زیادہ مقصد محل وقوع کا فضائی جائزہ لینا ہو سکتا تھا، لیکن پانچ گن شپ کوبرا فضا میں بلند ہوتے رہے اور چکر لگا لگا کر صورتِ حال کے انتہائی گھمبیر ہونے کا اعلان کرتے رہے کہ صدر مشرف کس قدر ضروری ہیں۔ میڈیا پر تمام کارروائی لمحہ بہ لمحہ دکھائی جاتی رہی جسے حکومت اب اس لئے سراہے بغیر نہیں رہ سکی کہ سب کچھ حکومت کی حمایت میں جا رہا تھا، وگرنہ 12 مئی بھی ہلاکتوں ہی کا دن تھا اور جولائی کے یہ ایام بھی ہلاکتوں پر مبنی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ 12 مئی کے حامی دہشت گرد ظاہر ہو رہے تھے اور لال مسجد مولانا حضرات اپنے چیلوں سمیت دہشت گرد ظاہر ہو رہے ہیں۔

مئی کا غیر ذمہ دار اور بداخلاق میڈیا جولائی میں بغیر کسی اخلاقی ورکشاپ کے انعقاد کے اچانک بلند اخلاق اور ذمہ دار قرار پا گیا۔ کہا گیا کہ بے ہوش کرنے والی گیس کے استعمال سے سب کو بے بس کر کے مسجد میں داخل ہو کر ہر قسم کی عسکریت پر آسانی سے قابو پایا جا سکتا تھا، اگر ان گیسوں کے استعمال میں دم گھٹنے سے چند ہلاکتیں ہو بھی جاتیں تو انہیں موجودہ ہلاکتوں کے مقابلے میں کسی حد تک آسانی سے قبول کیا جا سکتا تھا۔ بھرپور توجہ سے نوٹ کیا گیا کہ ملک کے

اطراف و جوانب میں صدر کے طیارے پر حملے سمیت متعدد واقعات اچانک رونما ہو گئے۔ اس کے علاوہ دیگر پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے ان حلقوں کی جانب سے تبصرے کئے گئے ہیں کہ جنوری میں جب طالبات نے بچوں کی لائبریری پر قبضہ کیا تھا تو اسی وقت مناسب کارروائی کے ذریعے اس مسئلے کو موجودہ گھمبیر اور خوفناک شکل اختیار کرنے تک پہنچنے سے بچایا جا سکتا تھا، لیکن سب کچھ اس لئے ہونے دیا گیا کہ ایک ایسے ''مناسب وقت'' کا انتظار کیا جانا ضروری سمجھا گیا کہ ''اہل نظر'' کے لئے ''تازہ بستیاں آباد'' کرنے کا ذریعہ بن سکے۔ لیکن کہا جا رہا ہے کہ ''تازہ بستیاں'' اگر آباد کر بھی لی گئیں تو بعد ازاں ''رجسٹریوں'' کا مسئلہ بہت گھمبیر بن جائے گا۔ اسی لئے صدارتی حلقے کے کچھ ماہرین تجویز دے رہے ہیں کہ پہلے ''رجسٹری'' کرالی جائے۔ ''بستیوں'' کے لئے زمین بعد میں لے لیں گے۔

یہ عجیب لمحہ فکریہ ہے کہ صدر خود کو ہر حال میں ''برقرار'' رکھنے کے لئے انتخاب اور طریقہ انتخاب کا بھولے سے بھی ذکر نہیں کرتے۔ انہوں نے کبھی اتفاق سے بھی یہ نہیں کہا کہ وہ اگلا صدارتی الیکشن لڑنا چاہتے ہیں اور یہ کہ انہیں اُمید ہے وہ جیت جائیں گے اور یہ کہ اگر وہ نہ جیت سکے تو قوم کے فیصلے کو قبول کرتے ہوئے واپسی کی راہ لینے سے نہیں ہچکچائیں گے۔ وہ اپنی صدارت کے حوالے سے ہمیشہ دوٹوک الفاظ میں یہ کہنا پسند کرتے ہیں کہ وہ تو ہر حال میں صدر رہیں گے اور وردی ہی میں رہیں گے۔ کسی طریقہ انتخاب اور جیتنے کے امکانات کا ذکر کرنے کے بجائے وہ ہمیشہ دہشت گردی کی موجودگی کا سہارا لے کر یورپ اور امریکہ کے لئے خود کو ناگزیر ہی سہی، لیکن صدارتی الیکشن میں ہارنے کا امکان بھی تو ہو سکتا ہے۔ کیا وہ ہارنے کے امکان کا ذکر بدشگونی کی وجہ سے نہیں کرتے یا انہیں ہر حال میں جیتنے کا یقین ہونے کی وجہ کچھ اور ہے؟

عدالتی فیصلے کے برعکس آئے روز چیف جسٹس کے بحال ہو جانے کے بعد اس عدالت (جو ان کی تمناؤں اور راستوں میں رکاوٹ بن سکتی ہے) کے پھر سے فنکشنل ہونے کے امکانات صدر کو ایک لمحے کے لئے بھی کچھ سوچنے پر مجبور نہیں کر پاتے۔ ملکی حلقے سراغ لگانے کے لئے کبھی مولانا فضل الرحمٰن کو سونگھتے ہیں، کبھی محترمہ بے نظیر کو، کبھی انتخابی طریقہ کار کو جھانک کر دیکھتے ہیں، کبھی الیکشن کمیشن کو، کبھی انتخابی فہرستوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں تو کبھی نئے اور پرانے شناختی کارڈ کو۔ آخر کہاں سے کیا اور کیسے ہو جائے گا اور ہر حال میں ہو کر ہی رہے گا۔ آخر صدر مشرف محض اپنی مرضی سے کیسے بدستور صدر رہیں گے اور رہتے ہی چلے جائیں گے۔

لال مسجد پر حملہ، اتفاق یا طے شدہ آپریشن

8 جولائی 2007ء کو روزنامہ جسارت کراچی میں مظفر اعجاز کا ایک اہم کالم بعنوان "لال مسجد پر حملہ، اتفاق یا طے شدہ آپریشن" شائع ہوا، ملاحظہ فرمائیں:

حکومت کا ہر کام وقت پر ہوتا ہے، اس کے طے شدہ منصوبے کے مطابق اس لئے یہ کہنا کہ لال مسجد پر حملہ پلاننگ کے تحت نہیں ہوا بالکل غلط ہے، یہ تاثر دینے کی کوشش کی جارہی ہے، آپریشن کے وقت وزیر داخلہ، سیکرٹری داخلہ (ر) آئی جی اسلام آباد میں نہیں تھے۔ یہ واقعہ پری میچور ہوگیا ہے، ذمہ داری لال مسجد والوں پر ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے، یہ لال مسجد والے بھی عجیب ہیں۔ ملک میں ایسی صورتِ حال پیدا کردی ہے کہ کوئی ان کے مطالبات کی مخالفت کا تصور بھی نہیں کرسکتا (سوائے بے ضمیر لوگوں کے) اور کسی میں یہ ہمت بھی نہیں کہ مطالبات کی حمایت کر کے کھلم کھلا ان کا ساتھ دے اور حکومت تو جانتی ہی ہے کہ لال مسجد کے مطالبات ماننے کا مطلب اپنی ہی چھٹی ہے، اس لئے تو جنرل پرویز کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں کہا گیا کہ ریاست کو خطرات لاحق ہوگئے ہیں، ظاہر ہے آج کل ریاست کا مطلب حکومت ہی ہوتا ہے۔ وزیر داخلہ کہتے ہیں کہ سیکورٹی فورسز پر فائرنگ کرنے والے طلبہ کو حوالے کیا جائے، حکومت نے پہل نہیں کی جوابی کارروائی کی ہے طلبہ نے سیکورٹی اہلکاروں سے اسلحہ چھیننے کی کوشش کی تھی، خون خرابا نہیں چاہتے مگر سنگین واقعات بھی کسی صورت برداشت نہیں کریں گے، دوسری طرف لال مسجد انتظامیہ نے مطالبہ کیا تھا کہ رینجرز کو ہٹایا جائے اور محاصرہ ختم کیا جائے۔

وفاقی وزیر مذہبی اُمور اعجاز الحق نے کہا ہے کہ آپریشن کا کوئی ارادہ نہیں تھا، صورتِ حال مسجد انتظامیہ نے خراب کی۔ طلبہ نے رینجرز پر فائرنگ کی پھر پولیس نے آنسو گیس کا استعمال کیا لیکن اگلے ہی جملوں میں اعجاز الحق نے بھی بھانڈا پھوڑ دیا کہ آپریشن وزارت داخلہ کی نگرانی میں ہورہا ہے اور شیر پاؤ باقاعدہ نظر رکھے ہوئے ہیں تو جس آپریشن کا ارادہ نہیں تھا اس پر باقاعدہ نظر بھی رکھی جارہی ہے اور وزارتِ داخلہ اس کی نگرانی بھی کررہی ہے، زخموں پر نمک چھڑکنے کے

لئے وزارتِ داخلہ نے بیان دیا ہے کہ معاملہ دانشمندی سے حل کر رہے ہیں۔

ہم نے بات شروع کی تھی حکومت کی جانب سے آپریشن کے وقت کے تعین کی، ہمارا خیال ہے کہ حکومت نے یہ آپریشن سوچ سمجھ کر منصوبے کے تحت کیا ہے۔ ذرا غور کریں گزشتہ ایک ہفتے سے خبریں آرہی ہیں کہ اسمبلیاں توڑی جاری ہیں، صرف صوبائی اسمبلیاں توڑی جارہی ہیں، صدر کا دوبارہ انتخاب ہوگا، ایمرجنسی نافذ ہورہی ہے یا انتخابات ملتوی ہورہے ہیں، لیکن ان سب کاموں کے لئے اسٹیج درکار تھا ان میں سے کوئی آپشن اس وقت تک روبہ عمل نہیں آسکتا تھا جب تک کہ اس کے لئے جواز نہ پیدا کیا جائے۔ چنانچہ جواز بھی پوری طرح پیدا کیا گیا، پہلے چینی خواتین کا اغواء ہوا پھر بدکرداری کے اڈوں کا خاتمہ ہوا، معاملہ کو بین الاقوامی بنایا گیا اور منگل کی دوپہر کو ہلہ بول دیا گیا، اہم ذمہ داران کی غیر موجودگی سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی کہ آپریشن طے شدہ نہیں تھا، یہ بھی یاد رہے کہ صدر مملکت دو تین روز قبل یہ کہہ چکے ہیں کہ میں اگلے چند دنوں میں قوم سے خطاب کرنے والا ہوں، اب اسٹیج تیار ہے صدر مملکت جو چاہیں اعلان کر سکتے ہیں، کیونکہ ان کے پاس مارشل لاء اور ہنگامی حالت نافذ کرنے کا جواز ہے، ان کو انتخابات ملتوی کرنے کا جواز بھی مل گیا ہے، بارش کی تباہ کاریاں اور امن وامان کی صورتِ حال انہیں امریکہ، یورپ کو اسلامی بنیاد پرستی کا خطرہ دکھا کر اپنے لئے کھلا ہاتھ یعنی انتخابات کو ''شفاف'' بنانے کے لئے فری ہینڈ لینے کا بھی جواز مل گیا ہے اور اس سب سے بڑھ کر جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کر سکتا ہے۔ اس تجزیہ کی رو سے تو لال مسجد پر حملہ حکومت کی پلاننگ کے مطابق اسی وقت ہونا تھا اور اس پلاننگ کی خوبصورتی یہ ہے کہ یہ حملہ، حملہ نہیں لگ رہا بلکہ تصادم لگ رہا ہے۔

اب ذرا اس جانب بھی غور کریں کہ لال مسجد والوں کے مطالبات کون سے اتنے خطرناک تھے کہ اس کا محاصرہ کرلیا جائے اور خندقیں کھود لی جائیں اور آپریشن کی دھمکیاں اور گرفتاریوں کی تڑیاں لگائی جائیں، وہ کون سے مطالبات تھے جن کی وجہ سے جنرل پرویز کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا ہے، صرف آٹھ سال میں جو مطالبات لال مسجد والے کر رہے ہیں وہ تو قوم 60 سال سے کر رہی ہے پاکستان کا قیام ہی اسلام کے نام پر عمل میں آیا تھا ساٹھ سال گزرنے کے باوجود قوم کے صبر کا پیمانہ لبریز نہیں ہوا کبھی وہ جنرل ایوب خان کے کلمہ طیبہ کے ورد سے متاثر ہو کر بیٹھ جاتی ہے تو کبھی بھٹو صاحب کے اسلامی سوشلزم سے اور کبھی 11 سال تک جنرل ضیاءالحق کے نظام مصطفیٰ کے چکر میں پڑی رہتی ہے، لیکن یہ کیا کہ لال مسجد والوں کے مطالبات کو چند ماہ ہی

ہوئے ہیں اور جنرل صاحب کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا، یہی مطالبات تو پاکستانی قوم کرتی چلی آ رہی ہے، اگر لال مسجد والے مزید ایک سال یہی مطالبات کرتے رہتے اور اسی طرح چلڈرن لائبریری پر ان کا قبضہ رہتا تو آپ بتائیں کہ ریاست کو کہاں خطرہ تھا؟ گزشتہ چار پانچ ماہ کے دوران چلڈرن لائبریری پر قبضہ اور لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں طلبہ وطالبات کے اجتماع سے ریاست کو کتنا خطرہ تھا اور کیا دو درجن سے زیادہ افراد کی ہلاکت اور سینکڑوں زخمی ہونے کے بعد یہ خطرہ ٹل گیا ہے، علاقے کے لوگوں اور تاجر برداری کا ردعمل بھی ظاہر ہے کہ معقول ہی ہے سب نے حکومت پر ہی الزام لگایا ہے کہ وہ حالات خراب کر رہی ہے۔

یہ لال مسجد کیا ہے؟ ہماری معلومات کی حد تک تو یہ مسجد بھی چالیس سال سے سرکار کی سرپرستی میں پھل پھول رہی تھی کچھ عرصہ سے اس کی انتظامیہ اور حکومت کے درمیان فاصلہ بظاہر کم ہونے لگا تھا، اب حکومت اسے اسلام کا نمائندہ اور بنیاد پرستی کی علامت قرار دے رہی ہے، 3 جولائی کو اتنی بڑی تعداد میں مسلح افراد لال مسجد سے کیسے نکل آئے۔ جدید ترین اسلحہ اور گیس ماسک مدرسہ و مسجد میں کیونکر پہنچے؟ یہ مدرسہ اتنا طاقتور کیوں ہوگیا؟ اگر اسلحہ رکھنا غلط ہے (صرف مدرسہ والوں کے لئے) تو مدرسہ میں یہ اسلحہ کیسے پہنچا؟ حکومت اس وقت کہاں تھی؟ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کو مدرسہ کے طلبہ کا یہ روپ دکھانا ہی مقصود تھا، اس لئے خوب پمپنگ کی گئی اب جبکہ بین الاقوامی سطح پر دینی مدارس کا دہشت گردوں والا تعارف پہنچا دیا گیا ہے حکومت کی چالیس سالہ سرپرستی اور آبیاری کا پھل کاٹنے کا وقت آگیا ہے۔ چنانچہ حکومت یہ پھل کاٹ رہی ہے لال مسجد کے انتظامیہ اور طلبہ کے پاس اتنا اسلحہ کہاں سے آیا اتنے دن تک اس اسلحہ کی موجودگی کے باوجود حکومت کیوں خاموش رہی اور اب جبکہ کشیدگی انتہاء کو پہنچ گئی ہے اس اسلحہ کے حوالے سے تشویش ظاہر کی جارہی ہے یہ بالکل اس طرح سے ہے جس طرح کراچی میں 1992ء کے آپریشن کے وقت حکومت نے کیا تھا، چونکہ حکومت کا ہر منصوبہ طے شدہ ہوتا ہے اس لئے اس منصوبے کے وقت بھی یہی طے ہوا تھا کہ کراچی میں اسلحہ پر تشویش ظاہر کر کے اسے اسلحہ سے پاک کرتا تھا، چنانچہ ایم کیو ایم کے خلاف آپریشن کر کے حقیقی کی بنیاد رکھی گئی اور جو لوگ حقیقی میں نہیں گئے ان کے پاس سے اسلحہ نکال لیا گیا، اس طرح لائنز ایریا سے صرف 12 کلاشنکوفیں نکلیں جبکہ لائنز ایریا سے 12 کلاشنکوفیں نکالنا تو لائنز ایریا کی بے عزتی تھی، اتنے ہتھیار تو اکیلے منصور چاچا اور اس کے بھائیوں کے پاس ہر وقت ہوتے تھے لیکن وہ حقیقی کے سائے میں آچکے تھے، بات ہو رہی تھی آپریشن اور

بہانوں کی تو 92 میں حکومت کو کراچی سے ایم کیو ایم کا صفایا کرنا تھا اس لئے اس اسلحہ کے خلاف آپریشن کرنا پڑا۔ 12 مئی 2007ء کو حکومت کو اپنے مخالفین کو سبق دینا تھا۔ چنانچہ اس ایم کیو ایم کو کھلی چھوٹ دے دی گئی جس کے خلاف آپریشن کیا جا چکا تھا یہ اور بات ہے کہ اے این پی اور عمران خان بیچ میں ٹپک پڑے۔ 12 مئی اور 3 جولائی کے حوالے سے ایک اور بات سامنے آئی ہے وہ یہ کہ مسلح گروہوں اور کھلے عام اسلحہ کی موجودگی اس بات کی چغلی کھا رہی ہے کہ حکومت یا تو مسلح گروہوں کی سرپرستی کرتی ہے یا اس کی صلاحیت اتنی نہیں ہے کہ وہ مسلح گروہوں کو کنٹرول کر سکے، حکومت کی صلاحیت کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو ماضی اور حال دونوں اس بات کے گواہ ہیں کہ حکومت ہر قسم کے گروہوں کو کنٹرول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ لہٰذا اول الذکر بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ تمام اسلحہ اور مسلح گروہوں کی حکومت ہی سرپرستی کرتی ہے یہ اور بات ہے کہ کوئی منہ کو آنے لگے یا قد سے زیادہ بڑھنے کی کوشش کرنے تو اس کی پر قینچ دیئے جاتے ہیں، لال مسجد کے معاملے میں بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔

4 جولائی کو اس آپریشن نے ڈرامائی موڑ اس وقت لیا جب مولانا عبدالعزیز نامعلوم ٹیلی فون کال سن کر برقع پہن کر مدرسہ سے باہر آ گئے اور گرفتار ہو گئے۔ سینکڑوں طلبہ و طالبات نے ہتھیار ڈال دیئے لیکن تادم تحریر یہ مخمصہ موجود ہے کہ کیا بقیہ لوگوں کو پرتشدد کارروائی کر کے ہی باہر نکالا جائے گا یا مذاکرات اور افہام و تفہیم کا کوئی راستہ نکالا جائے گا۔

لال مسجد والوں کی جانب سے چلڈرن لائبریری پر قبضہ کی دلیل کا جواب بھی یہی ہے کہ لال مسجد والوں نے سات مساجد کی شہادت کے ردعمل میں چلڈرن لائبریری پر قبضہ کیا تھا، لیکن فوج نے کس چیز کے ردعمل میں پورے ملک پر قبضہ کر لیا ہے۔ اگر میاں نواز شریف کے اقدام کا ردعمل تھا تو میاں صاحب کو اقتدار سے چلتا کر کے انتخابات کرا دیئے خود تو 8 سال سے ایک عمل کا ردعمل بنے ہوئے ہیں اور جامعہ حفصہ اور لال مسجد کا مطعون کر رہے ہیں۔

تاریخی برقعے

روشن خیال اور خاصے لبرل نذیر ناجی اس موقعہ پر خاموش کیسے رہتے؟ اُن کا انداز بیان ملاحظہ کریں۔ 7 جولائی 2007ء روزنامہ جنگ لاہور میں ان کا کالم "تاریخی برقعے" شائع ہوا۔

سیکورٹی فورسز نے جب ایک برقع پوش خاتون کو نرغے میں لیا تو میڈیا کے لوگ سمجھے کہ شاید کوئی آنٹی قابو آگئی ہے۔ لال مسجد کے عبدل برادرز آنٹی شمیم کے اغواء پر کافی مشہور ہوئے تھے اور خیال یہ تھا کہ انہوں نے کوئی اور آنٹی بھی قید کر رکھی ہوگی جو فرار ہوتی ہوئی سیکورٹی فورسز والوں کے ہاتھ لگ گئی لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہ تو خود مسٹر عبدالعزیز تھے (مولانا کا لفظ انہیں زیب نہیں دیتا) ایک ضعیف روایت کے مطابق مسٹر عزیز نے سیکورٹی والوں کے کیمپ میں جاتے ہی چینی خواتین کے بارے میں دریافت کیا۔ "وہ بہت تھکے ہوئے تھے اور مساج کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔" انہیں بتایا گیا کہ چینی ہیلتھ سینٹرز کے ماہرین نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ عبدل برادرز کا مساج نہیں کریں گے لیکن مسٹر رشید غازی کئی دنوں سے حالت جنگ میں رہنے کے سبب بہت زیادہ تھک چکے ہیں۔ ان کے لئے چینی ماہرین کو خصوصی رعایت کا اہتمام کرنا چاہئے اور طارق عظیم سے درخواست ہے کہ وہ سیکورٹی فورسز کو ہدایت دیں کہ مسٹر غازی جیسے ہی سرنڈر کریں، انہیں بلا تاخیر کسی مساج سنٹر میں فوری ٹریٹمنٹ کے لئے لے جایا جائے۔

یہ ضعیف نہیں، ایک تندرست خبر ہے کہ فرار کے لئے برقع ترکیب ناکام نہ ہوتی تو مسٹر عزیز کے بعد مسٹر غازی بھی برقع پہن کر رفو چکر ہونے والے تھے۔ ان سے پہلے عبدل برادرز کے ایک باریش ساتھی برقعے میں چھپ کر نکل جانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اسی تجربے کے بعد مسٹر عزیز برقعے میں باہر آئے۔ فوج کے دو جوان لانس نائیک اکبر اور انور مدت سے چھٹی پر نہیں گئے تھے۔ شہر بھی کافی دنوں سے نہیں آئے تھے۔ جب طالبات گزر رہی تھیں تو وہ سر جھکائے کھڑے رہے لیکن ایک برقع پوش کی چال نے انہیں نگاہیں اُٹھانے پر مجبور کر دیا۔ وہ اسے گھور کے دیکھنے لگے۔ چال میں ایسی مستی، جو مدرسے کے طالبات کا شیوہ نہیں۔ مختلف قسم کی چال نے انہیں

متوجہ کر لیا۔ پولیس کی خواتین اہلکار طلب کی گئیں۔ جب انہوں نے آکر برقع پوش خاتون سے پوچھا کہ ''چولی کے پیچھے کیا ہے؟'' تو نٹ کھٹ خاتون کسمسا کر چپ رہیں۔ ساتھی طالبات نے بتایا کہ یہ بولتی نہیں۔ برقع اُٹھانے کی کوشش کی گئی تو انہوں نے مزید بتایا کہ ہماری محترم ساتھی خواتین سے بھی پردہ کرتی ہے۔ خاتون کے ہاتھ اور پیر بھی ڈھکے ہوئے تھے۔ بڑی مشکل سے رُخ سے نقاب ہٹایا گیا تو اندر سے مسٹر عزیز برآمد ہوئے۔ عورت بننے کے لئے انہوں نے صرف برقع اوڑھا تھا جبکہ اندر پوری مردانگی موجود تھی۔ آنکھوں میں تھوڑا سرمہ تھا لیکن ہونٹوں پر انہوں نے کچھ نہیں لگایا تھا۔ دستانے اُتارے گئے تو ناخن بھی صاف نکلے۔ ان پر کوئی پالش نہیں لگی تھی۔ زیور بھی نہیں پہن رکھے تھے۔ حالانکہ اگر انہوں نے کانوں میں بالیاں پہن رکھی ہوتیں تو برقعے کے اندر سے ان کی جھلک خاتون ہونے کی شہادت مہیا کر دیتی۔ شاید وہ بچ نکلتے۔ لال مسجد میں موجود ان کا کوئی دوسرا ساتھی یہی ترکیب آزمانا چاہے تو اسے باقی لوازمات کا اہتمام بھی کر لینا چاہئے۔ ہاتھوں پر دستانے چڑھانے کے بجائے نیل پالش لگی ہو تو شک کی گنجائش کم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بالیوں والے کان برقعے سے باہر دکھائی دیں تو بھیس بدلنے کا شک اور بھی کم ہو جاتا ہے۔ ''جیو'' کے حامد میر نے اپنے پروگرام میں انکشاف کیا کہ مسٹر عبدالعزیز نے اپنے خوابوں پر ایک کتاب شائع کر رکھی ہے جس میں انہوں نے ایک خواب یہ بیان کیا کہ مسجد کے صحن میں ان کا خون بکھرا ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ اب خون سے انقلاب نکلے گا۔ انہیں مسجد کا صحن بھی دستیاب تھا اور ان کے مجاہدین حصار میں لینے والی فورسز پر گولیاں بھی چلا رہے تھے۔ مسجد کے صحن میں خون بہانے کے لئے اس سے بہتر موقع ہاتھ نہیں آسکتا تھا۔ وہ چاہتے تو اپنے خواب کی تعبیر دیکھ سکتے تھے لیکن وہ اپنے انقلابی خون کو برقعے میں چھپا کر نکل بھاگے اور اس طرح قوم کو انقلاب سے محروم کر دیا۔ مسٹر عزیز کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ انہیں 300 بشارتیں ہوئیں۔ ان 300 میں کیا ایک بھی بشارت ایسی نہیں تھی، جس میں انہوں نے برقع پہن کر فرار ہونے کا اشارہ دیکھا ہو؟''

یہ دونوں بھائی طلبہ و طالبات کو شہادت کے فضائل بتاتے رہتے ہیں لیکن جب شہادت کا موقع ملا تو بڑے بھائی برقع پہن کر نکل بھاگے۔ قارئین کو یاد ہو گا جب مختلف مواقع پر لال مسجد سے برقع بریگیڈ برآمد ہو کر لاٹھیوں اور کلاشنکوفوں کی نمائش کیا کرتے تھے تو میں نے لکھا تھا کہ یہ ایک جیسے قد کا تھے، ایک جیسی لاٹھیوں اور ایک جیسے برقعے والیاں کہاں سے جمع ہو گئیں؟ میں نے شک ظاہر کیا تھا کہ ان برقعوں میں یقیناً مرد چھپے ہوئے تھے۔ مجھے یہ پتہ نہیں تھا کہ برقعے میں چھپے

ہوئے ان مردوں میں مسٹر عزیز خود بھی ہوا کرتے تھے۔ ورنہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انہیں اپنے سائز کا سلا سلایا برقع حصار میں آئی ہوئی مسجد کے اندر سے اچانک دستیاب ہوگیا ہو؟ برقع یقیناً پہلے سے تیار تھا اور مسٹر عزیز خود ڈنڈا بردار عورتوں میں اپنے دیگر مرد ساتھیوں کے ہمراہ برقع پہن کر کھڑے ہوا کرتے ہوں گے۔ کوئی مرد جلدی میں برقع پہن بھی نہیں سکتا۔ مثلاً مجھے کہا جائے کہ ابھی برقع پہن لو تو شاید میں ایسا نہ کرسکوں۔ مسٹر عزیز نے جس مہارت سے برقع پہنا تھا، اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ انہیں پہلے سے برقع پہننے کا تجربہ ہے۔ برقع پہن کر چلنا بھی آسان نہیں لیکن وہ بڑی آسانی سے چل رہے تھے۔ میں نے کچھ لوگوں کا بیان پڑھا ہے کہ مسٹر عزیز کو برقعے میں ٹیلی وژن پر دکھا کر ان کی تذلیل کی گئی۔ گویا شہادت کی تلقین کرنے والے کسی مرد مومن کا برقع پہننا اس قدر باعث شرم نہیں، جتنا کہ اسے برقعے میں دکھا دینا۔ اگر ٹیلی ویژن پر انٹرویو دیتے وقت انہوں نے برقع نہیں اُتارا تو رپورٹر یا کیمرہ مین یہ گستاخی کیسے کرسکتے تھے کہ واعظ کرنے والے شخص کو لباس کے آداب بتائیں؟ خدا کا شکر ہے کہ مسٹر عزیز یہ برقع مسجد کے اندر سے پہن کر آئے تھے، جہاں حکومت کا کوئی نمائندہ موجود نہیں تھا، ورنہ عقیدت مند یہ الزام بھی لگا سکتے تھے کہ مسٹر عزیز کو زبردستی برقع پہنا کر باہر بھیجا گیا۔ اچھا ہوا کہ وہ خود برقع پہن کر باہر نکلے۔ اسی برقعے میں ملبوس وہ کار کے اندر بیٹھے۔ یہ منظر ساری دُنیا نے دیکھا ہے۔ اگر انہوں نے خود برقع اتارنا پسند نہیں کیا تو دوسرے برقع اتارنے کی گستاخی کیسے کرسکتے تھے؟ چیف جسٹس آف پاکستان کا کوٹ لوگ لاکھوں روپے میں خریدنے پر تیار ہیں۔ چوہدری اعتزاز احسن کی وہ گاڑی جس میں چیف جسٹس سفر کرتے ہیں، اس کی قیمت بھی 50 لاکھ لگائی جا چکی ہے۔ مسٹر عزیز کا برقع بھی اب تاریخی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔ دیکھتے ہیں اس کی کیا قیمت لگتی ہے؟ بے شمار عقیدت مند اس تاریخی برقعے قوموں کی زندگی میں بڑی مشکل سے آتے ہیں۔ میری تجویز یہی ہے کہ یہ برقع عجائب گھر میں رکھ دیا جائے تاکہ آنے والی نسلیں اسے دیکھ کر اپنی تاریخ کے اس سنہرے دور کو یاد کریں۔ جب ایک سرکاری مسجد کے ملازم نے اس پر ناجائز قبضہ کرکے مزید زمین ہتھیائی۔ مسجد کے قلعے میں بدلا اور 7 ہزار طلبہ و طالبات کو جمع کرکے 16 کروڑ عوام پر خود ساختہ اسلام مسلط کرنے کی کوشش کی اور پہلے ہی امتحان میں برقع پہن کر اپنے مجاہدین کو ان کے حال پر چھوڑا اور بھاگ نکلے۔ دوسروں کے بچوں سے شہادتیں مانگنے والے وقت شہادت آنے پر برقعے میں چھپ کر کھسک لیتے ہیں۔

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے!

مولانا عبدالعزیز اور علامہ عبدالرشید غازی کی پیدائش ضلع راجن پور کی تحصیل روجھان کی دورافتادہ اور انتہائی پسماندہ بستی میں ہوئی۔ وہ بستی نہایت گمنام تھی۔ صدر جنرل ضیاء الحق کے دور میں اس بستی کو ''مولانا عبداللہ'' کے نام سے منسوب کر دیا گیا۔ اب اس بستی کو ''عبداللہ شہید'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس خاندان کا تعلق راجن پور کے مشہور معروف ''سوڈوانی مزاری بلوچ'' قبیلے سے ہے۔ ان دونوں بھائیوں کے آباؤاجداد کردستان سے ہجرت کر کے ان علاقوں کی طرف آئے تھے۔ اس اعتبار سے یہ اصلاً ''کرد'' ہیں۔ ان دونوں بھائیوں کے والد مولانا محمد عبداللہ شہید نے جامعہ العلوم اسلامیہ بھنگوریہ ٹاؤن کراچی سے 1957ء میں عالم فاضل کی سند حاصل کی اور صدر محمد ایوب خان کی فرمائش پر 1966ء میں اسلام آباد وفاقی دارالحکومت بننے کے بعد جی سکس فور میں قائم مسجد میں خطیب کے طور پر آئے تھے اور بعدازاں یہ مسجد پوری دُنیا میں ''لال مسجد'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ مولانا عبداللہ کو اسی مسجد کے احاطے میں 17 اکتوبر 1998ء کو گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔ ان دونوں بھائیوں کی طرح مولانا عبداللہ شہید پاکستان کی کسی مذہبی یا سیاسی جماعت کے باقاعدہ رُکن یا رہنما نہیں رہے بلکہ تمام جماعتوں کے ساتھ ان کے تعلقات تھے۔ مولانا عبدالعزیز اور عبدالرشید غازی نے ابتدائی تعلیم شاہ فیصل جامعہ اسلامیہ اسلام آباد اور جامعہ فرقانیہ کوہاٹی بازار سے حاصل کی اور مولانا عبدالعزیز نے 1984ء میں عالم فاضل کی ڈگری جامعۃ العلوم الاسلامیہ بھنگوریہ ٹاؤن سے حاصل کی اور بعدازاں والد کی شہادت تک جامع مسجد مجددیہ پارک روڈ ایف ایٹ میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ عبدالرشید غازی نے پرائیویٹ طور پر بی اے تک دُنیاوی تعلیم حاصل کی اور بعدازاں 1988ء میں قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد سے اوّل پوزیشن میں ''انٹرنیشنل ریلیشنز'' میں ایم اے کیا اور 1989ء میں یونیسکو کے تحت منسٹر آف ایجوکیشن میں اٹھارویں گریڈ کے عہدے پر تعینات ہو گئے جہاں سے ان کو ملک دُشمن سرگرمیوں کا الزام لگا کر ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ عبدالرشید

غازی ان الزامات کو ''حکومت دشمن سرگرمیاں'' کہتے رہے۔ علامہ عبدالرشید غازی نے مری کے ایک متمول گھرانے اور پڑھی لکھی خاتون سے شادی کی جس سے ان کے تین بچے اور دو بچیاں ہیں۔ جبکہ مولانا عبدالعزیز نے حافظ یونس کی بیٹی سے شادی کی جس سے ان کی دو بچیاں ہیں۔ دونوں بھائیوں کی زندگیوں میں واضح تبدیلی اپنے والد کی شہادت کے بعد واقع ہوئی اور دونوں بھائی اس کے بعد ملک کے موجودہ ''نظام'' کے باغی کے طور پر سامنے آئے۔ حکومت اور دونوں بھائیوں کے درمیان اصل جنگ کا آغاز مارچ 2004ء میں اس فتویٰ سے ہوا جو قبائلی علاقوں میں جاری جنگ کے متعلق لال مسجد کے دارالافتاء سے جاری ہوا تھا۔ اس فتوے کی واپسی کیلئے دونوں بھائیوں پر بہت دباؤ ڈالا گیا مگر یہ فتویٰ واپس نہیں لیا گیا۔ اسی فتوے کے جواب میں اگست 2004ء میں حکومت نے آرمی ہاؤس، صدر، وزیراعظم ہاؤس اور دیگر اہم عمارات اُڑانے کی سازش کرنے کا مقدمہ قائم کیا اور ان کی گرفتاری کیلئے جامعہ حفصہ پر چھاپہ مارا مگر دونوں بھائی بچ نکلے اور گرفتار نہیں ہو سکے۔ ملک کے جید علماء کرام کے بیچ میں پڑنے کی وجہ سے یہ معاملہ ختم ہو گیا مگر دونوں بھائیوں کو سرکاری ملازمتوں سے برطرف کر دیا گیا۔ اس کے بعد دونوں بھائیوں پر حکومت کی طرف سے پے در پے مقدمات قائم کر دیئے اور آخری وقت تک ان مقدمات کا سلسلہ جاری رہا اور علامہ عبدالرشید غازی پر حکومت لال مسجد کیخلاف سیکورٹی فورسز آپریشن کے دوران جاں بحق ہونیوالے کرنل ہارون الاسلام کے قتل کا مقدمہ قائم ہوا۔

دونوں بھائیوں کے زیراہتمام درجنوں مدارس قائم کئے جن میں جامعہ فریدیہ جو 1970ء اور جامعہ حفصہ 1989ء میں قائم ہوئے تھے اور ان میں بیک وقت 10 ہزار سے زائد طلباء وطالبات زیرتعلیم تھے۔ ان اداروں کے ماہانہ اخراجات 80 لاکھ سے زائد تھے جو مخیر حضرات کے تعاون سے پورے کرتے تھے دونوں اداروں میں کمپیوٹر سمیت جدید تعلیم کا بھی انتظام تھا۔ ان کے مدارس کا وفاق المدارس سے الحاق حالیہ تحریک شروع کرنے کے بعد ختم کر دیا گیا۔

علامہ عبدالرشید غازی نے سب سے پہلے ''تحفظ حقوق انسانی'' کی تنظیم بنا کر لاپتہ شہریوں کے حق میں آواز اٹھائی جس پر بعدازاں سپریم کورٹ نے ازخود ایکشن لیا اور لاپتہ شہریوں کی بازیابی کا مسئلہ ایک عالمی مسئلہ کے طور پر سامنے آیا۔ 8 اکتوبر 2005ء کے قیامت خیز زلزلہ کے بعد دونوں بھائیوں نے ''القاسم فاؤنڈیشن'' بنا کر بھرپور فلاحی خدمات سرانجام دیں اور

اپنے تمام طلباء وطالبات کو ان سرگرمیوں میں مصروف کر دیا اور اس دوران متاثرہ خاندان کے کئی لاوارث اور یتیم بچیوں وبچوں کو اپنے اداروں میں داخلہ دے دیا جو آخری وقت تک ان اداروں میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔

علامہ عبدالرشید غازی ایک منجھے ہوئے رہنما تھے ان کی شخصیت پہلی مرتبہ 2001ء میں ''دفاع افغانستان کونسل'' کے ترجمان کے طور پر سامنے آئی اور عبدالرشید غازی نے دینی وسیاسی حلقوں میں ایک بہترین ترجمان کے اور ''ٹیبل ٹاک'' کے ماہر کے طور پر نام بنا دیا۔ عبدالرشید غازی نے اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں کئی اہم معاملات مہارت سے حل کرائے۔ 21 جنوری 2007ء کو سی ڈی اے کی طرف سے مساجد کو شہید کرنے کے اقدام کے جواب میں سرکاری ماڈرن چلڈرن لائبریری پر جامعہ حفصہ کی طالبات کی طرف سے قبضے کے بعد اس نئی جنگ کا آغاز ہوا اور مسلسل ساڑھے چھ ماہ تک حکومت اور ان دو بھائیوں کے درمیان یہ جنگ جاری رہی۔ یہ جنگ گزشتہ روز علامہ غازی کی حد تک اس وقت ختم ہوگئی جب فوجی کمانڈوز سے لڑتے ہوئے وہ خالق حقیقی سے جا ملے اس موقع پر ان کی عملی جسمانی جنگ تو ختم ہوگئی مگر نظریاتی جنگ کیا کیا رخ اختیار کرے گی وہ آنیوالا وقت ہی بتا سکے گا۔

ماضی کی تاریخ کے جھروکوں سے پردہ اٹھانے والے کہتے ہیں مولانا عبداللہ نے جہادی تنظیموں کے سربراہان سے اس بات پر بیعت لینا شروع کر دی تھی کہ پاکستان میں اسلامی خلافت قائم کی جائے گی جس کی بھنک موجودہ نظام کے جاسوسوں کو پڑ گئی تھی جنھوں نے پراسرار انداز میں لال مسجد تحریک کے بنتے ہوئے امیر مولانا عبداللہ کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا اور پھر ان کی شہادت ہر کسی کے سامنے تھی ان کے قاتل کی گرفتاری اور رہائی کا ڈرامہ بھی سب کے سامنے تھا شاید یہی وہ ناانصافی تھی کہ جس پر مولانا عبداللہ کے بیٹے مولانا عبدالعزیز نے لوگوں کو پرامن رہنے کا کہہ کر معاف کر دیا کہ ان کے والد کا قاتل کوئی اور نہیں بلکہ یہ نظام ہے اس لئے انہوں نے اس نظام سے اپنے والد کے قتل کا بدلہ لینے کی تیاری کر لی کہنے والے کہتے ہیں کہ مولانا عبداللہ کی شہادت سے پہلے مولانا عبدالرشید غازی قائداعظم یونیورسٹی کے مخلوط تعلیمی ماحول کی وجہ سے کسی حد تک آزاد خیال تھے اور سخت مذہبی سوچ سے کافی دور تھے مگر والد کی شہادت نے ان کی سوچ بھی بدل دی پھر ان کو ان کے والد کی وصیت تھی کہ ان کا بڑا بیٹا مولانا عبدالعزیز ان کے والد کی جگہ ہے انہوں نے ساری زندگی ان کی بات مانی ہے اپنے بڑے بھائی اور والد کی جگہ لئے ہوئے مولانا

عبدالعزیز کی تربیت اور معیت کا اثر تھا کہ دینی و دنیاوی علوم کا منبع رکھنے والا مولانا عبدالرشید غازی اس نظام کے خلاف جاری صورتحال میں نظام کو توڑنے کی ترکیبیں سوچنے لگا پھر ایک وقت وہ آیا جب افغانستان میں ملا عمر کی حکومت قائم ہوئی امارت اسلامیہ افغانستان کا نظام دیکھنے مولانا عبادالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی گئے مولانا عبدالعزیز نے واپس آکر پاکستان میں اسی طرز کے نظام کی کوشش شروع کر دی جاننے والے جانتے ہیں کہ کئی سال قبل بھی مولانا عبدالعزیز نے اسلامی نظام لانے اور موجودہ نظام سے بغاوت کرنے کے لیے اپنے والد کی طرز پر اسلام آباد کی لال مسجد میں پھر جہادی اور دوسرے لوگوں سے بیعت لینا شروع کر دی اور مختلف طریقوں سے ایسے کردار شروع کر دیئے کہ جس میں وہ اپنے بس کی حد تک نظام کو للکار رہے تھے وہ اپنے خطبات میں تو جو کہہ رہے تھے وہ کہہ ہی رہے تھے اسی دورانیے میں افغانستان پر امریکی حملے اور پاکستانی تعاون کا منظر سامنے آیا اسی دورانیے میں ایک تنظیم ''دفاع افغانستان کونسل'' بنی جس کو بعد میں ''دفاع پاکستان وافغانستان کونسل'' کا نام دے دیا گیا جس کے مرکزی ترجمان مولانا عبدالرشید غازی مقرر ہوئے بین الاقوامی تعلقات میں ایم ایس سی کی ڈگری انگریزی اور دینی علوم کی کافی معلومات کے اس منبع نے دفاع پاکستان وافغانستان کونسل کو ایک متحرک کردار بنانے میں میڈیا میں وہ کردار ادا کیا کہ یہ تحریک جس کی مخالفت جنرل مشرف کی پالیسیوں اور امریکی ظلم کے خلاف جدوجہد واحد ایجنڈ تھا اس میں اقتدار تھا نہ سیاست، یہی وجہ تھی کہ یہ کونسل دن بہ دن تحریک میں بدل رہی تھی اس تحریک کو موجودہ نظام کو قبول کرنے کی سمت میں ڈالنے کے لیے موجودہ نظام کے مہروں کو چلانے والوں نے اسی کونسل میں اکثریت اور ایک آدھ جماعت کو باہر سے لیکر متحدہ مجلس عمل کے نام سے اس کونسل کے متوازی ایک اور پلیٹ فارم سے سیاسی اتحاد بنوا دیا طاقت میں بدلتی تحریک کو سیاسی اتحاد اور موجودہ نظام پر اکتفا کرنے والا ایک اتحاد وجود میں آگیا جس کو کافی مناسب حصہ الیکشن میں بھی مل گیا ڈیڑھ صوبے میں حکومت اور مرکز میں رعایتی اپوزیشن لیڈری بھی مل گئی پھر اس ڈیڑھ صوبے میں وہ ایم ایم اے جس طرح اسلامی نظام قائم کرنے میں ناکام ہوئی وہ بھی مخلص دینی لوگوں کے لیے ایک طعنہ بن گیا ادھر لال مسجد تحریک کے روح رواں مولانا عبدالعزیز سے لوگ پھر تحریک طرز پر منسلک ہونے لگے اور نتیجہ میں ہزاروں لوگ مولانا عبدالعزیز سے منسلک ہو گئے اور انہوں نے موجود نظام کے قانون کی رٹ کو یہ کہتے ہوئے چیلنج کر دیا کہ جس نظام کی رٹ اللہ کی رٹ کو چیلنج کر رہی ہے اس رٹ کو چیلنج کرنا عین اسلام ہے اور انہوں نے اپنی

زندگی کی سب سے بڑی "غلطی" کر ڈالی کہ جب امریکہ کی حمایت میں پاکستانی فوج نے قبائلی علاقوں میں اپنے ہی لوگوں کا قتل عام شروع کیا اور وہاں کے لوگوں نے مزاحمت کی تو لال مسجد کے دارالافتاء سے ایک فتویٰ جاری ہوا جس کو پوچھنے والے بھی ایک کرنل بتائے گئے اس فتویٰ میں کہا گیا کہ قبائلی علاقوں میں لڑائی میں مرنے والے عام لوگ شہید ہیں جبکہ فوجی شہید نہیں ہیں اس فتویٰ کے نتیجے میں قبائلی علاقوں میں فوج کے جوانوں نے کتنی بڑی تعداد میں حکم ماننے اور لوگوں پر گولیاں چلانے سے انکار کیا اور کتنے فوج سے نکالے گئے کیا کیا سزائیں بھگتنا پڑیں یہ بھی ایک سربستہ راز ہے اس کا ردعمل کیا ہوا اس کا آغاز مولانا عبدالرشید غازی کی گاڑی سے اسلحہ نکال کر اور یہ کہہ کر دیا گیا کہ وہ اسلام آباد کی تمام اہم سرکاری تنصیبات کو اڑانے کا منصوبہ رکھتے تھے الزامات کی اس بہتی گنگا میں شیخ رشید نامی وزیر نے بھی ہاتھ دھوئے اور کہا کہ علامہ غازی اس کی لال حویلی کو بھی اڑانا چاہتے تھے (یاد رہے یہ وہی شیخ رشید ہیں جو مولانا غلام اللہ اور مکتبہ دیوبند کا اپنے آپ کو خادم کہتے ہیں) پھر دہشت گردی کی عدالت نے اس حکومتی ڈرامے سے پردہ ہٹا دیا اور یہ سب لوگ بددل ہو گئے پھر یہ سسٹم چل ہی رہا تھا کہ اسلام آباد میں سی ڈی اے نے سات مساجد شہید کر دیں ان کو بنانے کے لیے بڑے مطالبے کئے گئے مگر کچھ نہ ہوا تو ردعمل میں احتجاجاً جامعہ حفصہ کی طالبات نے جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے درمیان واقع سرکاری چلڈرن لائبریری پر قبضہ کر لیا حکومت بڑی تلملائی آپریشن کی دھمکیاں دیں مگر مولانا عبدالعزیز کے ارادوں کو نہ توڑ سکی اندر سے جاننے والے جانتے ہیں کہ مولانا عبدالعزیز نے ابتدائی طور پر تو یہ موقف اختیار کیا کہ سات شہید مساجد حکومت تعمیر کرے مگر آہستگی سے وہ کہا کرتے تھے کہ لائبریری تو حکومت کی رٹ کو چیلنج کرنے کے لیے یرغمال بنائی گئی ہے اصل منزل تو اسلامی نظام ہے پھر وہی ہوا حکومت نے سات مساجد کی تعمیر کا فیصلہ کیا چوہدری شجاعت حسین کو مذاکرات میں ڈالا انہوں نے مساجد کی تعمیر کا فیصلہ کیا اور طے ہوا کہ پہلے مرحلے میں سات مساجد تعمیر ہوں گی، دوسرے مرحلے میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے طریقہ کار اور عملی یقین دہانیوں کی بات ہوگی مگر وہ کون ہاتھ تھے جن کے بارے مین چوہدری شجاعت نے کہا کہ ان ہاتھوں نے ان کے لال مسجد انتظامیہ سے مذاکرات ناکام بنائے اور ان کے کیے گئے وعدے کو پورا نہیں ہونے دیا وہ پھر مذاکرات سے الگ ہو گئے پھر مولانا عبدالعزیز کے حکم پر طلباء وطالبات نے آنٹی شمیم نامی دھندا کرنے والی مبینہ نائیکہ کو اغواء کر لیا جواب میں اسلام آباد انتظامیہ نے مدرسے سے دو معلمات اور دو ملازمین کو گرفتار کر لیا۔

جس کے جواب میں لال مسجد کے طلباء نے پولیس اہلکار اور دو گاڑیوں کو اغواء کرلیا جس پر ضلعی انتظامیہ نے ان معلمات اور دو ملازمین کو رہا کر دیا اس کے بعد پھر ایک مرتبہ پولیس اہلکاروں کو اغواء کیا گیا جن کو بھی چھوڑ دیا گیا پھر چینی مساج سنٹر کی 6 عورتوں اور 5 مردوں کو طلباء وطالبات نے اغواء کرلیا اور لال مسجد لے آئے ان کو بھی رہا کر دیا گیا۔ مگر اب یہ (Enough is Enough) قرار پایا اور حکومت نے ختمی کارروائی کا فیصلہ کرلیا اور لال مسجد و جامعہ حفصہ کی ناکہ بندی شروع کردی اور پھر منگل کا وہ دن آیا جب رینجرز نے جامعہ حفصہ کے سامنے خاردار تاریں لگانا شروع کیں روکنے پر تنازع ہوا شیلنگ، پتھراؤ، فائرنگ ہوئی رینجرز اہلکار جاں بحق ہوا دو نمبر ازخمی ہوا تو پھر معاملات اور ہاتھ سے نکل گئے پھر وہ دن بھی آیا کہ جب سیکیورٹی فورسز نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کا پانی گیس بجلی بند کردیں اور اس پر شیلنگ، گولہ باری اور فائرنگ شروع کردیں جس کا جواب بھی حیثیت کے مطابق دیا جاتا رہا پھر ایس ایس جی کا کمانڈر ہارون الاسلام جاں بحق ہو گیا تو معاملہ اور گرم ہو گیا پھر وفاق المدارس کے علماء اسلام آباد پہنچے اور چوہدری شجاعت حسین، اعجاز الحق، طارق عظیم کی مدد سے مذاکرات مولانا فضل الرحمٰن خلیل کو درمیان میں لایا گیا مگر امریکی حکم ان سے ایک دن قبل جاری ہو چکا تھا کہ لال مسجد والوں کو راستہ دینے کا مطلب پاکستان کی دہشت گردی کیخلاف جنگ کو مشکوک بنائے گا۔ کوششیں ہوئیں چوہدری شجاعت نے مخلصانہ کوششیں کیں نا اعجاز الحق نے دل سے نہ چاہتے ہوئے بھی ذاتی انا اور ضد کو ایک طرف نہ رکھا اور لال مسجد والوں کیخلاف بیان بازی سے بمباری جاری رکھی آخر وزراء علماء مذاکرات ایک متفقہ معاہدے پر پہنچ گئے۔ معاہدے میں اہم ترین نکتہ علامہ غازی اور اسکے بے گناہ ثابت ہونے والے ساتھیوں کو محفوظ راستہ دے کر اس کے آبائی علاقے روجھان میں جانے دینا تھا اور طلباء کو گرفتار نہ کرنا تھا لال مسجد کے لائبریری سے پہلے والے لوگوں کو حکومت کے حوالے کرنا تھا۔ طالبات میں سے کسی کو گرفتار نہ کرنا تھا اور تمام ہتھیار حکومت کے حوالے کرنا تھا اس معاہدے کو لے کر چوہدری شجاعت، طارق عظیم، سیکرٹری داخلہ سید کمال شاہ اور اعجاز الحق صدر کے پاس گئے انہوں نے اس معاہدے کی بنیادی شق یعنی علامہ عبدالرشید غازی کو محفوظ راستہ دینے اور پہلے معاہدے کے مطابق روجھان کے گھر جانے دینے کے بجائے لکھ دیا کہ انہیں کسی مقام پر گھر میں نظر بند کیا جائے گا اور قانون کے مطابق کارروائی کی جائے گی اس طرح طلباء وطالبات کے بارے میں بھی پہلے معاہدے کو بدل دیا گیا یہ معاہدہ لا کر وفاق المدارس کے علماء اور مذاکرات کار کو

دکھا کر کہا گیا کہ یہی حتمی معاہدہ ہے۔علامہ غازی سے کہا کہ عمل کرنا ہے تو کرو ورنہ آدھ گھنٹہ میں کارروائی کیلئے تیار ہو جاؤ یہی مذاکرات کا دروازہ بند کرنے کا ایوان صدر سے حتمی فیصلہ تھا اس کو سنتے ہی علماء موقع سے احتجاجاً چلے گئے چوہدری شجاعت اور طارق عظیم نے سرنڈر کیمپ میں پریس کانفرنس اور علامہ غازی پر الزام لگایا کہ نہیں مان رہے اس لیے وہ مایوس ہو کر جا رہے ہیں ان کے یہ الفاظ پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ خوفناک کارروائی شروع کر دی گئی۔حکومت کے اس جھوٹ سے علماء نے میڈیا میں پردہ اٹھا دیا اور کہا کہ دونوں معاہدوں کی شق میڈیا کو جاری کر دیں جس سے ثابت ہو گیا کہ متفقہ معاہدے سے علامہ غازی اور علماء نہیں بلکہ ایوان صدر بھاگا اس کے بعد حتمی" فتح'' تک کتنے ہزار طلباء وطالبات کی زندگیاں چلی گئیں (یہ ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ عبدالستار ایدھی نے حکومت کی طرف سے 800 کفن مانگنے کے اعداد وشمار بتائے ہیں یہ تو صرف ایدھی سے مانگے گئے ہیں باقی کس کس سے کتنے مانگے گئے یہ الگ سٹوری ہے) جو ہوا سو ہوا اب اس کے اثرات کیا ہونگے جب سے یہ آٹھ روزہ جنگ جاری تھی اور اس کا جو رد عمل آ رہا تھا اس پر ہر روز حکومت کہہ رہی تھی کہ ان واقعات کا اس آپریشن سے کوئی تعلق نہیں اور اس کے بعد حکومتی وزراء کے لٹکے چہرے اور میڈیا کے سامنے اس واقعہ کے اثرات کے نہ ہونے سے انکار نہ کرنے کی باتیں بہت کچھ بتا رہی ہیں پھر اس کے رد عمل پر صدر، وزیراعظم اور صوبائی حکومتوں کے امن وامان پر اجلاس بھی رد عمل کی حساسیت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں پھر یہ واقعہ یہاں سے تو ختم ہوا مگر کولڈ سٹوریج خالی کروا کر اس میں رکھی گئی لاشیں جن علاقوں میں جائیں گی اور جن کی لاشیں غائب ہو جائیں جن کے ورثاء پہلے لاپتہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ کریں گے تو یہاں سے ایک لال مسجد تحریک منظم شکل میں آگے بڑھے گی جس کے زبانی وعسکری پہلو کھل کر سامنے آئیں گے۔

▪ ▪ ▪ ▪

مقابل ہے آئینہ

آپریشن سائلنس کے حوالے سے کچھ آن ریکارڈ سچائیاں بلاتبصرہ پیش خدمت ہیں جن سے نتائج اخذ کرنے میں آسانی رہے گی قاتل اور مقتول آسانی سے بے نقاب ہو جائیں گے میں ان خبروں پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا فیصلہ قاری پر چھوڑتا ہوں سب سے پہلے روزنامہ جنگ لاہور 12 جولائی میں ابصار عالم کی رپورٹ ملاحظہ فرمائیں حکومت کی جانب سے بار ہا کیا جانے والا یہ دعویٰ انٹیلی جنس مخبر کی محض غلط رپورٹنگ ثابت ہوا کہ جامعہ حفصہ میں عبدالرشید غازی نے بارودی سرنگیں بچھا رکھی ہیں اور یہ کہ انہوں نے انسانی ڈھال کے طور پر استعمال کرنے کے لئے عورتوں اور بچوں کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ اسی طرح جامعہ حفصہ اور لال مسجد کمپلیکس میں خودکش بمباروں کی موجودگی کی اطلاع بھی بے بنیاد ثابت ہوئی اور ذرائع کے مطابق منگل کی صبح ابتدائی گھڑیوں میں شروع ہونے والے اس آپریشن میں جو (کہ بدھ کو بھی جاری رہا) حکام کو نہ تو کوئی بارودی سرنگ ملی اور نہ ہی کوئی یرغمالی ملا۔ ایک ذریعے نے بتایا ہے کہ حقیقی کہانی کے پتہ چلنے پر حکام کو شرمندگی محسوس ہوئی حکام کو (کم از کم اب تک) انٹیلی جنس ایجنسیوں کی مس رپورٹنگ کو کور اپ کرنے کا موقع ملا ہے آئی ایس پی آر کے ڈائریکٹر جنرل میجر جنرل ارشد وحید نے تصدیق کی ہے کہ آپریشن کے دوران کوئی خودکش بم حملے کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ انہوں نے کمپلیکس میں فوجیوں کو ایک بھی بارودی سرنگ ملنے کی تصدیق نہیں کی حکام کے ہاتھوں منگل کو آزاد کرائی گئیں ستائیس خواتین میں سے کسی نے بھی اپنے یرغمالی بنائے جانے کی تصدیق نہیں کی بجائے اس کے رپورٹس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ خواتین حکام سے درخواست کرتی رہیں کہ انہیں جامعہ حفصہ میں واپس جانے دیا جائے تاکہ وہ شہادت حاصل کر سکیں اور جب انہوں نے عبدالرشید غازی کے جاں بحق ہونے کی خبر سنی تو پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں وفاقی وزیر مذہبی امور اعجاز الحق نے اس معاملے کے حوالے سے جنگ کو بتایا کہ وہ خواتین جنہیں یرغمالی بنایا گیا تھا وہ دراصل جانتی ہی نہیں تھیں کہ انہیں یرغمال بنایا گیا تھا۔ ”رہا کرائی گئی خواتین“ کے ردعمل کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ ان خواتین کی برین واشنگ کی گئی تھی اس سوال پر

کہ دنیا میں جب بھی کسی کو یرغمالی یا انسانی ڈھال بنانے پر کمانڈو ایکشن ہوتا ہے اس میں یرغمالی بنائے گئے کچھ لوگ نشانہ بنتے رہے ہیں لیکن زیر نظر کیس میں کوئی یرغمالی زخمی تک نہیں ہوا انہوں نے جواب دیا کہ حکومت نے آپریشن انتہائی احتیاط کے ساتھ اور کم سے کم انسانی جانوں کے ضیاع کی منصوبہ بندی کے ساتھ کیا تھا جب وفاق المدارس کے حنیف جالندھری سے یہ سوال کیا گیا کہ آیا وہ جامعہ حفصہ میں یرغمالی خواتین اور بچوں کی موجودگی سے آگاہ ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ محض حکومتی پروپیگنڈا ہے۔ جالندھری علماء کی اس ٹیم میں شامل تھے جنہوں نے آخری لمحوں میں لال مسجد کے بحران کا حل نکالنے کیلئے آخری لمحات میں ہونے والی کوششوں میں حصہ لیا تھا تاہم یہ کوشش اس وقت ناکام ہوگئی جب ایوان صدر نے طے پانے والے سمجھوتے کا مسودہ تبدیل کردیا انہوں نے بتایا کہ ان سے جامعہ حفصہ کی تین طالبات کے والدین نے رابطہ کیا جن کا کہنا تھا کہ یہ طالبات بار بار کی درخواستوں کے باوجود اپنے گھروں کو واپس جانے کیلئے تیار نہیں ہیں یرغمالیوں کے حوالے سے ایک سوال پر وحید ارشد نے بتایا کہ اگر ان خواتین اور بچوں کو یرغمالی نہیں بنایا گیا تھا تو انہیں اپنے طور پر کمپلیکس سے باہر آنا چاہئے تھا تاہم انہوں نے بتایا کہ وہ یہ نہیں جانتے کہ ''رہا کرائی گئی خواتین'' کا ردعمل کیا تھا اس سوال پر کہ ''یرغمالی'' اور ''انسانی ڈھال'' بنائے گئے افراد کس طرح معجزانہ طور پر زخمی تک نہ ہوئے؟ فوجی ترجمان کا کہنا تھا کہ پہلے ان جنگجوؤں کو مارا گیا جو کہ ''رہا کرائی گئی ان خواتین'' کی حفاظت (Guard) کر رہے تھے لال مسجد کے حوالے سے 3 جولائی کو ہونے والے واقعات کی لحہ بہ لحہ رپورٹ پیش کرنے والے جیو نیوز کے بیورو چیف اور سینئر صحافی ابصار الاسلام کا کہنا ہے کہ حکومت کے اس دعوے کی آزاد ذرائع سے کوئی تصدیق ممکن نہیں ہے کہ اندر موجود جنگجوؤں نے خواتین اور بچوں کو یرغمال بنایا بارودی سرنگیں بچھائیں یا خودکش جیکٹیں تیار کیں انہوں نے اس امر پر بھی تنقید کی کہ بدھ کی شام تک میڈیا کو لال مسجد کمپلیکس تک رسائی نہیں دی گئی اور اس سے حکومت کو موقع ملا کہ وہ پریس کو وہی اطلاعات دے جو کہ وہ فراہم کرنا چاہتی ہے انہوں نے کہا کہ رپورٹرز کا انحصار یا تو حکومت یا پھر جنگجوؤں پر تھا۔

(روزنامہ جنگ لاہور 12 جولائی 2007ء)

دوسرا بیان وفاق المدارس کی طرف سے اخبارات کو جاری ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ لال مسجد سے سینکڑوں لاشیں لے جا کر ان کی اجتماعی تدفین کی جارہی ہے۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے سرکاری آپریشن کے خلاف جمعہ 13 جولائی کو ملک گیر یوم احتجاج کی کال

دے دی ہے اس موقع پر علماء خطباء اجتماعات جمعہ میں آپریشن کے خلاف احتجاج کریں گے جبکہ چھ اہم شہروں میں تحفظ مدارس دینیہ کنونشن طلب کر لیے گئے ہیں 16 جولائی کو لاہور 19 جولائی کو اسلام آباد 26 جولائی کو پشاور 27 جولائی کو مظفر آباد 2 اگست کو کراچی 9 اگست کو کوئٹہ میں یہ کنونشن منعقد ہوں گے۔ اس بات کا فیصلہ یہاں جامعہ اسلامیہ صدر میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کے ہنگامی اجلاس میں کیا گیا جس کی صدارت وفاق المدارس کے صدر شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان نے کی اور اس میں ناظم اعلیٰ قاری محمد حنیف جالندھری نائب صدر ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، مولانا زاہدالراشدی، مولانا انوار الحق، مولانا سعید یوسف، قاضی عبدالرشید، قاضی محمود الحسن، مفتی کفایت اللہ، مفتی قاری سعید الرحمان، مولانا ظہور احمد علوی، مولانا محمد نذیر فاروقی، پیر عزیز الرحمٰن، مولانا عبدالمجید ہزاروی اور دیگر علماء نے شرکت کی قاری محمد حنیف جالندھری نے اجلاس کے بعد پرہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ مولانا عبدالرشید غازی اور ان کی والدہ کی میتیں جنازہ اور تدفین کے لیے ان کے ورثاء کے حوالے کی جائیں جو مولانا عبدالرشید غازی کی وصیت کے مطابق اسلام آباد میں تدفین کرنا چاہتے ہیں وہ آبائی گاؤں میں تدفین کرنے کے حق میں نہیں ہیں انہوں نے شہید ہوئے 711 طلباء وطالبات کی لاشیں اور تحویل میں لیے جانے والے طلباء وطالبات کو ان کے ورثاء کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ وفاق المدارس نے آپریشن کی ساری صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے ایک کمیٹی قائم کر دی ہے اور جامعہ محمدیہ اسلام آباد اور جامعہ فاروقیہ راولپنڈی میں طلباء وطالبات کے والدین کی رہنمائی کے لیے مراکز قائم کر دیئے ہیں ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ ایدھی سے 800 کفن اور 300 چادریں طلب کی گئی ہیں جو پہلے سے منگوائے گئے کفن کے علاوہ ہیں جس سے شہداء کی تعداد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو سینکڑوں میں ہے لیکن صحیح اعداد و شمار پیش کرنا ممکن نہیں کیونکہ طلباء کا ریکارڈ مدارس کے پاس ہوتا ہے اجلاس نے اسلام آباد کی لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں حکومت کے مسلح آپریشن کی شدید مذمت کرتے ہوئے آپریشن کے دوران جاں بحق ہونے والے تمام افراد کی المناک موت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں ان کے لیے دعائے مغفرت اور لواحقین سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کیا گیا اور کہا گیا کہ وفاق المدارس نے اس تنازعہ کے آغاز پر جس موقف کا اظہار کیا تھا وقت نے اسے درست ثابت کر دیا ہے وفاق المدارس نے یہ واضح کر دیا تھا کہ یہ مسئلہ مذاکرات اور افہام و تفہیم کے ذریعے حل کیا جانا ضروری ہے اور کسی فریق کی طرف

سے بھی طاقت کا استعمال اور تشدد کا رویہ غلط ہوگا جو بہت سے شہریوں کی جانوں کے ضیاع کا باعث بن سکتا ہے لیکن یہ انتہائی افسوسناک بات ہے کہ وفاق المدارس کی اس اپیل پر کسی فریق نے بھی توجہ نہیں دی اور دونوں طرف سے اسلحے اور طاقت کے بے جا استعمال نے پوری قوم کو کرب والم کے ایک نئے دور میں داخل کر دیا ہے وفاق المدارس کے رہنماؤں نے اس بحران کے پرامن حل اور سینکڑوں افراد بالخصوص طالبات اور بچوں کی جانیں بچانے کے لیے 8 جولائی کو جس مصالحتی عمل کا آغاز کیا تھا اسے آخری مرحلہ میں اچانک ناکام بنا دیا گیا جو اس المیہ کا سب سے افسوسناک پہلو ہے اور مجلس عاملہ کی یہ رائے ہے کہ صدر پرویز مشرف اس آپریشن کا قطعی فیصلہ کئی روز پہلے کر چکے تھے جس کا انہوں نے بلوچستان میں اظہار کرتے ہوئے کہا تھا ''لال مسجد والے باہر آجائیں ورنہ مار دیئے جائیں گے'' حالات کا تسلسل یہ بتاتا ہے کہ اس دھمکی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وفاق المدارس کی مصالحتی کوششوں کو آخری مرحلے میں جب کم وبیش تمام امور پر فریقین میں اتفاق رائے ہو چکا تھا سبوتاژ کر دیا گیا جس کی ذمہ داری سب سے زیادہ صدر پرویز مشرف پر عائد ہوتی ہے وفاق المدارس کی مجلس عاملہ یہ سمجھتی ہے کہ یہ صورتحال ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ میں مسلسل تاخیر فحاشی کے فروغ حدود شریعہ میں غیر شرعی ترامیم اسلام آباد میں مساجد کو گرائے جانے اور دینی اقدار شعائر کے بارے میں حکومت کے مسلسل منفی اقدامات کے ردعمل کے طور پر پیدا ہوئی ہے اس لیے حکومت کی اصل ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ان اسباب وعوامل کی طرف توجہ دے اور اپنی پالیسیوں پر نظرثانی کرتے ہوئے ملک میں اسلامی نظام کے عملی نفاذ فحاشی کے سدباب اور اسلام آباد میں گرائی جانے والی مساجد کی فوری دوبارہ تعمیر کا اہتمام کرے عاملہ نے میڈیا کے اکثر حلقوں کے اس طرز عمل پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ لال مسجد کے آپریشن کے دوران تصویر کا صرف ایک رخ پیش کیا جا رہا ہے اور حالات کے معروضی تناظر کو سامنے لانے کی بجائے صدر پرویز مشرف کی اس فرمائش پر عمل کیا جا رہا ہے کہ اگر میڈیا لاشیں نہ دکھانے کا یقین دلائے تو وہ لال مسجد کے خلاف آپریشن کے لیے تیار ہیں عاملہ نے میڈیا کے ذمہ دار حضرات کی توجہ اپنی تشویش کی طرف مبذول کراتے ہوئے اس بات پر زور دیا گیا کہ وہ اپنی قانونی اور اخلاقی ذمہ داری کا لحاظ رکھیں اور کسی ایک شخصیت کو خوش کرنے کی بجائے صحیح حالات کو ان کے اصل تناظر میں پیش کرنے کا راستہ اختیار کریں عاملہ نے جامعہ حفصہ کے آپریشن کی صورتحال کی آڑ میں وزیراعظم کی طرف سے ملک بھر کے دینی مدارس کے خلاف دھمکی آمیز بیان پر شدید احتجاج کرتے ہوئے

کہا کہ اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام آباد کے مخصوص حالات کی آڑ میں پورے ملک میں دینی مدارس کے خلاف کسی نئی مہم کا آغاز کیا جارہا ہے جس کی تائید ان اطلاعات سے بھی ہوتی ہے کہ کل سے ملک کے مختلف حصوں میں دینی مدارس کے از سرنو کوائف طلب کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے دینی مدارس کے منتظمین کو ہراساں کیا جارہا ہے اور انہیں بلاوجہ پریشان کیا جارہا ہے عاملہ نے وزیراعظم کے اس دھمکی آمیز بیان کو مسترد کرتے ہوئے اعلان کیا کہ دینی مدارس کی آزادی خودمختاری اور جداگانہ تعلیمی تشخص کا ہر قیمت پر تحفظ کیا جائے گا اور اس کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔ وفاق المدارس نے ملک بھر کے دینی مدارس سے اپیل کی کہ وہ کسی پریشانی اور خوف میں مبتلا نہ ہوں اور پورے اعتماد اور حوصلے کے ساتھ اپنا کام جاری رکھیں اور باہمی طے شدہ فیصلے کے مطابق کسی بھی دینی مدرسے کے بارے میں اگر حکومت کو کوائف مطلوب ہیں تو وہ متعلقہ وفاق سے رجوع کرے اور براہِ راست کسی مدرسے سے کوائف طلب نہ کرے عاملہ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ جامعہ فریدیہ اسلام آباد سے سرکاری فورسز کو فوری طور پر ہٹایا جائے اور معمول کی تعلیمی سرگرمیوں میں حائل تمام رکاوٹوں کو ختم کرکے اساتذہ اور طلبہ کو آزادی کے ساتھ کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ عاملہ نے خبردار کیا کہ جامعہ حفصہ ایک دینی درسگاہ ہے جس کے منتظمین کی کسی غلطی کی سزا مدرسہ کو دینے کی بات قبول نہیں کی جائے گی اور جامعہ حفصہ کی جگہ کوئی اور ادارہ تعمیر کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کی شدید مخالفت کی جائے گی عاملہ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ایک تعلیمی ادارے کے طور پر جامعہ حفصہ کی حیثیت بحال کرکے وہاں معمول کی تعلیمی سرگرمیوں کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ عاملہ نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے آپریشن میں طوالت کے حوالے سے ان اطلاعات کو تشویشناک قرار دیا کہ یہ وقفہ وہاں سے لاشوں کو غائب کرنے اور وہاں اسلحہ ودیگر معاملات کے حوالے سے اپنی مرضی کا ماحول قائم کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے تاکہ دنیا کے سامنے حکومت کی مرضی کے مطابق اس کی تصویر پیش کی جاسکے اجلاس نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ لاشوں اور زخمیوں کے بارے میں غیر جانبدار حلقوں کی تصدیق کے ساتھ صحیح کوائف قوم کے سامنے لائے جائیں کیونکہ مسلمہ طور پر غیر جانبدار حلقوں کی تصدیق کے بغیر حکومت کے یکطرفہ اعلانات اور اعداد وشمار کو اس سلسلے میں قبول نہیں کیا جائے گا عاملہ اس المناک سانحہ کے سلسلے میں قوم کے جذبات سے پوری طرح آگاہ ہے علماء 13 جولائی کے خطبہ جمعہ میں لال مسجد کے حکومتی مسلح آپریشن کی مذمت کریں گے اور مختلف طبقات قانون کے دائرے

میں رہتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار کریں گے جبکہ تحفظ مدارس کنونشنوں میں اکابر علماء کرام اور زعماء خطاب کریں گے اور دینی مدارس کی آزادی خودمختاری اور جداگانہ تشخص کی جدوجہد کے سلسلے میں اہم اعلانات کیے جائیں گے۔ مجلس عاملہ نے پورے ملک میں وفاق المدارس کے اراکین عاملہ اور مؤلین کو ہدایت کی ہے کہ وہ فوری طور پر ذمہ دار حضرات کے اجلاس طلب کر کے یوم احتجاج اور کنونشن کے پروگراموں کو کامیاب بنانے کے لیے لائحہ عمل طے کریں اور اس کا اہتمام کریں این این آئی کے مطابق وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے الزام عائد کیا ہے کہ لال مسجد سے سینکڑوں نعشیں لے جا کر ان کی اجتماعی تدفین کی جارہی ہے اور لال مسجد بڑے پیمانے پر جدید اسلحہ لاک کر رکھا جارہا ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 12/جولائی 2007)

عبدالستار ایدھی کا بیان شائع ہوا ہے کہ انہوں نے 800 کفن تیار کئے ہیں حکومت نے 200 اور مانگے ہیں۔

حکومت کی طرف سے آپریشن ایریا اور ہسپتالوں کے بعد جہاں میڈیا پرسن کو دیکھتے ہی گولی مار دینے کا حکم دیا گیا تھا قبرستان میں بھی صحافیوں کے داخلہ پر پابندی لگا دی ہے

لال مسجد اور جامعہ حفصہ سے گزشتہ 4 روز کے دوران باہر آنے والی تقریباً 20 طالبات نے حکومت کی جانب سے بطور امداد دیے گئے 5 ہزار روپے ٹھکرا دیے ان طالبات نے شدید غصے اور اشتعال کے عالم میں 5 ہزار روپے کے نوٹوں کے ٹکڑے کر کے زمین پر پھینک دیے طالبات نے کہا کہ یہ رقم ہمارے لیے حرام ہے ہم حکومت سے کبھی کوئی امداد نہیں لیں گے ہمیں کسی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔

لال مسجد کیس نے امریکی انتظامیہ کو ایک بار پھر یہ بات سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کوئی ایسی حکمت عملی مرتب کی جائے جس سے پاکستان کے نیوکلیئر ہتھیار محفوظ بنائے جاسکیں اگر یہ ہتھیار انتہا پسندوں کے ہاتھ لگ گئے تو پوری دنیا بارود کا ڈھیر بن سکتی ہے اس پروپیگنڈے کا یہ اثر ہوا ہے کہ امریکیوں کے ذہنوں میں ایک بار پھر یہ سوال اُبھرا ہے کہ واقعی پاکستان انتہا پسند عناصر کی نرسری ہے یہ بھی ممکن ہے کہ امریکی ایوان بالا میں یہ سوال اٹھایا جائے کہ موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان کو فوجی امداد اس وقت تک نہ دی جائے جب تک پاکستان میں انتہا پسند عناصر کا قلع قمع نہ ہو جائے۔

لال مسجد و جامعہ حفصہ کیخلاف آپریشن پر ملک بھر سے عوام نے اخبارات کے دفاتر

میں فون کر کے حکومتی کارروائیوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ صدر کو صرف مدارس ہی دہشت گرد نظر آتے ہیں عوام نے آپریشن کے دوران نجی میڈیا کے کردار پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ تمام چینلز اور اخبارات صرف حکومتی موقف ہی عوام تک پہنچا رہے ہیں جامعہ حفصہ اور لال مسجد انتظامیہ کے حوالے سے کوئی بات نہیں بتائی جا رہی عوام نے کہا کہ اگر میڈیا والوں کو صرف حکومتی موقف ہی بتانا ہے تو پھر وہ ذرائع ابلاغ کی آزادی کا نعرہ کیوں لگاتے ہیں؟

صدر جنرل پرویز مشرف لال مسجد کے خلاف آپریشن کے بعد بہت زیادہ پراعتماد ہیں وہ آزاد خیال عناصر جو ان سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے اب صدر کے اس اقدام کا خیر مقدم کر رہے ہیں جبکہ اسلام پسندوں کی جانب سے متوقع ردعمل کے کوئی آثار نہیں ہیں تجزیہ نگار کہتے ہیں کہ اب صدر پرویز اپنی حمایت میں اضافے کو چیف جسٹس کی معطلی کے بحران سے نمٹنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔

لال مسجد سے خود باہر آنیوالی بچیوں کو راولپنڈی کے حاجی کیمپ میں رکھا گیا ہے ایک اخبار کے نامہ نگار نے گزشتہ روز حاجی کیمپ جا کر ایک اعلیٰ افسر سے بات کی جس کے بعد نامہ نگار کو اندر جانے کی اجازت ملی نامہ نگار کے مطابق اندر موجود فلیٹس میں طالبات کو بند رکھا گیا ہے اور کھڑکیاں تک بند کی ہوئی ہیں جبکہ وہاں پولیس کی بھاری نفری تعینات تھی ایک طرح سے بچیاں وہاں کڑے پہرے میں قید ہیں طالبات سے ان کے والدین کو بھی نہیں ملنے دیا جا رہا۔

امریکا، برطانیہ، چین اور بھارت نے لال مسجد کے خلاف کارروائی کی حمایت کی ہے امریکی محکمہ، خارجہ نے کہا ہے کہ حکومت نے لال مسجد ایشو پر مثالی صبر کا مظاہرہ کیا ہے اگرچہ یہ پاکستان کا داخلی سلامتی کا معاملہ ہے تاہم ہم بھی اس کا بغور جائزہ لے رہے ہیں برطانوی وزیراعظم گورڈن براؤن نے صدر پرویز مشرف سے ٹیلی فون پر بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ برطانیہ دہشت گردی کے خلاف کیے گئے اقدامات کی حمایت کرتا ہے چین کی حکومت نے بھی لال مسجد میں آپریشن کی حمایت کی ہے اور حکومت پاکستان کو ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کرائی ہے۔

عوام کی بڑی تعداد لال مسجد کے "شدت پسندوں" کے خلاف حکومتی آپریشن کی حمایت کر رہی ہے لیکن ایک ایسی ماں بھی ہے جو کہتی ہے کہ لال مسجد میں اس کی محصور بیٹی شہید ہو گئی تو یہ اس کی خوش نصیبی ہوگی۔ راولپنڈی سے تعلق رکھنے والی آسیہ بی بی کا کہنا ہے کہ اگر میری بیٹی اللہ کی راہ میں شہید ہو گئی تو میری خوش نصیبی ہوگی غازی برادران ملک سے بدی اور فحاشی ختم کرنے کی مہم

چلانے میں حق بجانب تھے وہ جوئے خانوں، سی ڈیز کی دکانوں کو بند کر رہے تھے اس میں کیا غلط ہے؟ ان کے 2 بیٹے لال مسجد سے نکلنے کے بعد انٹیلی جنس ایجنسیوں کے چنگل میں پھنس گئے ہیں پولیس ان کو رہا کرنے پر تیار نہیں ہے مہر النساء کہتی ہیں کہ وہ کہاں جائیں؟ یہ فوج ہمارے تحفظ کے لیے ہے یا ہمیں پریشان کرنے کے لیے بنائی گئی ہے؟

ملک گیر ٹیلی فونک سروے کے مطابق اکثریت کا یہ کہنا ہے کہ مولانا عبدالعزیز کو جس طرح توہین آمیز طریقے سے سرکاری چینل پر دکھایا گیا وہ کسی بھی لحاظ سے درست نہیں حکومت کی غلط پالیسیوں کا یہ سب کچھ ردعمل ہے حکومت کو اپنی پالیسیوں پر نظرثانی کرنی چاہیے۔

اگر ایک مفرور، قانون سے بھاگا ہوا، سنگین جرائم میں مبینہ طور پر ملوث مطلوب شخص صوبے کا گورنر مقرر کیا جا سکتا ہے تو حکومت کو کس چیز نے روک رکھا ہے کہ وہ لال مسجد میں محصور مولانا عبدالرشید غازی کو سیکڑوں معصوم بچوں اور خواتین کی خاطر ہی رعایت کی پیش کش نہیں کر رہی ہے اس شخصیت کی بطور گورنر تقرری کے وقت اخبارات کی رپورٹس میں کہا گیا تھا کہ مذکورہ شخصیت کو مبینہ طور پر سنگین جرائم کے الزامات کا سامنا ہے لیکن صدر پرویز نے اخبارات کے ایڈیٹرز کو ایک بریفنگ سیشن میں بتایا تھا کہ انہوں نے الزامات کے حوالے سے چیکنگ کرائی ہے اور گورنر بنائی جانے والی شخصیت پر سنگین جرائم کے الزامات نہیں ہیں۔

حکومت نے کراچی میں 12 مئی کے روز 50 کے قریب ہلاکتوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں نجی ٹی وی ڈ چینلو کراچی میں مافیا کی حکمرانی اور لوگوں کو جدید ترین ہتھیاروں سے بلا کسی خوف وخطر اور شرمندگی کے قتل کرنے کے مناظر دکھاتے رہے۔ 12 مئی کے بعد کراچی کے اپنے دورے میں صدر پرویز مشرف نے روشنیوں کے شہر میں بے رحمی سے کیے جانے والے قتل عام کی تحقیقات کرانے سے انکار کر دیا اس کی بجائے انہوں نے ان صحافیوں سے جوان سے قتل عام کے حوالے سے سوالات کر رہے تھے کہا کہ وہ ماضی کو بھول جائیں اور مستقبل کی طرف دیکھیں۔

یہ وہ کچھ ہے جو میڈیا کے ذریعے ہم تک پہنچا اپنی ذاتی رائے کو ایک طرف رکھتے ہوئے پاکستان ہر غیر جانبدار شخص کو اپنے ضمیر سے اس بات کا جواب طلب کرنا چاہیے کہ حکومتی آپریشن غلط تھا یا صحیح؟ جہاں تک حکومت کا معاملہ ہے وہ روشن خیال اور اعتدال پسند ہے اور ایسے لوگ ضمیر کے بجائے حالات کے تابع ہوتے ہیں ان کی نظر حال پر نہیں مستقبل پر ہوتی ہے۔ اُمید ہے لال مسجد کے خلاف آپریشن نے حکومت کا مستقبل محفوظ کر دیا ہوگا۔

مذاکرات کیسے سبوتاژ کیے گئے؟

(مولانا زاہد الراشدی)

پاکستان مسلم لیگ (ق) کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین اور وفاقی وزیر مذہبی امور اعجاز الحق کے ساتھ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے رہنماؤں کے مذاکرات کی رپورٹ گزشتہ کالم میں مختصراً قارئین کی خدمت میں پیش کی جا چکی ہے اور اب مذاکرات کے دوسرے دو مراحل کی صورتحال سے قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں لیکن اس سے قبل غازی عبدالرشید کا تذکرہ ضروری ہے جو اپنی والدہ محترمہ اور دیگر بہت سے رفقاء سمیت لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف سرکاری فورسز کے مسلح آپریشن کے آخری راؤنڈ میں شہید ہو چکے ہیں غازی عبدالرشید ہمارے محترم اور بزرگ دوست مولانا عبداللہ شہید کے فرزند تھے باصلاحیت جوان تھے دین کی سربلندی کے جذبہ سے سرشار تھے اور اس کے لیے ہر وقت ہر طریقہ اختیار کرنے کے لیے تیار رہتے تھے ان کے طریق کار سے اختلاف کیا جا سکتا ہے اور ہم نے دینی جدوجہد کے لیے ان کے طریق کار کو ہمیشہ غلط کہا ہے لیکن دین کی سربلندی اور بالادستی کے لیے ان کا خلوص وجذبہ اور محنت و ایثار شک وشبہ سے بالاتر تھا اور ان کی استقامت وعزیمت کا حال یہ تھا کہ آخر دم تک جان بچانے کے تمام مواقع میسر رہنے کے باوجود جس طریق کار کو انہوں نے اپنی جدوجہد کے لیے صحیح سمجھا اس پر ڈٹے رہے اور اسی کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

غازی عبدالرشید، ان کی والدہ محترمہ اور ان کے دیگر رفقاء کار کی شہادت کا یہ المناک سانحہ ہمارے لیے انتہائی صدمہ کا باعث ہے اس کے ساتھ ہی جو دوسرے حضرات اس دوران جاں بحق ہوئے ان کی موت پر بھی ہمیں صدمہ ہے کہ وہ مسلمان تھے اور پاکستانی تھے ان میں سے بعض افراد اپنی ڈیوٹی پر تھے اور کچھ غیر متعلقہ عام شہری بھی تھے ہم ان سب کی موت پر رنجیدہ ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ رب العزت انہیں جوار رحمت میں جگہ دیں اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں (آمین یارب العالمین)۔ مذاکرات کی رپورٹ یہاں تک پہنچی تھی کہ اعجاز الحق نے ہمیں بتایا کہ وزیراعظم شوکت عزیز کے ساتھ ہماری ملاقات کا پروگرام بنایا جا رہا ہے چنانچہ یہ

ملاقات 9 جولائی کو دو بجے کے بعد وزیراعظم ہاؤس میں ہوئی جس میں ان کے ساتھ چوہدری شجاعت حسین اور وفاقی وزراء اعجاز الحق، محمد علی درانی، طارق عظیم اور کمانڈر خلیل احمد وغیرہ شریک گفتگو تھے جبکہ مولانا سلیم اللہ خان کی سربراہی میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے وفد میں مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا عادل خان، مولانا حکیم محمد مظہر، مولانا مفتی محمد، مولانا قاضی عبدالرشید اور راقم الحروف بھی شامل تھے وہی باتیں جو چوہدری شجاعت حسین کے سامنے پیش کی گئی تھیں اور وزیراعظم کے علم میں آ چکی تھیں ان کے سامنے دوبارہ پیش کی گئیں انہوں نے اس سلسلے میں حکومت کے موقف اور سرگرمیوں کا ذکر کیا اور وفاق المدارس کے مصالحتی جذبہ و کردار کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے سراہا غازی عبدالرشید نے مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور دیگر سرکردہ حضرات کے ساتھ گفتگو کے دوران جو شرائط پیش کی تھیں ان پر بحث ہوئی اور اصولی طور پر طے پا گیا کہ غازی عبدالرشید کے ساتھ فون کا رابطہ دوبارہ بحال کیا جائے اور بات کو آگے بڑھا دیا جائے تاکہ مزید تصادم کے امکانات کو روکتے ہوئے مسئلہ کو پرامن طریقہ سے حل کرنے کی کوشش کی جا سکے۔ اس موقع پر یہ بھی اصولی طور پر طے ہو گیا کہ غازی عبدالرشید کی تینوں شرطوں کو مان لیا جائے اور انہیں قابل عمل بنانے کے لیے مزید گفتگو کی جائے ان کی شرائط یہ تھیں۔

انہیں گرفتار یا نظر بند نہ کیا جائے بلکہ ان کے خاندان اور ذاتی سامان سمیت انہیں ان کے آبائی گاؤں کے مکان میں جانے دیا جائے جہاں وہ مستقل رہائش اختیار کریں گے۔

ان کے رفقاء اور جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں موجود افراد میں سے جو لوگ لال مسجد کے تنازعے سے قبل کے کسی کیس میں مطلوب نہیں ہیں انہیں بھی گرفتار نہ کیا جائے جبکہ اس سے پہلے کے مقدمات میں مطلوب افراد کی گرفتاری میں انہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

لال مسجد کو محکمہ اوقاف اسلام آباد کی تحویل میں دے دیا جائے جو اس کے انتظامی معاملات وفاق المدارس کے مشورہ سے چلائے گا جبکہ جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کا انتظام وفاق المدارس العربیہ کے سپرد کر دیا جائے۔

یہ غازی عبدالرشید کی شرائط تھیں جن کے بغیر وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہیں تھے اس لیے وزیراعظم صاحب کے ساتھ ملاقات کے دوران یہ اصولی طور پر طے ہو گیا کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں موجود طلبہ و طالبات اور بچوں کی جانیں بچانے کی خاطر ان شرائط کو منظور کر لیا جائے اور

اس کی تفصیلات وفاقی وزراء اور وفاق المدارس کے علماء کرام باہم مل کر طے کر لیں۔

وزیراعظم سے ملاقات خوشگوار ماحول میں ہوئی اور ہم وہاں سے یہ امید لے کر آئے کہ مسئلہ کو پرامن طور پر حل کرنے کی کوشش آگے بڑھے گی اور ہم مزید خونریزی کو روکنے کے مشن میں کامیاب ہوں گے۔

عسکریت پسند موجود ہیں جن میں سے کوئی بھی
میں سے کسی کو لال مسجد میں نہیں جانے دیں

ے ساتھ ایک خالی مکان میں چلے گئے اور ٹیلی
ا کی تفصیلات طے کرنے میں مصروف ہو گئے
، جالندھری، مولانا ڈاکٹر عادل خان اور راقم
ی درانی اور طارق عظیم کے ساتھ تفصیلی بات کی
فونک رابطہ قائم رہا بلکہ غازی عبدالرشید کے
بلوا کر مذاکرات میں شریک کیا گیا اور غازی
ں کرتے رہے۔

ت مشترکہ طور پر تحریر کیے ان کا خلاصہ یہ ہے:
ذاتی سامان سمیت بحفاظت ان کے آبائی

طے کر دیا تھا مگر سیکورٹی حکام کا کہنا تھا کہ اندر چونکہ
شخص کچھ بھی کر سکتا ہے اس لیے ہم آپ حضرات
گے۔

چنانچہ ہم سب وہاں ٹاکنگ پوائنٹ
فون کے ذریعے بات چیت کر کے مصالحتی فارمولا
مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا قاری محمد حنیف
الحروف نے چوہدری شجاعت حسین، اعجاز الحق، محمد علی
اور اس دوران غازی عبدالرشید کے ساتھ بھی ٹیلی
اصرار پر اس موقع پر مولانا فضل الرحمٰن خلیل کو بھی
صاحب کے ساتھ زیادہ تر ٹیلی فونک بات چیت وہ
نصف شب کے لگ بھگ ہم نے جو نکات
غازی عبدالرشید کو ان کے خاندان اور

گاؤں پہنچا دیا جائے گا۔

طلبہ، طالبات اور لال مسجد و جامعہ حفصہ میں موجود تمام افراد غازی عبدالرشید کے ساتھ ہی باہر آئیں گے طالبات کو محفوظ مقام پر منتقل کر کے ان کے اصل خاندان کے ساتھ بھجوایا جائے گا جبکہ طلبہ اور دیگر افراد کو محفوظ مقام پر منتقل کرنے کے بعد ان کی انکوائری ہوگی اور جو افراد لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے قضیہ سے قبل کے کسی مقدمہ میں مطلوب نہیں ہیں انہیں ان کے گھروں میں بھجوایا جائے گا اور چلڈرن لائبریری پر قبضہ کی تاریخ سے پہلے درج شدہ مقدمات میں مطلوب افراد کے خلاف قانون کے مطابق عدالتوں کے ذریعے کارروائی کی جائے گی۔

جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کا کنٹرول وفاق المدارس کے سپرد کر دیا جائے گا جو ان کے قانونی معاملات حکومت کے مشورہ سے نمٹائے گا جبکہ لال مسجد محکمہ اوقاف اسلام آباد کی تحویل میں دے دی جائے گی جو اس کے انتظامی معاملات وفاق المدارس کے مشورے سے چلائے گا۔

اس مصالحتی فارمولا کے نکات وفاقی وزیر مملکت طارق عظیم نے لکھے جبکہ ان کی بنیاد پر انہیں باقاعدہ تحریر کی شکل راقم الحروف نے دی جسے غازی عبدالرشید کو فون پر سنایا گیا اور انہوں نے اس سے اتفاق کر لیا چوہدری شجاعت حسین نے کہا کہ اس تحریر کو ایوان صدر میں لے جانا ضروری ہے تاکہ حتمی منظوری حاصل کی جا سکے چنانچہ وہ وفاقی وزراء کے ہمراہ ایوان صدر چلے گئے جہاں سے کم و بیش دو گھنٹے کے بعد ان کی واپسی ہوئی اور ان کے پاس ایک نئی تحریر تھی جس کے بارے میں انہوں نے کہا کہ یہ حتمی فیصلہ ہے جس میں ردو بدل نہیں ہو سکتا اور اس کا ہاں یا ناں میں آدھے گھنٹے کے اندر اندر جواب چاہیے ہم نے تحریر پڑھی تو اس میں پہلی تحریر کے تینوں نکات کو تبدیل کر دیا گیا تھا گویا غازی عبدالرشید کی شرائط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا گیا اور اس نئی تحریر میں غازی عبدالرشید کو گرفتار یا نظر بند نہ کرنے کی بات گول کر دی گئی تھی جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کا انتظام وفاق المدارس کے سپرد کرنے کی بات حذف ہو گئی تھی اور لال مسجد کے تنازع کے دوران درج مقدمات میں کسی کو گرفتار نہ کرنے کی بات بھی ختم کر دی گئی تھی یہ تین باتیں چونکہ غازی عبدالرشید کی شرائط تھیں جن کے بغیر وہ ہتھیار ڈالنے پر کسی صورت میں آمادہ نہیں تھے اس لیے ان کے بارے میں فیصلہ انہی کو کرنا تھا لیکن جب انہیں یہ تحریر فون پر سنائی گئی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ جو تحریر پہلے سنائی گئی تھی اسے وہ قبول کرتے ہیں اور اس پر قائم ہیں لیکن اس نئی تحریر کو قبول کرنے کے لیے وہ تیار نہیں ہیں۔

رات سوا دو بجے کے لگ بھگ خود میری گفتگو غازی عبدالرشید سے ہوئی ان کا موقف وہی تھا جو میں نے عرض کیا ہے اس کے بعد ان سے ہمارا رابطہ منقطع ہو گیا اور ہم وفاق المدارس العربیہ کے حضرات چوہدری شجاعت حسین اور ان کے رفقاء سے یہ کہہ کر وہاں سے اٹھ کر آ گئے کہ ہمارا مشترکہ طور پر تحریر کردہ فارمولا تبدیل ہو جانے کے بعد اس نئی تحریر کی بنیاد پر ہم مذاکرات کو آگے بڑھانے اور کوئی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

آخر میں ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک ٹی وی چینل کے نشریہ میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے رہنماؤں کو بطور خاص بلوایا گیا تھا اور وہ بلوانے والوں کے مہمان ہیں یہ بات قطعی طور پر غلط ہے ہم لوگ وفاق المدارس کی ہائی کمان کے فیصلہ کے تحت صرف اس جذبہ سے یہاں آئے تھے کہ مسئلہ کے پرامن حل کی کوئی صورت نکل آئے اور مزید خونریزی کو روکا جا سکے اس میں ہمیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی جس کے اسباب کی نشاندہی مذاکرات کی رپورٹ میں کر دی گئی جبکہ ہم وفاق المدارس کے انتظام کے تحت ہی یہاں اس کی مجلس عاملہ کے اجلاس تک اسلام آباد میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

دل صاحبِ اولاد سے انصاف طلب ہے

میں نے اس کتاب میں بہت کم مقامات پر اپنی ذاتی رائے شامل کی ہے۔ آپ کو وہ تصویر دکھائی ہے جو حکومت اور غیر جانبدار یا پھر جانبدار میڈیا نے دکھائی۔ میں اب بھی اپنی ذاتی رائے شامل نہیں کر رہا۔ آپ کو اخبارات کے صفحات پر بکھری تحریروں کے کچھ تراشے نذر کر رہا ہوں۔ انہیں پڑھنے کے بعد اپنے دل و دماغ سے پوچھیے راہِ حق کس کا نصیبا تھا؟ بدبختی کس کا مقدر بنی؟ سرخرو کون ہوا؟ نامراد اور ناکام کون کہلایا۔ یہ 13 جولائی کے اخبارات کی خبروں سے کچھ انتخاب ہے۔ حکومت نے 12 جولائی کو میڈیا کو جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے کچھ حصوں کا وزٹ کروایا تھا۔ روزنامہ پاکستان لاہور لکھتا ہے:

''ہر طرف گولیوں کے نشانات، بکھری کتابیں، کھلونے، جوتے، انسانی گوشت کے لوتھڑے، رہائشوں میں آگ لگی تھی، مرکزی دروازہ ٹوٹ چکا تھا، کمروں کے قالین جل کر خاکستر ہو گئے تھے، جلی کتابوں کی راکھ پڑی تھی، دیواروں پر قرآنی آیات سے مزید پینٹنگز آگ کے دھوئیں سے سیاہ ہو گئی تھیں، بلیک بورڈ بھی گولیوں سے چھلنی تھے۔''

مختلف اخبارات نے اپنے اپنے انداز سے اس دورے کی تفصیلات لکھی ہیں۔ روزنامہ جناح کے ندیم جعفری کہتے ہیں۔

آپریشن سائلنس کی تکمیل کے ساتھ ہی حکومتی رٹ اگرچہ اپنی پوری طاقت سے قائم ہو چکی ہے لیکن لال مسجد اور جامعہ حفصہ کی مارٹر گولوں اور بھاری ہتھیاروں سے زخم زخم در و دیوار اپنی تباہی اور بربادی کی ایسی داستان سنا رہے ہیں کہ کلیجہ پھٹنے کو آتا ہے۔ 3 جولائی کو شروع ہونے والے اس خون آشام معرکہ کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب جمعرات کی سہ پہر ذرائع ابلاغ کی ملکی و غیر ملکی نمائندوں کو پامال شدہ حرمت کی حامل لال مسجد اور جامعہ حفصہ کا دورہ کرایا گیا۔ جلے ہوئے انسانی اعضاء بارود اور اعصاب شکن گیسوں کی بو نے آپریشن کے خاتمہ کے دو دن گزرنے کے باوجود علاقہ کا دامن نہیں چھوڑا۔ سیکورٹی فورسز نے علاقہ کلیئر کرتے ہوئے اگرچہ طالبات کے

سامان کا ڈھیر لگا کر اسے مختلف کمروں میں رکھ دیا ہے تاہم اس کے باوجود مختلف جگہوں پر طالبات کی کتابیں اور بیگ بکھرے پڑے ہیں۔ اسلامی کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ بھی اندر موجود ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حکومت کا یہ دعویٰ درست ہو کہ آپریشن میں کوئی خاتون یا بچہ جاں بحق نہیں ہوا تاہم جامعہ حفصہ میں پڑے ایک چار یا پانچ سالہ بچی اور ایک طالبہ کے خون آلود جوتے اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ معصوم بچے اور طالبات بھی گولہ بارود کی بھینٹ چڑھے ہیں۔ ایک کمرے کے دروازے پر معلمات کی کلاسز کا چارٹ آویزاں تھا۔ نیلم، صبا، مریم قیوم، نائلہ انتظار، حلیمہ سعدیہ، مسکان، آمنہ بی بی، طیبہ فرحت، ماریہ مہتاب، سمعیہ، سعیدہ، میمونہ کنول اور عائشہ شفیق سمیت طالبات کو درس حیات دینے والی یہ متعدد معلمات شاید اب اس دُنیا میں نہ ہوں۔ اب المیہ یہ نہیں کہ یہ بچے، طالبات اور معلمات موت کے بے رحم ہاتھوں بے قصور ماری گئیں بلکہ سانحہ تو اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان کے جسد خاکی بھی ورثاء تک نہیں پہنچے۔ ایک بلیک بورڈ پر کسی پھول سی بچی نے اپنے ننھے منے ہاتھوں سے ''پاکستان زندہ باد'' لکھ دیا تھا۔ 5 سالہ ننھی پری کا خون آلود جوتا اور حرف سیکھنے والے نرم و نازک ہاتھوں سے لکھا گیا ''پاکستان زندہ باد'' یہ مناظر اگرچہ کیمرہ میں قید تو کر لئے گئے لیکن یہ دلدوز مناظر میرے سمیت کئی صحافیوں کو رُلا گئے۔ ایک طالبہ سعدیہ زمان اپنی ڈائری میں لکھتی ہے۔ "Life is a picture, paint with real colors" سعدیہ کی زندگی میں رنگ گولہ و بارود سے بھرے جانے تھے یا ایک پُروقار اور شریفانہ طرزِ حیات سے۔ اس کا جواب دینے کے لئے جامعہ حفصہ میں موجود ذرائع ابلاغ کے تمام نمائندوں کی زبانیں گنگ تھیں۔ نیوز ایجنسیوں کے مطابق صحافیوں کو جب جامعہ حفصہ کا دورہ کرایا گیا تو طالبات کے کمروں میں کتابیں اور بیگ بکھرے پڑے تھے۔ بعض بیگوں پر لکھا ہوا تھا کہ ''میرے بیگ کو کوئی نہ کھولے۔ اس بیگ کو صرف میرے ورثاء ہی کھول سکتے ہیں۔'' صحافیوں نے امکان ظاہر کیا ہے کہ اس بیگ میں شاید کوئی وصیت لکھی ہوئی ہے۔ ایک الماری کے باہر ایک پوسٹر لگا ہوا تھا جس پر لکھا تھا کہ اس الماری کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ میں نے اس میں اپنے امی ابو کے لئے تحفہ رکھا ہوا ہے جبکہ ایک کمرے میں طیبہ نامی ایک طالبہ کی ڈائری موجود تھی جو پھٹی ہوئی تھی اور اس کے ایک صفحہ پر لکھا ہوا تھا ''چھوٹے بھائی کے لئے جوس اور ٹافی لے کر جانا ہے، اماں کے لئے تسبیح بھی خریدنی ہے۔'' ایک جگہ چھوٹی بچیوں کے ٹوٹے ہوئے کھلونے پڑے تھے۔ کمروں میں ٹوٹی چوڑیاں، بکھرے برتن اور صحن میں ٹوٹی کرسیاں بھی نظر آئیں۔ ایک کمرے میں بلیک بورڈ پر تحریر تھا

کہ ''یا اللہ! ہمیں شہادت کی موت نصیب فرما۔'' جامعہ حفصہ اور لال مسجد اور نائب مہتمم کی رہائش گاہوں میں موجود ان کی پالتو مرغیاں اور بلیاں اس سانحے میں مکمل طور پر محفوظ رہیں۔

(روزنامہ جناح لاہور، 13 جولائی 2007ء)

اسی اخبار میں شائع وقار ستی کے مضمون ''اسلام آباد میں سسکیوں اور بددعاؤں کی گونج'' کے کچھ اکتباسات ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں کہ حکومت کو آپریشن کی کامیابی کے بعد یوں تو بہت سے مسائل کا سامنا ہے لیکن ایک بڑی پریشانی یہ ہے کہ لاشوں کو کیسے ٹھکانے لگایا جائے۔ اس مقصد کے لئے سرکار نے اسلام آباد اور راولپنڈی کے کولڈ سٹوریج میں ان گنت لاشیں سٹور کر رکھی ہیں جن میں تقریباً 25 کو خفیہ طریقے سے دفنانے کی تیاریاں مکمل تھیں کہ صحافی اچانک رات 2 بجے H-11 کے قبرستان میں پہنچ گئے جس کے بعد صحافیوں کی موجودگی میں تدفین کی گئی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پولیس اکیڈمی سہالہ میں رات 11 بجے راولپنڈی کی مشہور دینی اور سماجی شخصیت علامہ اظہار بخاری نے محکمہ اوقاف کے درجن سے زائد مولوی اکٹھے کئے اور انہیں پولیس اکیڈمی لے گئے جہاں انہوں نے فائر بریگیڈ کے پائپ کے ساتھ اجتماعی غسل دے کر نمازِ جنازہ پڑھائی گئی اور انہیں H-11 کے قبرستان میں پہنچایا گیا جہاں ان کی تدفین کی گئی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ گزشتہ صبح یعنی بدھ اور جمعرات کی درمیانی رات نمازِ فجر کے وقت میں نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ لاشوں کے ایک تابوت میں ایک تقریباً 10 سے 12 سالہ طالب علم کی لاش دیکھی جس کے سر پر ایک ٹوپی تھی اور چہرہ کالا یعنی جھلسا ہوا تھا اور وہ بالکل اوپر اُٹھا تھا پھر جب غور سے دیکھا تو اس کے سر سے نیچے دو ٹانگیں بھی نظر آئیں اور ہم نے باقاعدہ ہوش میں دیکھا کہ وہ دو لاشیں ہیں اس کے بعد میں نے ڈپٹی کمشنر اسلام آباد چوہدری محمد علی سے پوچھا تو انہوں نے روکھے انداز میں کہا کہ ''اگر ایسا ہے تو ایک لاش آپ نکال لیں۔'' ایک ذمہ دار آفیسر کا یہ جواب سن کر ایسا محسوس ہوا کہ وہ اپنے حواس میں نہیں ہیں اس لئے اس بارے ان سے کچھ مزید نہیں پوچھا گیا۔ پھر گزشتہ دوپہر میڈیا کی رسائی بھی حکومت نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ تک ممکن بنائی جہاں بھاری اسلحہ اور گولہ بارود نہایت نفاست کے ساتھ سجایا گیا تھا۔ اس وقت درجنوں صحافیوں کے ذہن پر یقیناً یہ بات تھی جو مرحوم غازی عبدالرشید کہا کرتے تھے کہ یہ ہمیں مارنے کے بعد یہاں ایٹم بم بھی لا کر رکھ دیں گے لیکن غازی کی یہ بات صحیح ثابت نہ ہوئی کیونکہ وہاں ایٹم بم موجود نہ تھا اور جو اسلحہ وہاں موجود تھا وہ بالکل صاف تھا۔ لگتا تھا وہ غازی عبدالرشید نے کسی اور

جنگ کے لئے رکھا ہوا ہے اور جو کچھ 7 دن ہوتا رہا وہ کچھ بھی نہ تھا اور اگر یہ اسلحہ وہاں تھا تو استعمال کیوں نہ ہوا؟ ہمیں نہیں معلوم کہ حکومت اور غازی رشید اپنے موقف میں کس حد تک ٹھیک تھے یا ان میں سے کون صحیح کہہ رہا تھا لیکن یہ بات حقیقت ہے کہ حکومت آپریشن، مذاکرات کی ناکامی، آپریشن کے حتمی راؤنڈ، لاشوں کی تدفین، لواحقین کو تسلی دینے اور جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے بعد کی صورتِ حال سے میڈیا تک کو صحیح مطمئن کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ آنے والے دنوں میں لال مسجد یا جامعہ حفصہ کیا صورتِ حال اختیار کرے گی لیکن یہ بات اٹل حقیقت بن کر سامنے آ رہی ہے کہ حکومت نے جدید مشینری کے ذریعے غازی شہید اور ان کے جانثاروں کو تو راستے سے ہٹا دیا گیا لیکن کیا وہ ان کے جذبے اور موقف کو بھی اس طرح شکست دے سکیں گے؟

(روزنامہ جناح، 13 جولائی 2007ء)

13 جولائی کے ایکسپریس لاہور کی رپورٹ ہے کہ مولانا رشید غازی کے جنازے میں ہزاروں لوگ شریک تھے۔ لوگوں نے ان کے تابوت کا شیشہ توڑ کر جسدِ خاکی کا دیدار کیا۔ ابھی تک ان کے جسم سے خون جاری تھا۔

13 جولائی ہی کے ایکسپریس لاہور کی رپورٹ کے مطابق وفاقی وزیر غلام سرور اُس وقت سیخ پا ہو گئے جب پریس کانفرنس میں ان کی آمد پر ایک سینئر صحافی نے کہا کہ "مساجد کے فاتحین کو خوش آمدید۔"

آپریشن سائلنس کا آغاز اپنے انجام کو پہنچا۔ بچوں، بچیوں، طلبا، طالبات اور حکومتی نقطہ نظر کے مطابق "دہشت گردوں" کے خون سے لکھی تاریخ بظاہر اسلام آباد سیکٹر ایچ الیون کے قبرستان میں لکڑی کے تابوتوں میں دفن کر دی گئیں۔ بالکل اسی طرح جیسے معاملات کو خفیہ رکھ کر یہ خونی کھیل آغاز ہو رہا تھا اپنے انجام کو پہنچا۔ لیکن تاریخ قبرستانوں میں دفن نہیں ہوتی۔ قبرستان تاریخ کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اگر کوئی نہیں جانتا تو جان لے۔ کربلا سے کابل تک اور کشمیر سے بغداد تک قبروں کی تاریخ پھیلی ہوئی ہے۔ دُنیا کے کونے کونے سے لوگ اسے پڑھنے آتے ہیں۔ وقت جلدی فیصلہ کرے گا آپریشن سائلنس نے لال مسجد کی تاریخ دفن کی یا اسے زندہ جاوید کر دیا۔

وما علینا الا البلاغ

کتابیات

اس کتاب کی تیاری میں درج ذیل اخبارات، رسائل، ویب سائٹس، اور ٹی وی چینلو سے مدد لی گئی:

1. روزنامہ نوائے وقت
2. روزنامہ جنگ
3. روزنامہ ایکسپریس
4. روزنامہ جسارت
5. روزنامہ خبریں
6. روزنامہ دی نیوز
7. روزنامہ اسلام
8. روزنامہ پاکستان
9. روزنامہ نیشن
10. گارڈین لندن
11. ہندوستان ٹائمز بھارت
12. ہفت روزہ ندائے ملت
13. ہفت روزہ تکبیر
14. ہفت روزہ زندگی
15. ہفت روزہ ٹائم
16. ہفت روزہ نیوز لائن
17. بی بی سی
18. وائس آف امریکہ
19. جیو نیوز چینل
20. آج چینل
21. اے آر وائی چینل
22. بی بی سی ورلڈ
23. سی این بی سی نیوز
24. فاکس نیوز
25. سی این این

وہ تمام صحافی کالم نگار جن کی تحریروں سے استفادہ کیا گیا مصنف سب کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔

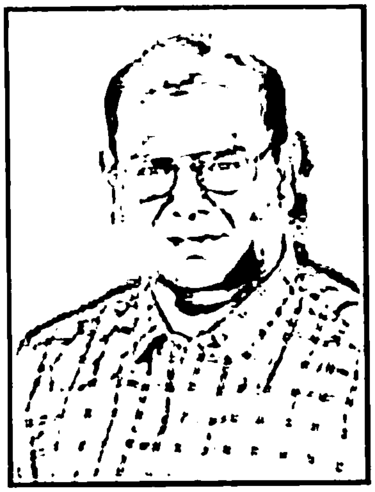

کس پر اسرار شخصیت نے غازی برادران کی آخر تک پشت پناہی کی؟

آنٹی شمیم ہی کیوں نشانہ بنی؟

چائنیز کے اغوا کا اشارہ کہاں سے کس نے دیا؟

مولانا عبدالعزیز کی گرفتاری میں لال مسجد کے مؤذن نے اہم کردار ادا کیا

ابو منصور کا غازی برادران سے کیا تعلق تھا؟

500 گز کا پلاٹ 6500 گز تک کیسے پھیلا؟

آپریشن سائلنس کی لمحہ بہ لمحہ روداد

خفیہ مذاکرات کی خفیہ کہانی

سنسنی خیز سچائیاں اور وہ سچ جو آپ کو چونکا دے گا